اقوال اہل سنت والجماعت

مفتی محمد کفایت اللہ

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زہوقا

1123

علماءِ دیوبند و دیگر اکابر ملت کے متعلق مخالفین نے مشہور کر رکھا تھا کہ یہ حضرات وہابی ہیں اور ان کے اقوال و افعال اہل سنت و الجماعت کے خلاف ہیں بعونہ تعالیٰ رسالۂ نافعہ

المهند...

کے مطالعہ سے ...

والحمد ...

تقریظ حضرت علامۂ زمان عالمِ باعمل محدّث و فقیہ مفسّر و اد...
حضرت اُستاذ الاساتذہ مولانا مولوی مفتی محمد کفایت ا...
صدر جمعیۃ علماءِ ہند دہلی و مفتی اعظم ہند

...کیا۔ فاضل مؤلف عزیز محترم مولوی محمد...
...تحقیق فرماکر جنکی وجہ سے...
...ام سے یاد کرتے اور...
...مسلمانان ہند و...

فہرست مضامین کتاب

تلک عشرۃ کاملہ کی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہٖ والصلوٰۃ علیٰ نبیہٖ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اما بعد
مؤلف تحقیقات نے کاشف الاسرار کے بعد جس کا جواب سوط الابرار میں دیا گیا ایک رسالہ التحقیقات لدفع التحریفات مہند کے رد میں شایع کیا تھا مگر برسوں کے بعد بمشکل آج دستیاب ہوا، نام کو تو مہند کا رد ہے مگر مولانا شہید علیہ الرحمۃ پر اپنی کج فہمی سے اور مولوی فضل رسول بدایونی و مولوی احمد رضا خاں بریلوی کی تقلید سے زبان درازیاں کی ہیں اور شہید علیہ الرحمۃ کو اپنے دادا اور چچا حضرت شاہ ولی اللہ وحضرت شاہ عبد العزیز صاحبان قدس سرہما کا مخالف العقیدہ ظاہر کیا ہے۔ دل تو چاہتا ہے کہ میں بھی اس کے جواب میں جزاءُ سیئۃٍ سیئۃ پر عمل کروں مگر اہل علم میری تحقیقات اور حق بیانی کو انتقام پر محمول فرما کر پسند نہ فرمائیں گے۔ لہٰذا اس سے قطع نظر کرکے اصل مباحث اور مسائل کی تنقید پر اکتفا کرتا ہوں یہ رسالہ نام کو تو التحقیقات کا جواب ہے لیکن خدا نے چاہا تو اس سے تمام مخالفین کے شکوک وشبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ اتفاقات زمانہ سے حضرت محدث مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس اللہ سرہٗ کو اپنی عمر کے آخری حصہ میں مذہب امامیہ کے خلاف تحفۂ اثنا عشریہ لکھنے کی ضرورت پیش آئی، اور چونکہ وہ کتاب نہایت تحقیق کے ساتھ لکھی گئی تھی اس لئے عام طور سے مقبول ہوئی۔ مگر جو لوگ محض اپنے آباؤ اجداد کی تقلید سے سُنّی کہلاتے تھے اور سرکار اودھ سے معقول وظائف پانے کے سبب بفحوائے الناس علیٰ دین ملوکھم ان کی طبیعتوں کا رجحان اپنے محسنوں کی مذہب کی طرف تھا، ان کو حضرت مولانا ممدوح کی یہ کارروائی سخت ناگوار گذری وہ اسی وقت سے ہمہ تن جوش میں آکر ان کی مخالفت اور نقصان رسانی کیلئے آمادہ ہو گئے لیکن کھلم کھلا تحفہ کا جواب لکھکر اپنا شمار فرقہ امامیہ میں کرانا خلاف مصلحت جانتے تھے۔ اس لئے دیگر مسائل بیان کردہ جناب ممدوح پر انہوں نے لب کشائی کی مثلاً تفسیر فتح العزیز میں آیت وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے تحت میں جو کچھ مولانا ممدوح نے حوالہ قلم فرمایا ہے اس سے بعض عقلاء بدایوں کی مخالفت مشہور ہے۔ تاہم شاہ صاحب کے سامنے اِن کی دال گلنا مشکل تھی اس لئے مجبوراً اِن کو خاموش رہنا پڑا۔ مولانا شاہ عبد العزیزؒ کے بعد جب اُن کے بھتیجے حضرت

مولانا شاہ اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ اوران کے نواسے حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ جانشین ہوئے اور انہوں نے اپنے مقدس بزرگ کے ارشادات کو شائع کرنا شروع کیا اور ایک رسالہ جس کا نام تقویۃ الایمان ہے عقائد پیر پرستی کی اصلاح میں جو عوام الناس میں بکثرت شائع ہوگئے تھے نوعے بظاہر تشدد کے ساتھ تالیف فرمایا اور اس میں تمام عقائد حقہ اپنے مقدس بزرگوں کے طرز کے موافق بیان کئے تو وہی بدایونی بزرگوار جو بڑے شاہ صاحب کے مقابلہ کیلئے آمادہ ہوئے تھے ان کے سامنے بھی آموجود ہوئے۔

الغرض مولانا شہید علیہ الرحمۃ پر طرح طرح کے قولی و فعلی بے بنیاد بہتان لگائے اور بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا اور اس مرتبہ اپنے دوست جناب مولانا مولوی فضل حق صاحب مرحوم خیرآبادی معقولی کو بھی جو اسوقت رزیڈنسی دہلی میں سررشتہ دار تھے اور دینیات میں اسی خاندان کے خوشہ چین اور ہم عقیدہ تھے اور علامہ شہید کے ہمعصر اور ہمدرس بھی رہ چکے تھے۔ بنا بریں علامہ شہید کی خداداد ذہانت اور تبحر علمی اور شہرت پر ان کو طبعی رشک پیدا ہوگیا تھا بعض مسائل کلامیہ میں اپنی مدد کے لئے آمادہ کرلیا۔ دراصل یہ وہی تحفۂ اثنا عشریہ کی کدورت تھی جو اس پیرایہ میں نکالی جاتی تھی ورنہ یہ ممکن نہیں کہ ان مقدس بزرگان دین کا ایک بڑا فاضل جانشین کوئی ایسی بات کہے اور کرے جو اس کے بزرگوں کی روش کے خلاف ہو اور اس کو ایک غیر شخص مجہول الدیانۃ والدرایۃ یعنی محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف منسوب کرنے والی ہو، اگرچہ بقول حضرت علامہ سید احمد برزنجی مفتی آستانہ نبویہ یہ سچ ہے کہ کوئی عالم جو کتاب تصنیف کرے اپنی تحریر میں کسی مقام پر سہو و نسیان سے قلم کی لغزش کھا جانے سے سالم نہیں رہ سکتا چنانچہ مثل مشہور ہے من الّف فقد استهدف تاہم ہم نہایت وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ مولانا شہید علیہ الرحمۃ کا کوئی فتویٰ ایسا نہیں جس کی سند علماء سلف اوران کے خاندانی بزرگوں کے ارشادات سے نہ ملتی ہو یا اُن کا کوئی قول ان مقدس حضرات کے خلاف ہو اس کے لئے ہم فرداً فرداً ایک ایک مسئلہ کا ثبوت دینے کیلئے ہروقت تیار ہیں جس کا جی چاہے تعصب اور نفسانیت سے خالی الذہن ہوکر بنظر تحقیق حق ایک ایک مسئلہ کی ہم سے تحقیق کرے۔ کیونکہ یہ عاجز بھی ایک مدت تک فاضل بدایونی اور فاضل بریلوی کے بیان پر وثوق اوران کی تحریر کو باور کرکے مغالطہ میں پڑا رہا۔ ابتداً بہ نظر تحقیق حق کبھی تقویۃ الایمان کو اول سے آخر تک نہ دیکھا اور نہ از خود کبھی مائۃ مسائل وغیرہ کے مسائل کی جانچ کی۔ اس کے بعد بتوفیق الٰہی تقویۃ الایمان کو از اول تا آخر بغور دیکھا اور مائۃ مسائل وغیرہ کے مسائل کی پوری جانچ کی اور ان کے مقابلہ میں فاضل بدایونی کی سیف الجبار و تحقیق الحقیقۃ و تصحیح المسائل وغیرہ اور فاضل بریلوی کے اکثر رسائل کا بغور مطالعہ کیا اوران کے بیان کی پوری جانچ کی، معلوم ہوا کہ ان کی غرض تلبیس سنت برسم جاہلیت اور امحاق

شریعت بہ ترویج بدعت ہے اور بس، اور ان کا مذہب محض داستان و حکایت اور معوّل علیہ قول مرجوح و مجروح و نوادر مخالف کتاب و سنت و متضاد قیاس مجتہدین و اجماع علمائے اُمّت اور اہل حق پر تحریف اور کتر بیونت کرکے معنی بگاڑ کر اعتراض کرنا ہے۔ اور ہم ایسے اصحاب سے جو اہل حق کی تذلیل کے درپے ہیں درخواست کرتے ہیں کہ بُرا بھلا کہنے یا خلاف قلم اُٹھانے سے پہلے خوب غور و فکر اور پوری تحقیق فرماکر کچھ کہا یا لکھا کریں کہ یہ طریق قرین انصاف اور معقول ہے کیونکہ ان فاضلوں کی سی تحقیقات مایۂ فخر نہیں ہوسکتیں ورنہ یہ یاد رکھیں کہ بے خبر لوگوں کو ایک بیگناہ گروہ کے خلاف بھڑکانا اہل اسلام کی عادت نہیں، اللہ جل شانہ نے ایسے شخص کو مسرف اور کذاب فرمایا ہے اور حضور علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والے پر خود کفر لوٹ آتا ہے۔ الغرض حضرات اہل حق نہ وہابی ہیں نہ بدعتی، بلکہ اہل سنت والجماعت ہیں، افراط و تفریط سے علیحدہ ہیں جس کی تفصیل آئندہ ملے گی۔

قبر پرست و پیر پرست اور بدعتیوں کے عام عقائد

جن کی تقویۃ الایمان میں اصلاح کی ہے۔

کُن اولیاء اللہ کی شان ہے۔ اولیاء اللہ جس چیز کو کُن کہتے ہیں فوراً ہو جاتی ہے۔ اپنے اختیار سے اور اپنے ارادے و حکم سے تمام عالم میں جس طرح چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔ جسے جو چاہیں دیں۔ حضور علیہ السّلام مختار کل ہیں۔ تمام کارخانہ خدائی کے مالک ہیں۔ اللہ کے سب خزانوں کی کنجیاں آپ کے قبضہ میں ہیں۔ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے یعنی آرام و تکلیف، رنج و راحت، پیدا کرنا مارنا۔ رزق دینا، مرض صحت، غنا و افلاس، خشکی بارش، جنت دوزخ، کفر و اسلام، ایجاد و اعدام غرض عرش سے فرش تک سب آپ ہی کے اختیار میں ہے۔ بطور واسطہ فی الثبوت تمام اوصاف و اقدار و اختیارات خداوندی سے متصف اور قادر اور مختار بالذات ہیں۔ اللہ کے خزانوں سے جو چیز بھی مخلوقات کو پہنچتی ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی عطا فرماتے ہیں۔ (یعنی خدا بیکار محض ایک فلسفی خدا ہے معاذ اللہ سے اللہ کے پلہ میں وحدت کے سوا کیا ہے + جو کچھ ہمیں لینا ہے ملیں گے محمد سے) خود اولیاء اللہ (بمجرد سماع ندا) مشکلوں کے وقت تشریف لاکر دستگیری فرماتے ہیں (اسی لئے مشکل کے وقت پکارا جاتا ہے) (حاشیۃ الاستمداد ص۶ تا ۸ ارشادات فاضل بریلوی مخلصاً و الامن والعلا ص۱۵ و ۲۶، و سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوری) احکام تشریعیہ بھی حضور کے قبضہ میں ہیں جس پر جو چاہیں حرام فرمائیں جو چاہیں حلال کردیں اور جو فرض چاہیں معاف کردیں (بہار شریعت حصہ اوّل عقیدہ ۲ ص ۲۲) حضور کو ذرہ ذرہ کا علم ہے

دلوں کے خطروں سے آگاہ ہیں۔ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں (شرح استمداد ص۵) آپ کے علوم بیحد بیشمار ہیں، آپ کو روز ازل سے روز آخر تک جمیع ما کان و مایکون کا علم ہے (حسام الحرمین ص۲۲ و تمہید ص۲۴) ہم سب رسول کے بندے ہیں خود خدا حکم دیتا ہے کہ اے محمد تم سب کو اپنا بندہ کہو یعنی بزرگوں کا بندہ کہنا کہلانا، اور نام رکھنا جائز ہے (کشف ضلال دیوبند یعنی شرح استمداد ص۷۵) جبرئیل امین نے حضرت مریم کو بیٹا دیا ہے۔ خود قران مجید نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ کو رسول بخش کہا (شرح استمداد ص۶۹) خدا بھی حضور علیہ السلام کی اطاعت کرتا ہے (شرح استمداد ص۵۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری خدائی طاقت دیگئی ہے جب ہی تو خدا کی طرح مختار کل ہیں اور خدا کے نائب کل (شرح استمداد ص۵۱) بزرگوں کی قبروں کا طواف جائز اور قبر پر رخسارہ رکھنا جائز، بزرگوں کو پوجنا (اور اپنے تئیں پیر پرست کہلوانا (الکوکبۃ ص۴۶) اوران کی پرستش کرنا جائز کہ دراصل اللہ ہی کی پرستش ہے ظل ذی ظل سے جدا نہیں اوران کے نام کا ورد و وظیفہ کرنا اور ان کا نام جپنا جائز۔ بزرگوں کے نام کی نذر و منت چڑھاوا چڑھانا جائز ہے (شرح استمداد ص۴۳ و ص۳۸ اور جوامع الاحکام فتاوی علما کچھوچھہ وغیرہ ورسالہ مرشد کو سجدہ تعظیمی ورسالہ مسائل ضروریہ ص۱۰۶) حضور علیہ السلام گناہوں کو بخشتے ہیں (شرح استمداد ص۶۶) قرآن وحدیث کیخلاف پر بزرگوں کے قول کی سند پکڑنا جائز ہے (کشف ضلال دیوبند ص۶۴) اولیاء اللہ عالم الغیب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے غیب دانی اُن کے اختیار میں دیدی جب چاہیں غیب کی بات معلوم کرسکتے ہیں غیب کی بات معلوم کرلینا ان کے اختیار و قابو میں ہے (الامن والعلی ص۲۰۸ للفاضل البریلوی) ؎

بنا لیتا ہے سلطان آپ ساجس پر عنایت ہو ✦ خدا سے کم نہیں عز و جلال اس دیں کے سلطاں کا

(مدح غوث الاعظم) اولیاء اللہ کے قبور کا حج کرنا جائز ہے یہاں تک کہ بعض نے اس کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام مناسک الحج المشاہد ہے (مجالس الابرار مترجم ص۱۱۸ میں دیکھو) اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرمایا ہے فقد رأینا رجالاً من ضعفی المسلمین یتخذون الاحبار والرھبان اربابا من دون اللہ یحجون الی قبورھم (مختصرا) یعنی ہم نے مسلمانوں کی نسل میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے مولویوں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب ٹہراتے ہیں، ان کی قبروں کی طرف حج کرنے جاتے ہیں۔

تنبیہ:۔ پیر پرست اپنے ان عقائد و افعال پر بزرگوں کے اقوال اور قرآن وحدیث سے استدلال بھی لاتے ہیں مگر الفاظ ان کے اور معنی اپنے ہوتے ہیں اور ان کے موقع اور محل سے بدل ڈالتے ہیں اور مجازی اسنادوں کی آڑ میں حقیقی نسبتیں ثابت کیا کرتے ہیں اور بطور واسطہ فی الثبوت تمام اوصاف

خداوندی اور اختیارات سے متصف و مختار بالذات عقیدہ رکھتے ہیں اور اہل حق کے عقائد پر تحریف اور کتر بیونت کر کے معنی بگاڑ کر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس اللہ سرہ نے بھی ایسے لوگوں کو مشرکی السلمین فرمایا ہے (فتاوی عزیزی ص۲۳ وص۳۳ دیکھو) اور کا اقول عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب نص قطعی ہے۔ اور مشرکین عرب کے بھی اپنے معبودوں کے حق میں ایسے ہی عقیدے تھے۔ اور نیز ان کا عقیدہ ہے کہ خدائے تعالیٰ حضور علیہ السلام کے مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے عاجز ہے اور اہل حق پر بطور عیب معتزلیوں کی طرح امکان کذب کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ اہل سنت کے نزدیک قادر ہے عاجز اور مجبور نہیں ہے کہ نظیر ممکن کی ممکن ہی ہوتی ہے مگر اپنے اختیار سے اپنے وعدہ کے مطابق آپ کے مثل ہرگز ہرگز پیدا نکرے گا۔ مکتوبات حضرت یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ میں ہے **قولہ** اگر خواہد در ہر لحظہ صد ہزار چوں محمد بیافریند (مکتوب ۳۵)۔ اور اس گروہ نے ہندوستان میں جس کسی کو ان عقائد میں سے کسی عقیدہ میں اپنے خلاف پایا وہابی کا خطاب عنایت فرمایا۔ اور ان عقائد پر بہت سے دیگر افعال بدعیہ کا بھی اضافہ کر لیا ہے جن کی تفصیل دوسرے حصے میں ملے گی۔ اب اس میں یہاں تک توسّع ہو گیا ہے کہ میں نے بعض جھنڈے پرست تعزیہ پرستوں کو فاضل بدایونی اور فاضل بریلوی کی نسبت وہابی کہتے ہوئے سُنا۔ اور حال ہی میں ایک صاحب نے بڑے زور شور سے جواز تعزیہ میں ایک بسوط رسالہ لکھا ہے جس کا نام الحجۃ البالغہ فی جواز تعزیہ ہے۔ اور اس سے قبل بھی جواز تعزیہ میں کئی رسالے لکھے جا چکے ہیں۔

عوام الناس کے اعمال اور پیر پرستوں کے افعال

قبر کی طرف سجدہ کرنا۔ اور قبر کا طواف کرنا۔ کسی ولی اللہ کے نام کا ورد کرنا، کسی کے نام کا بطور تقرب جانور ذبح کرنا، عبد فلاں غلام فلاں نام رکھنا، بطور واسطہ فی الثبوت مستقل اور قادر و مختار بالذات جانکر امور غیر عادیہ میں انہی سے مدد چاہنا منتیں ماننا۔ نذریں کرنا چڑھاوا چڑھانا، خود ان سے مرادیں مانگنا۔ یہ سب اُمور حرام اور شرک ہیں۔ اور زندوں میں اُمور عادیہ بشریہ میں ایکدوسرے سے استمداد بالاتفاق شرعاً جائز ہے۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ رح الفوز الکبیر میں فرماتے ہیں ان کنت متوقفا فی تصویر حال المشرکین وعقائدھم واعمالھم فانظر الی حال العوام والجھلۃ من اھل الزمان الخ...... ویذھبون الی القبور والآثار ویرتکبون انواعا من الشرک الخ.... وما من آفۃ من ھذہ الآفات الاوقوم من اھل الزمان واقعون فی ارتکابھا معتقدون مثلھا عافانا اللہ سبحانہ من ذلک (ملتقطا) اگر تو مشرکین عرب کے عقائد اور ان کے اعمال اور ان کے حالات کی پوری پوری تصویر سے واقف ہونا چاہتا ہے تو اس زمانہ کے عوام اور جہلاء کو دیکھ لو کہ وہ قبروں اور تھانوں پر جاتے ہیں اور طرح طرح کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں غرض اس زمانہ کی آفتوں میں سے کوئی آفت نہیں جسمیں اس زمانہ کی ایک قوم اس کا ارتکاب نہیں کرتی اور ان کے مثل اعتقاد نہیں رکھتی۔ خدا ہم کو ایسے عقیدوں اور عملوں سے بچائے۔

(۲) اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب فتاوی عزیزی جلد اول ص۳۳ میں فرماتے ہیں۔ "پرستش آنست کہ سجدہ کند یا طواف نماید یا نام اورا بطریق تقرب ورد سازد یا ذبح جانور بنام او کند (ای بتقرب غیر خواہ وقت ذبح نام خدا بگیر دیانہ ص۵۶۔ اس مسئلہ کی تفصیل تفسیر عزیزی میں ملاحظہ ہو) یا خود را بندۂ فلانے بگوید وہر کہ از مسلمانان جاہل با اہل قبور این چیز ہا بعمل آرد فی الفور کافر میگردد واز مسلمانی مے برآید"۔ اور ص۵۶ میں ہے۔ ماکولات ومشروبات ودیگر اموال را نیز از راہ تقرب بغیر اللہ دادن حرام وشرک است، اور ص۳۸ میں ہے۔ شرک چنانچہ در عبادت وقدرت می شود ہمیں قسم شرک در تسمیہ ہم میشود واین قسم نام نہادن شرک در تسمیہ است از نہم احتراز لازم است چنانچہ در ترجمہ قرآن مسمی بفتح الرحمن در تحت آیہ فلما آتھما صالحا جعلا لہ شرکاء الخ مذکور است کہ دریں جا دانستہ شد کہ شرک در تسمیہ نوعیست از شرک چنانچہ اہل زمان ما غلام فلان وعبد فلان نام می نہند، اور ص۹۲ میں ہے۔ منت بزرگان ونذر غیر اللہ مانند گنگھائے شیخ سدو وسہ منی بو علی قلندر وغیرہ قریب بحرام است، اور ص۹ میں بحوالہ عالمگیری، بحر، نہر، درلکھتے ہیں کہ اکثر عوام جو اولیاء اللہ کی نذر مانتے ہیں بالاجماع باطل اور حرام ہے۔ درمختار میں ہے اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام الخ اور شامی میں ہے النذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ (ملخصا ص۱۳۹/۲)۔

(۳) حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رح مالابد منہ ص۱۰ میں فرماتے ہیں مسئلہ سجدہ کردن

بسوئے قبور انبیا و اولیاء وطواف گرد قبور کردن و دعا از آنہا خواستن و نذر برائے آنہا قبول کردن حرام است
بلکہ چیزہا از آنہا بکفر می رساند اور ارشاد الطالبین فارسی ص۲ میں فرماتے ہیں مسئلہ عبادات مر غیر خدا را
جائز نیست و نہ مدد خواستن از غیر حق ایاک نعبد و ایاک نستعین یعنی حقتعالی تعلیم کرد مر بندگان را
کہ بگویند خاص ترا عبادت می کنیم یا الٰہی و خاص از تو مدد میخواہیم بر عبادت و بر ہر چیز۔ ایاک برائے
حصر است پس نذر کردن برائے اولیا جائز نیست کہ نذر عبادت است و اگر کسے نذر کرد وفائے نذر نکند کہ
احتراز از معصیت بقدر امکان واجب است، وگرد قبور گردیدن جائز نیست کہ طواف بیت اللہ حکم نماز دارد
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطواف البیت صلوٰۃ یعنی طواف بیت اللہ حکم نماز دارد **مسئلہ**
دعا از اولیاء مردگان یا زندگان و از انبیا جائز نیست کہ رسول خدا فرمود صلی اللہ علیہ وسلم الدعا ھو
العبادۃ یعنی دعا خواستن از خدا عبادت است پس این آیت خواند وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین
یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین (ص۳) **مسئلہ**۔ استمداد و نذر عبادت است وطواف
حکم نماز دارد و دعا از غیر خدا جائز نیست) ارشاد الطالبین عربی میں ہے ولا یصح الذکر باسماء الاولیاء
علی سبیل الوظیفۃ او السیفی لقضاء الحاجۃ کما یقرء ون الجہال الخ اور ارشاد الطالبین فارسی ص۲۱
میں ہے۔ مگر آنکہ ذکر محمد رسول اللہ با ذکر خدا تعالیٰ در اذان و اقامۃ و تشہد و مانند آن عبادت است الخ و ذکر
محمد رسول اللہ ہم بر وجہیکہ در شرع وارد شدہ است چنانچہ کسے بطور وظیفہ یا محمد یا محمد یا محمد گفتہ باشد
روا نباشد انتہی (۴) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تحفۃ الموحدین میں فرماتے ہیں۔ ارکان حج کہ از اعظم
عبادات است اگر بجائے دیگر ادا نماید کفر است صریح، باید کہ گرد قبرے یا خانہ سوائے کعبہ نگردند (۵) حضرت
ملا علی قاری شرح مناسک میں فرماتے ہیں لا یطوف ای لا یدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف
من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء ولا عبرۃ بما یفعلہ الجہلۃ ولو
کانوا فی صورۃ المشائخ والعلماء انتہی مزار مبارک کے اردگرد نہ گھومے کیونکہ طواف کعبہ کیلئے مخصوص
ہے لہذا انبیا و اولیا کی قبروں کے گرد گھومنا حرام ہے اور ان جہلہ کے فعل کا اعتبار نہیں اگرچہ علماء اور
مشائخ کی صورت میں ہیں۔ (۶) بحر الرائق اور کفایہ حاشیہ الہدایہ میں ہے وصرح فی معراج الدرایۃ بانہ
لو طاف حول مسجد سوی الکعبۃ یخشی علیہ الکفر انتہی۔ معراج الدرایہ میں تصریح کی ہے کہ اگر کوئی کعبہ کے سوا
کسی اور مسجد کے اردگرد طواف کرے تو اس پر کفر کا خوف ہے، **نوٹ** طواف لغوی سے دھوکہ نہ ہو کہ جو کسی
اور غرض سے ہوتا ہے نہ برائے تقرب جیسا کہ بعض نے طاف رسول اللہ صلعم علی نسائہ فی غسل واحد اور
طاف رسول اللہ صلعم علی الجمل اور طاف علی اعظم البیل کو طواف شرعیہ لغیر الکعبہ کی اباحت پر حجت پکڑا۔

(۷) عالمگیری ص۲۴۲ ج۵ میں ہے، ان سجد للسلطان بنیۃ العبادۃ او لم تحضرہ النیۃ فقد کفر کذا فی الجواہر الاخلاطی انتہی۔ یعنی اگر بادشاہ کو عبادت کی نیت سے یا کچھ بھی نیت نہ ہو سجدہ کرے دونوں صورتوں میں کافر ہو جائیگا۔

(۸) در مختار ص۲۶۸ ج۵ میں ہے، ان علی وجہ العبادۃ والتعظیم کفر وان علی وجہ التحیۃ لا وصار آثما مرتکبا لکبیرۃ انتہی۔ اگر عبادت اور تعظیم کی بنا پر سجدہ کیا تو کافر ہو گیا اور اگر تحیہ کے طور پر کیا تو کافر نہ ہوگا بلکہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا

نوٹ:۔ سجدۂ عبادت اور سجدہ تعظیم ایک ہی معنی رکھتا ہے اور اگر بلا نیت ہو جب بھی کفر ہے صرف سجدہ بہ نیت تحیہ گناہِ کبیرہ ہے کفر و شرک نہیں لیکن عوام ان باتوں میں نہ فرق کر سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں (۹) شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں بھی اسی طرح تصریح ہے (ص۲۳۸) اس کے بعد ہے، اما تقبیل الارض فہو قریب من السجود الا ان وضع الجبین او الخد علی الارض افحش واقبح من تقبیل الارض اقول وضع الجبین اقبح من وضع الخد فینبغی ان لا یکفر الا بوضع الجبین دون غیرہ لان ہذہ سجدۃ مختصۃ للہ تعالیٰ (۱۰) کتاب شجرۃ الایمان میں ہے، گور را سجدہ کردن و بوسہ دادن و طواف کردن و از صاحب قبر حاجت طلبیدن و در قبرستان چراغہا افروختن مکروہ تحریمی است (۱۱) حضرت امام مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکتوب ۴۱ جلد سوم ص۱۰۷ مطبوعہ نول کشور میں فرماتے ہیں، حیوانات را کہ از مشائخ می کنند و بر سر قبرہائے ایشاں رفتہ آں حیوانات را ذبح مینمایند در روایات فقہیہ این امر را نیز داخل شرک ساختہ اند و دریں باب مبالغہ نمودہ این ذبح را از جنس ذبائح جن انگاشتہ اند کہ ممنوع شرعی است و داخل دائرہ شرک،... و ازیں عالم است صیام نساء کہ بہ نیت پیران و بیبیان نگاہ می دارند و اکثر نامہائے ایشاں را از خود تراشیدہ روزہائے خود را بنام آنہا نیت کنند و در وقت افطار از برائے ہر روزہ خاص بوضع مخصوص تعیین مینمایند و تعیین ایام نیز کنند از برائے صیام مطالب و مقاصد خود را باین روزہا مربوط می سازند و بتوسل این روزہ ازینہا حوائج می خواہند و روائی حاجت خود را ازانہا می دانند این شرک در عبادت است، و بتوسل عبادت غیر حاجات خود را ازان غیر خواستن آفت و حیلہ ہاست، آنچہ بعضے از زنان در وقت اظہار شناعت این فعل گویند کہ ما این روزہا را برائے خدا نگاہ می داریم و ثواب آن را بہ پیراں می بخشیم اگر دریں امر صادق باشند تعیین از برائے صیام چہ در کار است و تخصیص طعام و تعیین اوضاع شنیعہ مختلفہ در افطار برائے چیست الخ **نوٹ** یہ بھی یاد رہے کہ ہر وہ امر جو ہماری شریعت میں باری تعالیٰ کی تعظیم کیلئے مخصوص ہے وہ غیر اللہ کیلئے اعتقاد کرنا بالمعنے الاعم شرک ہوگا اگرچہ ملل سابقہ میں مخصوص باللہ نہ ہونے کی وجہ سے شرک نہ تھا۔ شرح مقاصد میں ہے التوحید اعتقاد عدم الشریک فی الالوہیۃ وخواصہا اور شرک حقیقی جلی وہ ہے جس سے فاعل قطعی کافر ہو جاتا ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور تقویۃ الایمان میں عام شرک اکبر و اصغر کی بحث ہے جسکی بحث آئندہ ملے گی اور نیز کسی مومن کو بعض افعال شرکیہ و کفریہ میں تاویل کرکے کفر و شرک سے بچانا یہ امر آخر ہے اور ان کو جائز سمجھنا امر آخر ہے۔

عوام و جہال مسلمان و زمرہ پیرپرستان جو ارواح اولیا سے بطور واسطہ فی الثبوت متصرف بالارادہ اور مستقل و قادر و مختار بالذات جان کر امور غیر عادیہ بشریہ میں مدد مانگتے اور حاجت طلب کرتے ہیں بلا شبہ شرک جلی ہے اور امور غیر عادیہ میں

خود اولیاء اللہ سے حاجت مانگنا حرام بلکہ کفر ہے اور انہی اعتقادات و دور سے مشکل کی وقت دفع بلا کیلئے پکارنا اور حاضر ناظر جاننا اور اُن کے نام کا وِرد کرنا بھی شرک ہے، ہاں توسّل جائز ہے، البتہ اُمور عادیہ بشریہ میں استعانت بالاحیاء مشروع ہے یہ بحث خارج ہے۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح حجۃ اللہ البالغہ ص۶۱ میں فرماتے ہیں من مظنات الشرک انہم کانوا یستعینون بغیر اللہ فی حوائجہم من شفاء المریض وغناء الفقیر وینذرون لہم یتوقعون انجاح مقاصدہم بتلک النذر ویتلون اسماءہم رجاء برکتہا فاوجب علیہم ان یقولوا فی صلوٰتہم ایاک نعبد وایاک نستعین وقال تعالیٰ ولا تدعوا مع اللہ احدًا ولیس المراد من الدعاء العبادۃ کما قالہ بعض المفسرین بل المراد ھو الاستعانۃ لقولہ تعالیٰ بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون انتہی۔ یعنی مشرکین عرب کے مظنّات شرک سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے حوائج شفاء مریض وغناء فقیر وغیرہ میں غیر اللہ سے استعانت کرتے تھے، اور اپنے مقاصد کے پورا ہونے کی توقع میں ان کی نذریں مانتے تھے اور بطور تبرک اُن کا نام ورد کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر واجب قرار دیا کہ اپنی نمازوں میں ایاک نعبد وایاک نستعین کہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولا تدعوا مع اللہ احدًا یعنی اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ اور دُعا سے مراد عبادت نہیں ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے بلکہ استعانت ہے لقولہ تعالیٰ بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون۔ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رح نے قول جمیل کے حاشیہ شرک فی العبادۃ والاستعانت کے بیان میں عوام کو اس میں مبتلا بتلایا ہے اور اس قسم کی قرآن میں بہت سی آیات ہیں۔ ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ الایۃ۔ قل ارأیتم ما تدعون من دون اللہ الایۃ۔ ان الذین تدعون من دون اللہ الایۃ۔ والذین یدعون من دون اللہ الایۃ۔ والذین یدعون من دونہ الایۃ۔ قال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین الایۃ۔ الدعاء ھو العبادۃ الحدیث۔ الدعاء مخ العبادۃ الحدیث۔

(۲) حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فتاوی عزیزی ص۱۲۱ میں فرماتے ہیں۔ "درباب استعانت بارواح طیبہ درین اُمت افراط بسیار بوقوع آمدہ آنچہ جہّال وعوام اینہامی کنند وایشان را در ہر عمل مستقل دانستہ اند بلاشبہ شرک جلی است"۔ اور جلد ۲ ص۱۰۴ میں فرماتے ہیں وقسمے است کہ توجّہ مقصود برایشان باشد وخیال پندارد کہ ایشان در دہانیدن مطلب یا دادن آن مستقل اند و مرتبہ

از قرب حق وارند که تدبیر الٰہی تابع مرضی خود توانند ساخت وہمیں قسم است که عوام بآن استمداد
می طلبند و این قسم شرک محض است، مشرکان زمان جاہلیت زیاده بریں در حق اصنام اعتقاد
نداشتند فقط۔ اور تفسیر عزیزی ص۱۲۷ بیان وجوہ شرک میں ہے آنجملہ کسانیکه در ذکر دیگران
را با خدا تعالیٰ ہمسری کنند و ذکر دیگران را مانند نام خدا بطریق تقرب ذکر می نمایند وازانجمله کسانیکه
در نام نہادن خود را بندۂ فلاں و عبد فلاں می گویند و این شرک فی التسمیه است وازانجمله کسانیکه
در ذبح و نذر و قربانیہا با خدا دیگراں را ہمسر میکنند۔ وازاں جمله کسانیکه در دفع بلا دیگراں را میخوانند
وہمچنیں در تحصیل منافع بدیگراں رجوع مے نمایند بالاستقلال نه آنکه توسل بآن دیگراں نمایند،
وازان جمله کسانیکه نام دیگراں را با نام خدا در نام عموم علم و قدرت برابر می سازند انتہی۔ اور فتاوی عزیزی
ص۴۹ میں ہے اگر کسے سجده و طواف و دعا بجو یا فلان افعل کذا افعل کذا العمل آرد البته مشابه
بعبدة الاوثان گردیده باشد، اور فتاوی مذکور ص۴۳ و ۴۴ میں ہے۔ مدد خواستن دو طور میباشد
مدد خواستن مخلوقے از مخلوقے مثل آنکه از امیر و بادشاه نوکر و گدا در مہمات خود مدد میجویند
وعوام الناس از اولیا دعا می خواہند که از جناب الٰہی فلاں مطلب مارا درخواست نمائید این نوع
مدد خواستن در شرع از زنده و مرده جائز است (وہمیں قسم استمداد از موتی درمیان علما مختلف فیه
شده بوجه اختلاف سماع موتی وغیره بعضے ایں را ہم ناجائز گفته جلد ۲ ص۱۰۷ و ص۸۹ ج الملخصًا)۔
دوم آنکه بالاستقلال چیزیکه خصوصیت بجناب الٰہی دارد مثل دادن فرزند یا بارش باراں یا دفع
امراض یا طول عمر و مانند این چیزہا بے آنکه دعا و سوال از جناب الٰہی در نیت منظور باشد از مخلوقے
درخواست نمائید این نوع حرام مطلق بلکه کفر است اگر از مسلمانان کسے از اولیا مذہب خود خواه زنده
باشند یا مرده این نوع مدد خواہد از دائرہ مسلمانان خارج میشود انتہی۔ اور تفسیر عزیزی میں ہے۔
یا بچیزیست که توہم استقلال آن چیز در مدارک مشرکین جا گرفته مثل استعانت بارواح و
روحانیه فلکیه یا عنصریه یا ارواح سائره مثل بھوانی و شیخ سدو و زین خان وامثال ذلک واین نوع
استعانت عین شرک است و منافی ملت حنفی۔ انتہی۔

(۳۳) قاضی ثناء الله پانی پتی رحمة الله علیه ص۲ ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں۔
مسئله، عبادت مر غیر خدا را جائز نیست ونه مدد درخواستن از غیر حق ایاك نعبد و ایاك
نستعین یعنی حق تعالیٰ تعلیم کرد مر بندگاں را که بگویند خاص ترا عبادت میکنیم یا الٰہی و خاص از تو
مدد می خواہیم بر عبادت و بر ہر چیز ایاک برائے حصر است مسئله دعا از اولیاء مردگاں یا زندگاں

وازانبیا جائز نیست رسول خدا فرمود صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء ھو العبادۃ یعنی دعا خواستن از خدا عبادت است پس ترا این آیت خواند وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین (ارشاد الطالبین فارسی ص۲ مسئلہ استمداد ودعا عبادت ست) مسئلہ ۳ اولیا قادر نیستند بر ایجاد معدوم یا اعدام موجود پس نسبت کردن ایجاد واعدام واعطاء رزق یا اولاد ودفع بلا ومرض وغیر آن بسوئے شان کفر است قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ماشاء اللہ الخ۔ اور مالابد منہ ص۱ میں ہے مسئلہ ۴ سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء واولیاء وطواف گرد قبور کردن ودعا از انہا خواستن ونذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیزہا از آنہا بکفر مے رساند۔

(۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد اور قصہ قتلی بدر شرح مشکوۃ عربی وفارسی ہر دو میں فرمایا ہے۔ اول شیخ نے سماع موتی کو ترجیح دی ہے اور پھر صوفیہ کرام کی تحقیق اور تجربہ سے ثابت کیا کہ ارواح اولیاء سے مسترشدین کو فیوض وفتوح حاصل ہوتے ہیں اور زائرین کی دعا سے امداد فرماتے ہیں جیسا کہ زندگی میں دعا فرماتے تھے لہذا استمداد یعنی توسل کے دو ہی طریقے ہم سمجھتے ہیں اس میں شرک کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ از آنچہ مائے فہمیم از آن این نیست کہ داعی محتاج فقیر الی اللہ دعا میکند خدا را وطلب می کند حاجات خود را از قرب جناب عزت وغنا روے وتوسل میکند بروحانیت این بندہ مقرب مکرم در درگاہ عزت وے ومیگوید خداوندا برکت این بندہ تو کہ رحمت کردہ بر وے واکرام کردہ او را ولطف وکرمے کہ بوے داری بر آوردہ گردان حاجت مرا کہ تو معطی کریمی۔ یا ندا میکند این بندہ مقرب را کہ اے بندہ خدا وولی وے شفاعت کن مرا وبر خواہ از خدا کہ بدہد سؤل ومطلوب مرا وقضا کند حاجت مرا۔ پس معطی ومسئول ومامول پروردگار است تعالی وتقدس ونیست این بندہ درمیان مگر وسیلہ ونیست قادر وفاعل ومتصرف در وجود مگر حق سبحانہ واولیاء خدا فانی وہالک اند در فعل الہی وقدرت وسطوت وے نیست ایشان را فعل وقدرت وتصرف نہ اکنون کہ در قبور اند ونہ دران ہنگام کہ زندہ بودند در دنیا واگر این معنی کہ در امداد واستمداد ذکر کردیم موجب شرک وتوجہ بما سوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم میکند پس باید کہ منع کردہ شود توسل وطلب دعا از صالحان ودوستان خدا در حالت حیات نیز واین ممنوع نیست بلکہ مستحب ومستحسن است باتفاق وشائع است در دین الخ اسکے بعد فرماتے ہیں آگے مروی ومسنون در زیارت سلام بر موتی واستغفار مر ایشان را وقراءۃ قرآنست ولیکن درین جا نہی از استمداد نیست الخ باید دانست کہ خلاف در غیر انبیاء است صلوات اللہ وسلامہ

علیہم اجمعین کہ ایشاں احیاء اند بحیات حقیقی دنیاوی باتفاق و اولیا بحیات اُخروی معنوی اھ انتہی
منکر استمداد بمعنی توسّل بارواح موتی وطلب دعا کو جو موجب شرک جانتا تھا اور متوسلین اور طالب
دُعا کو شرک کہتا تھا جواب دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا، نعم اگر زائراں اعتقاد کنند کہ اہل قبور متصرف و
مستبد و قادر اند بے توجہ بحضرت حق والتجا بجانب وے تعالیٰ است چنانکہ عوام و جاہلاں و غافلاں عقید
دارند و چنانکہ می کنند آنچہ حرام و منہی عنہ است در دین از تقبیل قبر و سجدہ مر آنرا و نماز بسوئے وے و جز آن
کہ ازان نہی و تحذیر واقع شدہ این اعتقاد و این افعال ممنوع و حرام خواہد بود۔

باقی رہا سماع موتی اس کے متعلق محدّث گنگوہی رح اپنے فتاوی رشیدیہ ص۹۲ و ۹۳ میں فیصلہ
فرما چکے ہیں۔ سماع موتی عہد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے۔ اس کا فیصلہ نہیں
ہو سکتا جس پر عمل کرے درست ہے۔ انبیاء علیہم السّلام کے سماع میں اختلاف نہیں۔

(۵) کشف الغطاء میں ہے۔ نیست صورت استمداد مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود را
از جناب عزت الٰہی بتوسل روحانیت بندۂ مقرب و مکرم درگاہ والا و گوید خداوندا بہ برکت این بندہ کہ
تو رحمت و اکرام کردۂ او را بر آوردہ گردان حاجت مرا یا ندا کند آن بندۂ مقرب مکرم را کہ اے بندۂ خدا
و ولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدا تعالیٰ مطلوب مرا تا قضا کند حاجت مرا پس نیست بندہ درمیان
مگر وسیلہ و قادر و معطی و مسئول پروردگار است تعالیٰ شانہ۔ انتہی الکلام لشیخ الاسلام۔

اور شیخ عبد الحق رح جذب القلوب میں لکھتے ہیں حقیقت معنی توسّل و استمداد سوال و دعا ات
از جناب صمدیت بوسطت محبّتے و کرمے کہ بدین بندۂ خاص دارد یا طلب والتماس از روحانیت این
بندہ و دُعا خواہش را از حضرت عزت بوسیلۂ قربتے و کراماتے مر او است دران درگاہ۔ انتہیٰ۔

اور شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فتاوی عزیزی ج۲ ص۲ میں فرماتے ہیں نیست صورت استمداد
مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب الٰہی بتوسّل الخ

(۶) در الفوائد ملفوظات حضرت شاہ غلام الٰہی صاحب رح ۳ جمادی الاولی بروز شنبہ میں ہے
کارے از بزرگان خواستن خطا است و نا رضی کبریا است و حل مشکلے از حق تعالیٰ طلب نمودن بتوجہ
بزرگان بجا است و عین رضا است۔ انتہی۔

نوٹ:۔ حضرت شیخ عبد الحق رح و شیخ الاسلام و شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہم یہ تینوں بزرگوار
جامع شریعت و طریقت ہیں اور تبحر علمی اور تفقہ میں مسلّم العلماء ہیں ان کے کلام سے اظہر من الشمس ہے
کہ استمداد کی یہی صورت ہے کہ زائر اور داعی قبر کے پاس بتوسّل و برکت بزرگ بجناب الٰہی خود دعا مانگے

اور خدا سے حاجت طلب کرے یا بزرگ سے دعا کی التماس کرے۔ بھلا استعانت مبحوث عنہا متنازعہ وسلمہ پیر پرستان کو اس سے کیا لگاؤ۔ دراصل یہ استمداد واستعانت ہی نہیں ہے بلکہ توسل اور طلب دعا ہے جس میں کوئی نزاع نہیں ہے۔ ہاں البتہ فقہاء میں اختلاف ہے کہ زیارت قبور میں یہ توسل اور طلب دعا بھی جائز مباح ہے یا بدعت ممنوعہ۔ بعض جائز کہتے ہیں اور اکثر ناجائز کہ طریقہ مسنونہ زیارت کے خلاف ہے چنانچہ خود شیخ علیہ الرحمہ باب زیارت قبور میں معترف ہیں۔ اما استمداد باہل قبور در غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا غیر انبیا علیہم السلام منکر شدہ اند آن را بسیارے از فقہا میگویند نیست زیارت قبور مگر از برائے دعائے موتی واستغفار برائے ایشان ورسانیدن نفع بایشان بدعا واستغفار وتلاوت قرآن۔ واثبات کردہ اند آنرا مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم وبعضے فقہا رحمۃ اللہ علیہم۔ اس تقابل سے ظاہر وباہر ہے کہ فقہائے مانعین بہ نسبت مجوزین کے اکثر ہیں۔ فاضل بدایونی کا کثرت سے مراد فی نفسہ کثرت یا قلت مراد لینا اور مختصر معانی اور مطول کی عبارتیں پیش فرمانا اُن کے فضل کے خلاف ہے۔ شرح مشکوٰۃ عربی کے الفاظ فقد انکرہ کثیر من الفقہاء اور اس کے مقابلہ میں اثبتہ بعض الفقہاء سے کیسے کثرت فی نفسہ مراد لی جا سکتی ہے۔

اور شیخ نے یہ بھی فرما دیا آرے مروی ومسنون در زیارت سلام بر موتی واستغفار مر ایشاں را وقراءۃ قرآن است۔ اور شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **سوال** استمداد بایں طور کہ یا فلان از حق تبارک وتعالیٰ حاجت مرا بخواہ وشفیع من شو ودعا برائے من بخواہ درست است یا نے **جواب**۔ استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور باشد یا غائبانہ بے شبہ بدعت است در زمان صحابہ وتابعین نبود لیکن اختلاف است دراں کہ این بدعت سیئہ است یا حسنہ ونیز حکم مختلف میشود باختلاف طرق استمداد الخ (فتاوی ص ۸۹/۱) الغرض جب حضرت شیخ اجل اور شاہ صاحب باایں وسعت نظر اس طریق توسل کو بھی غیر مروی فرماتے ہیں کہ زمانہ صحابہ اور تابعین میں نہیں پایا جاتا تو اب کس کا زہرا ہے کہ قرون اُولیٰ میں ثابت کر دکھائے۔ البتہ مظہر عون الہی جان کر امور عادیہ بشریہ میں بالاتفاق استعانت بین الاحیاء عقلاً وشرعاً مستحسن ومستحب ہے جیسا کہ شیخ رح نے فرمایا۔ وشائع است در دین۔ اور شاہ صاحب نے اپنی تفسیر میں فرمایا۔ دریں جا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہیکہ اعتماد بران غیر باشد واورا مظہر عون آلہی نداند حرام است واگر التفات محض بجانب حق است واورا یکے از مظاہر عون دانستہ ونظر بکارخانہ اسباب وحکمت او تعالیٰ دران نمودہ بغیر استعانت ظاہر مینماید دور از عرفان نخواہد بود ودر شرع نیز جائز وروا است واولیاء وانبیاء این نوع استعانت

بغیر کردہ اند و در حقیقت این نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لاغیر۔
اور تفسیر میں اس عبارت سے قبل استعانت بین الاحیاء کا ذکر اس پر قرینہ ہے اور قول بیضاوی رح
ویؤیدہ قولہ علیہ السلام رحم اللہ اخی یوسف لو لم یقل اذکرنی عند ربک لما لبث فی
السجن سبعًا بعد الخمس والاستعانۃ بالعباد فی کشف الشدائد وان کانت محمودۃ فی الجملۃ
لکنھا لا یلیق بمنصب الانبیاء میں بھی استعانت بالاحیاء فی امور عادیہ ہے۔

(۷) مجمع البحار میں ہے۔ من قصد لزیارۃ قبور الانبیاء والصلحاء ان یصلی عند قبورھم
ویدعو عندھا ویسئلھم الحوائج فھذا لا یجوز عند احد من علماء المسلمین فان العبادۃ و
طلب الحوائج والاستعانۃ حق للہ وحدہ۔ انتھی۔ یعنی جس شخص نے اس غرض سے قبور انبیاء و صلحاء
کی زیارت کا قصد کیا کہ ان کی قبروں کے پاس نماز پڑھے اور ان سے دعا مانگے اور ان سے اپنی حاجتیں
طلب کرے تو یہ علماء مسلمین میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ عبادت اور طلب حوائج اور
استعانت اللہ ہی کا حق ہے۔ اور صاحب مجمع البحار نے جو باب سین مع الجیم میں لکھا ہے اما اتخاذہ
فی جوار صالح لقصد التبرک بالقرب لا للتعظیم لہ فلا یدخل تحتہ اس کے خلاف نہیں کیونکہ
اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ مقابر صلحاء محل نزول برکات ہے پس اتخاذ مسجد بجوار صالح اس قصد سے
کہ محل برکات میں داخل ہو جائے کہ جس سے اثر روحانی کا وصول اور ان کے قرب سے استفادہ برکتہ
مطلوب ہو حدیث کی وعید میں داخل نہیں نہ یہ معنی ہیں کہ بقصد توجہ و استعانت اتخاذ مسجد حدیث
کی وعید میں داخل نہیں۔ ویؤید ھذا ما فی الخیر الجاری نقلًا عن العینی وھو ناقل عن البیضاوی
فاما من اتخذ مسجدًا فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منہ لا للتعظیم لہ ولا للتوجہ الیہ
فلا یدخل فی الوعید المذکور۔ انتھی اور ترجمہ شیخ میں بھی اسی طرح ہے وسیاتی التفصیل

(۸) تفسیر معالم التنزیل میں علامہ بغوی فرماتے ہیں یقال الاستعانۃ نوع تعبد والعبادۃ
الطاعۃ مع التذلل والخضوع۔ انتھی۔ یعنی استعانت بھی ایک قسم کی عبادت ہے اور عبادت
کے معنی نہایت تذلل اور غایت خضوع کے ساتھ اطاعت کرنا۔

(۹) مدارج العالمین میں ہے۔ من اقبح العقائد طلب الحاجۃ من الموتی والاستعانۃ
بھم فان المیت لا یملک بنفسہ نفعًا ولا ضرًا وھو احوج الناس الی الاحیاء للدعاء والاستغفار
والصدقۃ علی نھج الشریعۃ۔ انتھی۔ یعنی مُردوں سے حاجت طلب کرنا اور اُن سے مدد مانگنا
بُرا عقیدہ ہے۔ اس لئے کہ مردے تو خود احیاء کے صدقہ اور استغفار اور دعا کے محتاج ہیں شرعی طریقہ

پر اور نہ اپنے نفس کو اب نفع اور ضرر پہنچا سکتے ہیں (لانہ لا قدرۃ ولا اختیار لہم)۔

(۱۰) نتائج المرام سید عبد الصبور میں ہے قال الشیخ الامام الاجل ابو صالح محمد بن ابراہیم الشیرازی ما یقع فی بلاد العجم من فرش البسط وضرب الخیام عند مقابر الاولیاء الکرام والعوام یستمدون بھم ویخشعون ویتضرعون الیھم فکلہ مکروہ والمکروہ اقرب الی الحرام انتھی۔ یعنی اولیاء کرام کے مقبروں کے پاس جو بلاد عجم میں فرش بچھائے جاتے ہیں اور خیمے لگائے جاتے ہیں اور عوام الناس ان سے حاجتیں طلب کرتے ہیں اور ان کی طرف خشوع اور خضوع کرتے ہیں یہ سب مکروہ تحریمہ ہیں۔

(۱۱) مجالس الطالبین میں ہے من القبائح طلب الحاجۃ من الموتی والاستعانۃ بھم والتوجہ الیھم لیشفعوا۔ انتھی۔ یعنی مردوں سے حاجت طلب کرنا اور اُن سے استعانت اور ان کی طرف توجہ کرنا تاکہ وہ سفارش کریں یہ بھی امر قبیح ہے (لانہ خلاف السنۃ)

(۱۲) شیخ عیسی بن قاسم سندہی تنبیہ المرام میں لکھتے ہیں لا یجوز الاستعانۃ باھل القبور وعلیہ الجمھور۔ یعنی جمہور کے نزدیک اہل قبور سے استعانت جائز نہیں ہے۔

(۱۳) ملا عبد اللہ سمرقندی ہمعصر ملا علی قاری نہج السنۃ میں لکھتے ہیں حرم الاستمداد بالقبور لکثیر من الفتور۔ انتھی۔ یعنی قبروں سے استمداد حرام ہے بوجہ کثیر فتور کے۔

(۱۴) قاضی عبد الرحمن صاحب تفسیر فتح الرحمن ہمعصر صاحب ہدایہ، احوال الآخرۃ میں لکھتے ہیں ویکرہ الاستعانۃ بالموتی۔ انتھی، یعنی مردوں سے حاجت طلب کرنا مکروہ ہے۔

(۱۵) ابو العلاء اسمعیل قرشی روضۃ الہدایہ میں لکھتے ہیں۔ لا یجوز الاستعانۃ بالاولیاء والصلحاء بعد موتھم انتھی۔ یعنی اولیاء اور صلحاء سے ان کی موت کے بعد استعانت جائز نہیں۔

(۱۶) کاشف الاسرار مقصد ثانی میں ہے قال الشیخ الامام علی بن ابی اسحاق ابن منصور النیشاپوری لا یجوز ان یدور الرجل حول ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم ولا یمس القبر ولا یقبلہ والاستعانۃ بھم غیر مستحسنۃ بالاجماع۔ انتھی۔ یعنی اولیاء کے قبور کے ارد گرد بطور تقرب کے گھومنا نا جائز ہے اور قبر کو مس نہ کرے اور نہ اسکو چومے اور ان کے ساتھ استعانت بالاجماع غیر مستحسن ہے۔

(۱۷) اور نافع المسلمین میں ہے یکرہ الانتفاع بالمقبرہ اور مطالب المومنین میں ہے یکرہ الانتفاع بالقبر۔ اور شیخ عبد الحق دہلوی رح جذب القلوب میں لکھتے ہیں۔ ابو محمد مالکی گوید قصد

انتفاع بمیت بدعتست مگر در زیارت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی خود میت سے نفع طلب کرنا مکروہ اور بدعت ہے۔ یا یہ حضرات منکر سماع ہیں یا اس وجہ سے کہ سنت کے خلاف ہے، فافہم۔

بحث نداء استمدادی

یعنی بنا بر اعتقاد حاضر و علم غیب بالاستقلال ذاتی ہو یا عطائی نداء استمدادی کرنا کفر ہے جیسے کہ پیر ستوں کا عقیدہ ہے نہ مطلق نداء۔

سب سے پہلے محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ سن لینا چاہیئے تاکہ اصل حقیقت معلوم ہو جائے اور غلط بحث نہ ہو اور خواہ مخواہ معارضہ میں جہالت نہ کریں۔

(۱) شوق میں اشعار استمدادیہ اور ندائیہ پڑھنا جائز ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص۶۶ و ص۹۹) کیونکہ اس میں منادیٰ کو سنانا مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ اس مصرع کی طرح ہوتا ہے ؎ اے نسیم سحر آرامگہ یار کجا است

(۲) ندا یا رسول اللہ اگر بنا بر حاضر و علم غیب بالاستقلال جان کر کہے کفر ہے۔ اور اگر شوق اور عشق میں کہے تو جائز۔ اور اگر یہ سمجھ کر کہ خدا اطلاع دیدیتا ہے جس جگہ نص نہیں ہے بغیر ثبوت کے یہ اعتقاد گناہ ہے اور صرف اس امید پر کوئی حرج نہیں اور بذریعہ صلوٰۃ و سلام جائز کہ فرشتے پہنچاتے ہیں (ص۱۱۵) یا بوقت پیش ہونے اعمال کے یہ نداء استمدادی بھی معروض ہو گی اور بذریعہ صلوٰۃ و سلام یا مزار مبارک کے پاس استشفاع بھی کر سکتے ہیں کیونکہ آپ بالاتفاق سنتے ہیں۔ اس استشفاع اور طلب دعا جناب باری میں کسی کو اختلاف نہیں اور عشق و فرط محبت سے بھی یا محمد کہہ سکتے ہیں (یا رابطہ قلب تام رکھتا ہو امداد السلوک ص۱۰) یا ندا کو بغیر عقیدہ علم غیب و سمع بالاستقلال کے رقیہ یا کسی عمل میں استعمال کرے، ان سب صورتوں میں بحث نہیں۔ فاضل بریلوی خواہ مخواہ اِن اقسام کو پیش فرما کر معارضہ کی زحمت اٹھاتے ہیں اور بطور کرامت اسماع ندا یا سمع ندا بھی بحث سے خارج ہے اس کا ظہور اتفاقیہ ہو گا اور باذن اللہ غیر اختیاری ہو گا۔

(۱) مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز سورۂ مزمل آیۃ ورتل القرآن ترتیلا کے تحت میں فرماتے ہیں۔ درین نوع تقرب متقرب الیہ را دو چیز می باید اول احاطہ علمی باذکار قلبیہ و لسانیہ ذاکرین باوصف تخالف السنہ وازمنہ و مدرکہ والسنہ تا ذکر قلبی و لسانی ہر ذاکر را معلوم کند دوم قوت نزدیک شدن و در مدرکہ او در آمدن و آنرا پر کردن و حکم صفت او پیدا کردن کہ در عرف شرع آنرا دنو و تدلی و نزول و قرب خوانند و این ہر دو صفت خاصہ ذات پاک او تعالیٰ است ہیچ مخلوق

را حاصل نیست آرے کفرہ درحق بعضے از معبودان خود و بعضے پیر پرستان از زمرۂ مسلمین درحق پیران خود امر اول را ثابت می کنند و در وقت احتیاج بہمیں اعتقاد بآنہا استعانت می نمایند۔ انتہی۔ نیز اسی آیۃ کے تحت میں فرماتے ہیں کہ مخلوقات ہر چند روحانیات باشند اول علم محیط ندارند کہ ہر ذکر ہر ذاکر مطلع شوند دوم استیلائے دائمی بر روح ذاکر نمی تواند کرد اور سورۂ بقرہ ص۲۹ میں ہے و انبیاء و مرسلین علیہم السلام لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند۔ انتہی۔

(۲) سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری استاد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہما توشیح میں فرماتے ہیں منہم الذین یدعون الانبیاء والاولیاء عند الحوائج و المصائب باعتقاد ان ارواحہم حاضرۃ تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلک شرک قبیح وجہل صریح قال اللہ تعالیٰ ومن اضل ممن یدعون من دون اللہ الآیہ۔ انتہی یعنی بعض وہ لوگ ہیں جو انبیاء اور اولیاء کو حاجت اور مصیبتوں کے وقت اس اعتقاد سے کہ انکی ارواح حاضر ہوجاتی ہیں اور ان کی ندا کو سنتے ہیں اور ان کی حاجتوں کو جانتے ہیں پکارتے ہیں۔ یہ شرک قبیح اور جہل صریح ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ اللہ کے غیر کو پکارتے ہیں اُن سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا۔

(۳) ملا حسین خباز رحمۃ اللہ علیہ مفتاح القلوب میں فرماتے ہیں۔ واز کلمات کفر است ندا کردن اموات غائبات را بگمان آنکہ حاضر اند مثل یا رسول اللہ و یا عبد القادر و مانند آن۔ انتہی

(۴) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد الطالبین ص۲۰ و ۲۱ میں فرماتے ہیں **مسئلہ** آنچہ جہال[1] میگویند یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ۔ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست شرک و کفر است و اگر یا الٰہی بحرمت خواجہ شمس الدین پانی پتی حاجت من روا کن گوید مضائقہ ندارد حق تعالیٰ میفرماید والذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم یعنی از کسانیکہ شما دعا می خواہید سوائے خدا

---

[1] اور جو فتاوی خیریہ اور شہاب رملی اور جمال مکی سے یا شیخ عبد القادر جیلانی کا جواز نقل کیا جاتا ہے کہ یہ ندا ہے، اس میں موجب حرمۃ کیا ہے وہ عند القبر ہے نہ مطلقاً۔ ورنہ بے دلیل مثبت مدعیٰ نہیں ہو سکتا۔ اور دلیل وجود ندا غائب بطور استعانت بالاستقلال صریح کفر ہے۔ نیز دوسری توجیہ کفر یہ بھی ہے کہ شیئاً للہ میں خدا کو شفیع گردانا جائے اور حضرت شیخ کو دینے والا حقیقت اس کے برعکس ہے یہ صریح کفر اور جناب الٰہی کی سخت تحقیر ہے لیکن اس میں یہ تاویل ممکن ہے کہ اسکے معنی یہ لئے جاویں کہ ~~مجھے کچھ دیجئے اگر اناللہ~~ اس معنی میں کوئی فساد نہیں ہے اور راجح بھی یہی ہے کما صرح بعضہم اذا اضیف شیٔ للہ فہو طلب الشیٔ اکراماً للہ فما الموجب لحرمتہ (فتاوی خیریہ) لیکن خشیۃ کفر تو ضرور ہے در مختار میں ہے۔ کذا قول شیٔ للہ قیل یکفر و یا حاضر یا ناظر لیس یکفر انتہی۔ اور طوالع الانوار حاشیہ در مختار میں ہے ہذا البیت مجموع من بیتین حذف الشارح لفظ کل منہما وہما (شعر) ومن قال شیئاً للہ بعض یکفر ؛ و یخشی علیہ الکفر لبعض یقدر ؛ و یا حاضر یا ناظر لیس قولہما ؛ عن اللہ کفر احفظوا و تحرزوا وحاصلہ ان الناظم ذکر خلافاً فی مسئلۃ من قال شیئاً للہ فبعضہم جزموا بالکفر و بعضہم قال یخشی علیہ الکفر ؛ قد علمت ان الراجح عدم الکفر انتہی۔ اور رد المحتار عرف فتاوی شامی میں بھی بوجہ ایہام واجب الاجتناب لکھا ہے۔ اگرچہ راجح یہ ہے کہ کفر نہیں ۱۲ منہ

آنہا بندگانند مانند شما آنہا راچہ قدرت است کہ حاجت کسے برآرند اگر کسے گوید کہ این درحق کفار است کہ بتان رایاد میکردند گفتہ شود کہ لفظ عام است و عموم لفظ معتبر است نہ خصوص محل وآنچہ درحدیث آمدہ کہ ذکر الانبیاء من العبادۃ و ذکر الصالحین کفارۃ و ذکر الموت صدقۃ و ذکر القبر یقربکم من الجنۃ رواہ صاحب مسند الفردوس بسند ضعیف عن معاذ و ذکر علی عبادۃ رواہ صاحب مسند الفردوس عن عائشۃ بسند ضعیف مراد ازین ذکر ذکر علو منزلت شان و ذکر احوال واخلاق وسیرت ایشان کہ اقتداء کنند بآن واز مخالفت اوضلع شان اجتناب نمایند، مگر آنکہ ذکر محمد رسول اللہ با ذکر خدا تعالیٰ دراذان واقامت وتشہد ومانند آن عبادت است لقولہ تعالیٰ ورفعنا لک ذکرک پس اگر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ گوید وبا وضم کند علی ولی اللہ یا ابوبکر ولی اللہ بد گفتہ شود وذکر محمد رسول اللہ ہم بروجہیکہ درشرع وارد نشدہ است چنانچہ کسے بطور وظیفہ یامحمد یامحمد گفتہ باشد روا نباشد۔ انتہی۔

تنبیہ:۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے نہایت خوبی سے فاضل بدایونی وبریلوی کے تمام شبہات کو زائل فرمادیا ہے افسوس اگر یہ دونوں فاضل اس تحریر کو دیکھ لیتے تو اُن کے لئے بہت سی مشکلات کی عقدہ کشائی ہوجاتی (۴) اور کتاب الحالات والمقالات مرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ من مؤلفات شاہ غلام علی مجددی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے **قولہ** روزے گفتم یاشیخ عبدالقادر شیئاً للہ الہام شد بگو یا ارحم الراحمین شیئاً للہ

(۵) فتاوی بزازیہ میں ہے من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ وتعلم یکفر انتہے۔ یعنی جو شخص ارواح مشائخ کے متعلق یہ عقیدہ رکھے اور کہے کہ وہ حاضر ہیں اور ہمارے حالات کو جانتے ہیں کافر ہوجائیگا

(۶) عینی شارح بخاری کتاب الدعوات میں لکھتے ہیں۔ وقالت طائفۃ ان المراد بالدعاء العبادۃ واستدلوا بحدیث النعمان بن بشیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدعاء ھو العبادۃ ثم قرأ وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی الایۃ اخرجہ الاربعۃ وصححہ الحاکم والترمذی الخ واجاب الجمہور ان الدعاء من اعظم العبادۃ الخ ویؤید ہ ما رواہ الترمذی من حدیث انس رفعہ الدعاء مخ العبادۃ وقد تواترت الاٰثار من النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالترغیب بالدعاء والحث علیہ لحدیث ابی ہریرۃ رفعہ لیس اکرم علی اللہ من الدعاء انتہی مختصراً اور اسی کتاب الدعوات میں اس سے قبل ہے قال الراغب الدعاء والنداء واحد الخ قاموس میں ہے الدعاء ھو الرغبۃ الی اللہ اور صراح میں ہے دُعاء بالضم والمد بلہ ادعیہ ج خواندن۔ رشیدی میں ہے دعا بمعنے خواستن حاجت از خدا تعالیٰ است اور تفسیر نیشا بوری میں اس آیت ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ کے تحت میں ہے۔ قال بعض العلماء الدعاء تنبیہا بمعنے العبادۃ لئلا یلزم التکرار

والاظهر انه علی الاصل والحق ان الدعاء نوع من انواع العبادۃ انتہی ملخصاً و درتحت آیت اجیب دعوۃ الداع الآیۃ وحقیقۃ الدعاء استدعاء العبد ربہ جل جلالہ العنایۃ والاستمداد والمعونۃ انتہی۔ الغرض سب کا خلاصہ یہ ہے کہ دعا کے حقیقی معنی ندا کے ہیں۔ اور دعا و ندا کے ایک ہی معنی ہیں اور کبھی بمعنے عبادت و ندا مستعمل ہوتا ہے اور بعض مفسرین نے جو بعض مقامات میں دعا بمعنے عبادت تفسیر کی ہے محض اس وجہ سے کہ اماکن بعیدہ سے ندا باستعانت وطلب حاجت بھی ایک قسم کی عبادت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دُعا عبادت کا مغز ہے اور اللہ کے نزدیک دُعا سے بڑھ کر کوئی شے مکرم نہیں ہے۔ دُعا ایک بڑی عبادت ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے الدُّعاء مخ العبادۃ فقال ادعوا ربکم تضرُّعًا وخفیۃ وفی الآیۃ مسائل المسئلۃ الاولی ادعوا ربکم فیہ قولان قال بعضھم اعبدوا وقال الآخرون بالاول والقول الثانی ھو الاظھر لان الدعاء مغائرۃ للعبادۃ الخ اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی و شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہما کی انہی آیات کے متعلق تفسیر ان کے اقوال کے بیان میں لکھ چکا ہوں، ان کو دوبارہ پھر ملاحظہ فرمالیا جائے اور ان دس بارہ آیات کو بھی پھر حاضر قلب کرلیا جاوے۔

ایک اعتراض کا جواب

اعتراض تقویۃ الایمان میں جن آیتوں کو استدلال میں لایا گیا ہے وہ کفار بت پرستوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں نہ مسلمان پیر پرستوں کے حق میں۔ **جواب**، اس کا جواب حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب ارشاد الطالبین میں دے چکے ہیں فان قیل ھذہ الآیۃ فی حق الکفار کانوا یدعون ویذکرون الاصنام قلنا اللفظ عام فلا عبرۃ لخصوص المحل کما قرر فی الاصول انتہی۔ یعنی اگر کہا جائے کہ یہ آیت تو کفار کے حق میں ہے جو بتوں کو پکارتے اور یاد کرتے تھے تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ لفظ عام ہے خصوص محل کا اعتبار نہیں ہے جیسا کہ اُصول میں ثابت ہو چکا ہے۔ اور نیز تفسیر بیضاوی میں ہے قل ادعوا الذین زعمتم انھا آلھۃ من دونہ کالملائکۃ والمسیح وعُزیر انتہی اور علی ہذا القیاس صاحب جلالین اکثر جا من دون اللہ کی تفسیر غیر اللہ کرتا ہے۔ اور نیز کفار کا مقصود بھی پتھروں کو پکارنا نہ تھا بلکہ ان کی غرض اصحاب صور کو پکار کر اپنی حاجت روائی ہوتی تھی۔ جیسا کہ خود صاحب وسیلۂ جلیلہ نے ص۶۹ پر اقرار کیا ہے۔ مشرکین کہتے ہیں کہ امور معظمہ کا مدبر تو خداوند تعالیٰ ہے مگر بعض صالحین نے خداوند تعالیٰ کی عبادت کی جس سے وہ اس کے مقرب خاص ہو گئے۔ خداوند کریم نے اس کے صلہ میں ان کو اُلوہیت کا درجہ عنایت کیا جس سے وہ مستحق عبادت کے ہو گئے ہم پر ان کی عبادت لازم ہے تاکہ وہ ہم کو مرتبہ میں اللہ کے نزدیک کردیں، ان لوگوں نے

اپنے مقبولین کے لئے یہ بھی سمجھ لیا کہ وہ لوگ سنتے ہیں۔ دیکھتے ہیں اپنے بندوں کی شفاعت کرتے ہیں پھر ان کے نام کے پتھر رکھ لئے اور ان کو معبودوں کی توجہ کیلئے قبلہ ٹھیرایا، انتہی۔

اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر ما اہل بہ میں فرماتے ہیں اور بقول فاضل بریلوی انبیاء سے بھوت پریت ملاتے ہیں قولہ خواہ آن غیر بت باشد یا روحے خبیث خواہ جنے خواہ پیرے یا پیغمبرے را باین وضع جانورے زندہ مقرر کردہ دہند این ہمہ حرام است ملخصاً۔

اور بخاری میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے یہ معنی ہیں کہ خارجیوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے بارے میں نازل ہوئی تھیں اُن کو مسلمان صحابہ کرام کے بارے میں نازل ہونا بتایا کہ یہ آیت مثلاً علی کرم اللہ وجہ کے حق میں نازل ہوئی اور فلاں آیت فلاں صحابی کے حق میں معاذ اللہ۔ قبحہم اللہ۔

(۷) بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلے علی عند قبری سمعتہ ومن صلے علی نائیا ابلغتہ۔ اور ابن حجر مکی شرح ہمزیہ میں لکھتے ہیں اذا صلے وسلم علیہ عند قبرہ سمعہ سماعاً حقیقیاً ویرد علیہ من غیر واسطۃ وان صلے وسلم علیہ من بعید لا یسمعہ الا بواسطۃ یدل علیہ احادیث کثیرۃ انتہی۔

اور شیخ عبدالحق ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں سلام زائران بنفس شریف خود بے واسطہ سماع فرمایند ورد سلام نمایند ودیگران بوساطت ملائکہ سیاحین بود انتہی۔ یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس آکر درود و سلام مجھپر کہتا ہے میں خود بلا واسطہ حقیقتاً سن لیتا ہوں اور جواب دیتا ہوں اور جو دور سے درود و سلام بھیجتا ہے اس کو خود تو نہیں سنتا لیکن فرشتوں کے ذریعہ سے اس کو میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔ مقام غور ہے کہ جب حضور علیہ السلام دور سے صلوۃ و سلام نہیں سُنتے بلکہ فرشتوں کے ذریعہ سے جو اس کام کیلئے خدا کی طرف سے مقرر ہیں اور خاص حضور علیہ السلام کیلئے وہ متعین ہیں اور کسی کے لئے یہ امر ثابت نہیں ہے تو ندا استمدادی بہ نسبت غیر آنحضرت کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

اور التحیات میں جو عباد اللہ الصالحین کو درود و سلام بالتبع کہا جاتا ہے وہ نفس سلام نہیں پہونچتا بلکہ اس کا اثر اور اس کا ثواب و برکت بطریق عموم پہنچتا ہے۔ شیخ نے ترجمہ مشکوۃ میں لکھا ہے فانہ اذا قال ذلک اصاب کل عبد صالح فی السماء والارض پس بدرستی وقتیکہ بگوید بندہ این دعا را بر سبیل عموم میرسد اثر آن بر ہر بندہ صالح کہ در زمین و آسمان است۔ انتہی۔ اور ملا علی قاری نے مرقات میں اصاب کل عبد کے بعد لکھا ہے فاعلہ ضمیر ذلک ای اصاب ثواب ہذا الدعاء او برکتہ انتہی۔

اور صلوٰۃ الحاجۃ میں جو دعا بصوت ندا واقع ہے وہ ابقاء علی اصلہ ہے جیسا کہ شیخ نے التحیات کی ندا وصیغ خطاب یہی لکھی ہے۔ وجہ خطاب بآن حضرت بجہت ابقا این کلام است برآنچہ در اصل بود کہ در شب معراج از جانب پروردگار تعالیٰ و تقدس برآنحضرت خطاب بسلام آمد پس آنحضرت در حین تعلیم امت نیز بہمان لفظ اصل گذاشت تا ایشان را مذکر آن حال گردد، ونیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومنان وقرۃ العین عابدان ست در جمیع احوال و اوقات خصوصًا در حالت عبادت وآخر آن کہ وجود نورانیت وانکشاف است درین محل بیشتر و قوی تر است وبعضے از عرفا گفتہ اند کہ این خطاب بجہت سریان حقیقۃ محمدیہ است در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت در ذوات مصلیاں موجود وحاضر است پس مصلی باید کہ ازین معنی آگاہ باشد وازین شہود غافل نبود تا با نوار قرب واسرار معرفت متنور وفائز گردد۔ انتہیٰ ترجمہ مشکوٰۃ اور رسالہ سی وہشتم تحصیل البرکات فی بیان معنی التحیات میں لکھتے ہیں اگر گویند کہ خطاب مر حاضر راست وآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درین مقام حاضر نیست پس توجیہ این خطاب چہ باشد جوابش آنست کہ چون ورود این کلمہ در اصل یعنی در شب معراج بصیغہ خطاب بود تغییرش ندادند وبرہمان اصل گذاشتند ودر شرح صحیح بخاری میگوید کہ صحابہ در زمان حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بصیغہ خطاب می گفتند وبعد از زمان حیاتش اینچنین میگفتند السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نہ بلفظ خطاب انتہیٰ

(۸) بحر الرائق میں ہے من ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقد بذلک کفر۔ یعنی جس نے یہ کہا کہ اللہ کے سوا میت بھی بالاختیار والارادہ امور میں تصرف کرتا ہے اور اسپر عقیدہ جما لیا کافر ہوگیا یا یہ معنی ہیں کہ امور میں میت ہی تصرف کرتا ہے نہ اللہ تعالیٰ ہر حالت میں یہ عقیدہ کفر ہے۔ اور فتاوی شامی ص ۱۲۹/۲ قبیل باب اعتکاف میں بھی اسی طرح ہے۔

سلہ عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریرا اتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ ان یعافینی قال ان شئت دعوت وان شئت صبرت فھو خیر لک قال فادعہ قال فامرہ ان یتوضا فیحسن وضوءہ ویدعو بھذا الدعاء اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد یا نبی اللہ انی اتوجہ بک الی ربی فی قضاء حاجتی لیقضیھا اللھم فشفعہ فیّ (ترمذی) یعنی ایک نابینا حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجکو پھر بصارت دیدے القصہ آپ نے فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھکر اس طرح پر دعا مانگ کہ اے اللہ میں تجھ ہی سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد صلعم کو تیری جناب میں شفیع لایا ہوں پھر حضور کی طرف متوجہ ہوکر عرض کیا کہ اے محمد اے اللہ کے نبی میں آپ کو اپنے رب کی جناب میں متوجہ کرتا ہوں اپنی قضاء حاجت کیلئے تاکہ اللہ تعالیٰ میری حاجت بر لائے پھر خدا کی طرف متوجہ ہوکر جناب باری میں عرض کیا کہ بار الٰہ حضور کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما، چنانچہ جب حضور علیہ السلام نے جناب باری میں شفاعت کی تو وہ شخص بینا ہوگیا، یہ آپ کا معجزہ ہے چنانچہ بعض نے اسکو معجزات میں شمار کیا ہے اول تو یہ حدیث اسی شخص کے لئے مخصوص ہے اسمیں ندا للغائب کہاں ہے اور دوسری روایت جو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کی کہ عثمان بن حنیف نے حضور کے بعد بعض کو یہ دعا قضاء حاجت کیلئے بتلائی تھی وہ محدثین کے نزدیک کچھ صحیح نہیں۔ دوسرے مسجد نبوی میں ہی تو مزار مقدس کے قریب اس شخص نے دعا مانگی جہاں سے حضور سُن رہے تھے۔ بہر حال اگر صحت تسلیم کر لی جائے اور اس دعا کے استعمال کا حکم علم ہو تو اس دعاء مقبولہ کو اصل لفظوں پر باقی رکھا جائیگا یا ندائے مجازی کہ آپ بوجہ مومن بہ ہر مومن کے قلب میں حاضر ہیں۔ اسی لئے آپ نے یا نبی اللہ کا لفظ بھی تعلیم فرمایا۔ ۱۲ منہ

(۹) رسالہ فیض عام میں ہے جو مولوی نعیم الدین ساکن بردوان نے چند سوال حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے ۱۲۲۹ھ میں کئے تھے اور آپ نے اُن کا جواب دیا ہے۔ ایک سوال میں استمداد کی صورت بھی پوچھی تھی آپ نے جواب دیا۔ طریق استمداد از ایشان آن ست کہ جانب سر قبر بخیاندالخ و بزبان گوید اے حضرت من برائے فلان کار در جناب الٰہی التجامی کنم و دعا شما نیز بدعا و شفاعت امداد من نمائید۔ اور فتاوی عزیزی ص۲ میں فرماتے ہیں۔ نیست صورتِ امداد دیگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب الٰہی بتوسل الخ۔ اور اسی طرح شیخ نے تصریح کی پس شیخ دہلوی اور شاہ صاحب کے کلام سے معلوم ہوا کہ استمداد کی صورت توسل اور طلب دعا بجناب الٰہی عند القبر کے سوا کوئی اور صورت ہی نہیں ہے جیسے کہ پیر پرستوں نے بے پرواہ اور بزرگوں کے متعلق عقیدہ قائم کیا ہے اور اپنے اسی عقیدہ کی بنا پر اُن سے استمداد کرتے ہیں بالکل شرک ہے چنانچہ شاہ صاحب نے پیر پرستوں اور عوام و جہال کے استمداد کو کئی جگہ بیان فرمایا ہے اور اس کو شرک حقیقی جلی اور فرقہ پیر پرستوں کو فرقہائے مشرکین میں شمار فرمایا ہے۔ ان عبارتوں کو دوبارہ ملاحظہ فرمالیا جائے پس اگر کسی جگہ یہ لفظ امداد یا استمداد بزرگوں کے کلام میں نظر آئے تو اس جگہ اول تو امور عادیہ میں استمداد ہو گی دوسرے امور غیر عادیہ میں اولیاء اللہ سے طلب حاجۃ و امداد و استمداد کے یہ معنی ہیں کہ عرض کیا جاوے کہ وہ جناب الٰہی میں دعا فرمائیں لاغیر اور اُن کی امداد یہ ہے کہ وہ بجناب الٰہی دعا فرمادیں لاغیر۔

(تنبیہ) وہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنگل بیابان میں کسی کا جانور بدک جائے یا بھاگ جائے یا کوئی اور مصیبت پیش آجائے تو تین دفعہ اعینونی یا عباد اللہ کہکر پکارے کیونکہ وہاں اللہ کے بندے ہیں جو تم کو نظر نہیں آتے وہ روک دیں گے بعد صحت حدیث اول تو یہ امور عادیہ میں استمداد ہے کیونکہ وہاں جو موجود و حاضر ہوتے ہیں خواہ جن مسلمان ہوں یا ملائکہ یا رجال الغیب سمون بہ ابدال جیسے کہ ملا علی قاری نے تصریح فرمائی ہے نہ اموات انہی سے استمداد ہوتی ہے اور اللہ نے ان کو خواہ وہ ملائکہ ہوں یا اجنہ اس کام پر متعین کیا ہے اور حضور علیہ السلام نے ایسے جنگل میں ان کی موجودگی کی اطلاع دیدی ہے اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں رجال الغیب کا عنوان قائم کر کے اس میں تحقیق بیان کی ہے کہ وہ ملائکہ ہیں اور فیض القدیر شرح جامع صغیر میں ایک روایت ہے جس میں تصریح ہے کہ وہ ملائکہ ہیں ان للہ ملائکۃ فی الارض یسمون الحفظۃ یکتبون ما یقع فی الارض من ورق الشجر فاذا اصاب احدکم جرجۃ او احتاج الی عون بفلاۃ من الارض فلیقل اعینونی عباد اللہ رحمکم اللہ فانہ یحصل ان شاء اللہ تعالیٰ رواہ ابن سنی والطبرانی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان ملائکہ حفظہ کی اللہ تعالیٰ نے اسی کام

ق فرمائی ہے۔ دوسرے اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ اللہ کے بندے جو وہاں موجود اور حاضر ہوتے ہیں
ر علیہ السلام نے ہم کو ان کی موجودگی کی اطلاع دیدی ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس جگہ پر قائم کیا ہے
ح اولیاء ہیں تو ان سے طلب امداد کے یہ معنی ہیں کہ وہ جناب الٰہی میں دعا فرماویں اور بذریعہ دعا
ت امداد فرمائیں جیسے ابھی شیخ دہلوی اور شاہ صاحب کے کلام میں معلوم ہو چکا۔

) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کنت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ال یاغلام احفظ اللہ یحفظك احفظ اللہ تجدہ تجاھك واذا سئلت فاسئل اللہ واذا
ت فاستعن باللہ واعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوك بشیئ لم ینفعوك الا بشیئ کتبہ
و لو اجتمعوا علی ان یضروك بشیئ لم یضروك الا بشیئ قد کتبہ اللہ علیك رفعت الاقلام
الصحف رواہ احمد والترمذی (مشکوۃ کتاب التوکل) ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں ایک دن
کے پیچھے تھا۔ آپ نے فرمایا اے لڑکے اللہ کے حقوق کی حفاظت کر۔ اللہ تجھکو دنیا و آخرت کے مکارہ
ر کھے گا۔ اللہ کے حقوق کی حفاظت کر تو اس کو اپنے روبرو پائے گا۔ منجملہ ان حقوق کے ایک یہ ہے
و کچھ مانگے تو اللہ ہی سے مانگ اور جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے مدد چاہ اور یہ یقین کر لے کہ اگر
ت تجھکو ذرہ بھر نفع پہونچانے کے لئے جمع ہو جائیں تو ہرگز نفع نہیں پہونچا سکتے لیکن وہی شے جو اللہ
لئے مقدر کی ہے اور اگر کچھ ضرر پہونچانے کے لئے جمع ہو جائیں تو ہرگز ضرر نہیں پہونچا سکتے لیکن
جو اللہ نے تجھپر لکھدیا ہے قلم اُٹھائے گئے اور کاغذ سوکھ گئے۔

) اس حدیث میں امر ہے کہ اللہ کے حقوق کی رعایت کی جائے اور اسکی رضا کی تحری کیجائے،
خاص و عام پر واجب ہے۔ مرقاۃ جلدہ ص۱۹ میں ہے قال الطیبیؒ ای راع حق اللہ وتحر
جدہ تجاھك ای مقابلك وحذاءك الخ ای احفظ حق اللہ تعالیٰ حتی یحفظك اللہ
الدنیا والاخرۃ انتہی۔ (فاسئل اللہ) ای فاسئل اللہ وحدہ فان خزائن العطایا
ولا یسئل غیرہ لان غیرہ غیر قادر علی العطاء والمنع ودفع الضر وجلب النفع فانھم
لانفسھم نفعا ولا ضرا ولا یملکون موتا ولا حیاۃ ولا نشورا ولا یترك السوال بلسان
و ببیان المقال فی جمیع الاحوال ففی الحدیث من لم یسئل اللہ یغضب علیہ الخ ان الامۃ
الخلق من الخاصۃ والعامۃ والانبیاء والاولیاء وسائر الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوك
من دینك او دنیاك لم ینفعوك ای لم یقدروا ان ینفعوك۔ انتہیٰ۔ کیا اب بھی فاضل بدایونی
ہیں کہ یہ اعلیٰ درجہ توکل کا ہے نہیں بلکہ ادنیٰ درجہ توکل ہی ہے کیا اللہ کے حقوق کی رعایت اور

اور اس کی رضا کی تحری ہر خاص و عام پر واجب نہیں یا عیرہ غیر قادر پر ایمان واجب نہیں ۔؟
سنئیے اس حدیث کو باب توکل میں ذکر کرنے کی یہ بھی وجہ ہے کہ اس حدیث میں غیر اللہ سے سوال و استعانت مطلقاً منع کیا گیا ہے خواہ غیر پر اعتماد ہو یا نہ ہو ۔ اگر غیر پر اعتماد کی صورت میں سوال و استعانت ہے تو امور عادیہ بشریہ میں بھی قطعاً حرام ہے اور اگر غیر پر اعتماد نہیں بلکہ اعتماد تو اللہ ہی پر ہے اور مظہر عون الٰہی سمجھ کر سوال و استعانت کی تو مباح ہے (کمافی فتح العزیز) لیکن اعلیٰ توکل یہی ہے کہ امور عادیہ بشریہ میں بھی غیر اللہ سے سوال نکرے بلکہ اللہ ہی کا ہو رہے ۔

(لوٹ) فاضل بدایونی و بریلوی یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب اُمور عادیہ بشریہ میں بالاتفاق استعانت غیر اللہ سے شریعت میں مباح قرار دیا گیا ہے اور بمقامات بعیدہ سے بغرض استمداد ندا کرنا بذریعہ صلوٰۃ و سلام یا بوقت عرض اعمال حضور علیہ السلام کیلئے جائز تسلیم کیا گیا تو ان آیات حرمت ندا و استمداد کو جو عام تھیں خصوص لاحق ہو گیا ، اب وہ قابل حجت نہ رہیں **الجواب** اگر پکارنے والا اس اعتقاد سے کہ خدا کی جانب سے فرشتے مقرر ہیں جس جگہ جس وقت صلوٰۃ و سلام بھیجیں گے فوراً فرشتے حضور کی خدمت میں لیجاتے ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ ہماری یہ عرض معروض یعنی طلب دعا و شفاعت بھی پہونچ جائے گی یہ ندا اس عموم میں داخل ہی نہیں اگر وہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ جس وقت اور جس جگہ سے میں ان کو پکارتا ہوں وہ سُن لیتے ہیں اور اپنے اختیار اور ارادے اور قدرت سے عالم میں تصرف فرماتے ہیں وہ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں اللہ نے یہ طاقت ان کو بخشی ہے تو یہ ندا اور استعانت شرک ہے اور اگر بغیر ثبوت شرعی کے یہ عقیدہ غیر نبی صلعم کیلئے ہے کہ ندا اور طلب دعا کو فوراً فرشتے پہونچاتے ہیں یا خداوند تعالیٰ خود یا کسی اور ذریعہ سے ضرور پہونچا دیتا ہے تو یہ عقیدہ شرک تو نہیں مگر سخت معصیت ہے اور استعانت منصوصہ امور عادیہ بشریہ بین الاحیاء علی وجہ المظہریۃ کو شامل ہی نہیں ۔ فتدبر ۔ اور جو احیاء کے اعمال لگا ہے گاہے اجمالاً پیش کئے جاتے ہیں یہ پیر پرستوں کو مفید نہیں ۔

کیا ارواح اولیاء اللہ بطور کرامت اس عالم میں باذن اللہ تصرفات میں واسطہ فی العروض بھی بنتے ہیں یا نہیں ،	کیا شریعت سے یہ ثابت ہے کہ اولیاء اللہ کی روحیں عالم برزخ میں بطور کرامت تصرفات کونیہ میں واسطہ فی العروض بنتی ہیں اور اللہ کے تصرف کیلئے بمنزلہ جارحہ بنیں یعنی جب اللہ تعالیٰ چاہے

تو خود ان کے واسطہ سے کوئی تصرف ظاہر فرمائے اور کیا اس عالم میں ارواح کی کچھ تاثیرات بھی ہیں ۔ اگر چہ ان سے استمداد نہ کرنا جائز ہے ، کیا ان کے ذریعہ اور واسطہ سے خداوند عالم امداد نہیں فرماتے اگر چہ خود ان میں امداد کی قدرت اختیاریہ نہیں ۔ اگر چہ سمع میں بھی اختلاف ہے اور بعض دفعہ خود ان کو شعور بھی نہ ہو

اس کے جواب میں قرآن وحدیث ساکت ہے۔ البتہ صوفیائے کرام کے کشوف اور اُن کے مشاہدات تواتر کو پہونچگئے ہیں جس کا انکار بھی مشکل ہے۔ بہر حال یہ مسئلہ منصوص شرعی نہیں ہے جس پر عقیدہ ضروری ہو مگر ہاں غلط بھی نہیں ہے اور شریعت اس کا انکار نہیں کرتی۔ صوفیاء کرام کو اس کا اپنے تجربہ سے علم ہوا ہے ورنہ صوفیاء کرام کے ایک جم غفیر کا جس میں بڑے بڑے علما باللہ جامع شریعت وطریقت بھی شامل ہیں ایک غلط اور غیر واقعی بات پر اتفاق ذرا ناممکن ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ باب زیارت قبور میں لکھتے ہیں این امر محقق ومقرر است نزد اہل کشف وکمال از ایشان تا آنکہ بسیارے را فیوض وفتوح از ارواح رسیدہ واین طائفہ را در اصطلاح ایشان اویسی خوانند امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب است مر اجابت دعا را وحجۃ الاسلام امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ می شود بوے در حیات استمداد کردہ میشود بوے بعد از وفات ویکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرف ہائے ایشاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف وعبد القادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیا شمردہ اند الخ۔ ونقل درین معنی ازین طائفہ بیشتر ازان ست کہ حصر واحصار کردہ شود ویافتہ نمی شود در کتب وسنت واقوال سلف صالح چیزیکہ منافی ومخالف این باشد ورد کند ایں را وتحقیق ثابت شدہ است بآیات واحادیث کہ روح باقیست وا را علم وشعور بزائران واحوال ایشان ثابت وارواح کاملہ را قربے ومکانے در جناب حق ثابت است چنانکہ در حیات بود یا بیشتر ازاں واولیا را کرامت وتصرف در اکوان حاصل است وآں نیست مگر ارواح ایشاں را وآں باقی است ومتصرف حقیقی نیست مگر خدا عز شانہ وہمہ بقدرت اوست الخ۔ ونیست فعل وتصرف در ہر دو حالت مگر حق را جل جلالہ الخ۔ اور جذب القلوب میں ہے اما تبرک وتوسل در عالم برزخ وموطن قبر در اختصاص او بحضرات قدسی سمات انبیاء ورسل صلوات اللہ علیہم اجمعین نزد است وظاہر جواز اوست در غیر ایشان از اولیا اللہ وصلحاء اُمت واللہ اعلم۔ اور شیخ الاسلام نے کشف الغطاء میں بھی اسی طرح لکھا ہے اور شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی ج۲ میں بھی اسی طرح ہے۔

(نوٹ) شیخ کی ان تمام نقول سے صرف فیض روحانی باطنی واجابت دعاء اور کرامت کا بیان ہے اور یہی تصرف ہے کما مر سابقًا۔ اور سوائے دُعا کے اور کوئی شے اختیاری نہیں معلوم ہوتی۔ اور یہ بحث بھی عالم برزخ کے ساتھ مخصوص ہے عالم دنیا اور عالم آخرۃ دونوں مستثنیٰ ہیں۔ اور ان سے معارضہ کرنا بھی جہالت ہے۔ امام فخر الدین رازی وَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا کے تحت میں لکھتے ہیں ثم ان ہذہ الارواح الشریفۃ العالیۃ لا یبعد ان یکون فیہا ما یکون لقوتہا وشرفہا یظہر ہنا آثار فی احوال ہذا العالم فہی المدبرات امرًا الیس ان الانسان قد یری استاذہ فی المنام ویسئلہ عن مشکلۃ فیرشدہ الیہا الیس ان الابن قد یری اباہ

فی المنام فیھدیہ الی کنز مدفون الیس ان جالینوس قال کنت مریضًا فعجزت عن علاج نفسی فرأیت فی المنام واحدًا ارشدنی الی کیفیۃ العلاج الیس ان الغزالی قال ان الارواح الشریفۃ اذا فارقت ابدانھا ثم اتفق انسان مشابہ للانسان الاول فی الروح والبدن فانہ لا یبعد ان یحصل للنفس المفارقۃ تعلق بھذا البدن حتی تصیر کالمعاونۃ للنفس المتعلقۃ بذلک البدن علی اعمال الخیر فتسمی تلک المعاونۃ الھامًا ونظیرہ فی جانب النفوس وسوسۃ وھذہ المعانی وان لم تکن منقولۃ عن المفسرین الا ان اللفظ محتمل لھا جدًا انتھی۔ یعنی ان ارواح شریفہ کے بہ سبب اپنی قوۃ اور شرافت کے عالم دنیا میں کچھ آثار ظاہر ہوں تو بعید نہیں ہے۔ پس اس صورت میں یہ مدبرات امرا ہیں دیکھو شاگرد کبھی اپنے استاذ کو خواب میں دیکھتا ہے۔ کسی مسئلہ مشکل کا سوال کرتا ہے وہ اس کو حل کرتا ہے اور بیٹا کبھی اپنے باپ کو خواب میں دیکھتا ہے۔ باپ اُسے اپنا خزانہ مدفونہ بتا دیتا ہے۔ جالینوس نے کہا کہ میں مریض تھا۔ میں اپنے علاج سے عاجز ہوگیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ خواب میں ایک شخص نے علاج کی کیفیت بتائی اور امام غزالی نے کہا کہ ارواح شریفہ جب ابدان سے علیحدہ ہوتی ہیں اور اپنے مماثل روحًا و بدنًا کسی انسان کو پاتی ہیں تو بعید نہیں اس روح مفارقہ کو اس بدن سے تعلق پیدا ہو جائے جس سے یہ رُوح اس بدن کی روح کو اعمال خیر میں معاون کی طرح بنجائے اس معاونت کو الہام کہتے ہیں اور اسکی نظیر جانب نفوس شریرہ میں وسوسہ ہے۔ اور یہ معانی اگرچہ مفسرین سے منقول نہیں ہیں لیکن بنا پر مذکورہ بالا لفظ اس کا بھی احتمال رکھتا ہے۔ انتہی۔ **تفسیر بیضاوی** میں بھی اس احتمال کو ذکر کیا ہے مگر مختصر۔

اور **تفسیر عزیزی** سورۂ اذا السماء انشقت کی تفسیر میں ہے۔ وبعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت تدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمیگردد و اویسیان تحصیل کمالات باطنی از آنہا می نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آنہا می طلبند (بطریق درخواست ودعا بجناب الٰہی کما سبق) ومی یابند و زبان حال آنہا دران وقت ہم مترنم بایں مقالات ست ؂ من آیم بجان گر تو آئی بہ تن۔ انتہی۔

(**نوٹ**) جواز مراقبہ عند القبور اور حصول فیض باطنی میں کسی کو انکار نہیں۔ فتاوی رشیدیہ ۱۵ سوال و جواب دیکھو اور امام فخر الدین رازی کے تمام بیان سے صرف خواب میں بارادۃ اللہ و باذن اللہ و باختیار اللہ انظار رُوحانی اور ارواح کے روحانی آثار ثابت ہوتے ہیں۔

اور **شاہ ولی اللہ صاحب** رح حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں فاذا مات انقطعت العلاقات درجع الی مزاجہ فیلحق بالملائکۃ وصار منھم والھامہ کالھامھم ویسعی فیما یسعون وربما اشتغل

هؤلاء باعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ الخ یعنی بعد موت کے علاقے ٹوٹ جاتے ہیں اور اپنے فراج کی طرف رجوع کرتاہے اور فرشتوں میں مل جاتاہے اور اس پر فرشتوں کی طرح الہام ہوتاہے اور جس میں فرشتے سعی کرتے ہیں وہ بھی سعی باذنہ تعالیٰ کرتاہے۔ اور بسا اوقات اپنے روحانی اثر و دعا سے اعلاء کلمۃ اللہ اور اللہ کے گروہ کی مدد کرنے میں مشغول ہوتاہے باذنہ تعالیٰ (یعنی دعائے مستجاب سے مدد کرتاہے۔ بیشک اس سے ثابت ہے کہ ملائکہ میں شامل ہو جاتاہے اور وہی کام کرتاہے اگرچہ ملائکہ مدبرات کا تصرف بھی بنصوص قطعیہ بالارادہ والاختیار نہیں ہے اور نہ اُن سے استعانت جائز۔

(نوٹ) ان تحریرات سے یہ نہ کوئی سمجھے کہ پھر تو براہ راست ان سے استعانت و استمداد امور غیر عادیہ میں بھی کر سکتے ہیں کیونکہ یہ مدبرات ہیں۔ میں کہتا ہوں اس سے استعانت ہرگز ثابت نہیں ورنہ مدبرات کی پہلی تفسیر نجوم سے کی گئی ہے۔ کیا ان سے بھی استعانت جائز ہو سکتی ہے پھر تو ستارہ پرستوں کے پاس ایک اچھی حجت ہے اگر کہا جائے اللہ تعالیٰ باختیار خود نجوم کے ذریعہ سے طرح طرح کی تاثیرات عالم میں ظاہر فرماتاہے اور نجوم کو ان تاثیرات میں کوئی اختیار نہیں اور نہ ان میں کوئی طاقت ہے اور نہ اس کے خلاف کرنے پر قدرت بلکہ وہ بمنزلہ آلہ ہے تو میں کہوں گا اسی طرح اگر ارواح مفارقہ بھی مدبر ہوں تو ان کو باختیار و بارادہ خود تاثیر کی قدرت نہیں اور نہ کسی کی حاجت پوری کر سکتے ہیں۔ اور تدبیر کے معنی بھی معلوم ہو گئے کہ صرف فیض روحانی باطنی و دعائے مستجاب اور خواب میں القاء روحانی اور بس، اور فرشتوں کے پجاریوں کے لئے بھی اچھی دلیل ہے کہ وہ ملائکہ مدبرات سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں یہ تو اچھا شرک کا دروازہ کھل گیا۔ انہی علماء کے عقائد بروئے قرآن و حدیث میں پہلے لکھ چکا۔ ان تصرفات کے بطور کرامت باذن اللہ کبھی کبھی ظاہر ہونے سے مدبر عالم نہیں بن سکتے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ ارواح اولیا کو فرشتوں کی طرح مدبر عالم ہی بنا دیتا ہے تو استعانت مفروضہ کا جواب کیسے ہو سکتاہے۔ فافہم۔

اور صاحب وسیلہ جلیلہ نے ص۳۱ میں ایک حدیث نقل کی ہے عن ابی ہریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لن تخلوا الارض عن ثلاثین مثل ابراھیم خلیل الرحمن بھم تغاثون وبھم ترزقون وبھم تمطرون یعنی زمین تیس آدمیوں سے جو مثل ابراہیم علیہ السلام کے ہوتے ہیں خالی نہ ہوگی۔ انہی کی برکت سے تمہاری فریادیں سنی جاتی ہیں۔ انہی کی برکت سے تم کو رزق دیا جاتاہے اور انہی کی برکت سے تم پر پانی برسایا جاتاہے یعنی اگر یہ ابدال نہ ہوں تو قیامت قائم ہو جائے۔ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں صاحب نصیحۃ المسلمین جو پوچھتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو اس بات کو کسی آیت یا کسی حدیث صحیح سے ثابت کرو کہ انبیاء اولیا کو میں نے اپنی طرف سے مختار کر دیا ہے۔ میرے حکم سے پانی برساتے ہیں اولاد دیتے ہیں بیماروں کو اچھا کرتے ہیں فقط

ہماری طرف سے کوئی شخص اُن کو یہ حدیث دکھلا دے منہ۔ سبحان اللہ امور غیر عادیہ ہیں جو مخصوص باللہ ہیں کیسے ان کو مختار اور مستقل ثابت کیا ہے، اپنی دانست میں اس حدیث سے اُن کو اِن امور میں اختیار ثابت کر دکھایا، آپ نے طبقہ رابعہ کی حدیث پیش کرنے میں خواہ مخواہ زحمت اُٹھائی حدیث بخاری لاترزقون الا بضعفائهم او کما قال یعنی تم کو تمہارے ضعفاء ہی کی بدولت رزق دیا جاتا ہے پیش کر دی ہوتی اور ضعفاء کو مختار رزق رساں مان کر ان سے استعانت کا حکم لگا دیا ہوتا۔ پیر پرست ہمیشہ اپنے مزعومہ عقائد کو کہیں اختلافی مسائل میں الجھا کر کہیں مجازی اسنادوں کی آڑ لیکر ثابت کیا کرتے ہیں العجب۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بعض نے اس قسم کا استفتاء کیا کہ کیا شرع شریف میں ثابت ہے کہ مرنے کے بعد ارواح مفارقہ بھی اس عالم میں تدبیر امور اور تصرف فرماتی ہیں تفسیر کبیر میں ہے ان هذه الارواح الشریفة العالیة لایبعد ان یکون فیها مایکون لقوتها وشرفها یظهر منها آثار فی احوال هذا العالم فهی المدبرات امرًا کہ یہ ارواح شریفہ مدبرات ہیں۔ حضرت مولانا جواب لکھتے ہیں۔ در شرع شریف انسان وجن وشیاطین را ارواح ثابت کردہ اند کہ کار آنہا تدبیر ابدان خود واحساس وحرکات ارادیہ است وتصرفات شایان آنہاست خواہ پاک باشند خواہ ناپاک آرے ارواح جن را نسبت بارواح انسانی تصرفات خارقۃ العادۃ مثل طی المسافۃ الکثیرہ فی المدۃ القلیلہ وحمل الاثقال الثقیلۃ والدخول فی جوف الانسان وہمچنیں ارواح شیاطین را تصرفات عجیبہ دادہ اند مثل القاء وساوس وخطرات در دل وتشکل باشکال مختلفہ وتخویف در منام وعلی ہذا القیاس وتدبیر امور عالم چیزے دیگر است وخلقۃ دیگر ثابت کردہ اند کہ ملائکہ آنرا گویند وتدبیر امور عالم موکول بایشان است لیکن نہ بالاستقلال بلکہ بہ تبعیت محض لایعصون اللہ ما امرهم ویفعلون مایؤمرون ومانتنزل الا بامر ربک له مابین ایدینا وماخلفنا وایشاں بمنزلہ قوی بدنیہ اند کہ تابع نفس ناطقہ می باشند وارواح دیگر برائے افلاک وکواکب یا ارواح مطلقہ کہ آنرا سائر ودائر گویند ثابت نفرمودہ اند آرے افلاک را وکواکب را بلکہ جبال وبحار را ملائکہ تعیین فرمودہ اند مثل ملک الجبال والبحار وفلسفی شریان از اثبات ملائکہ غافل اند ونفوس ثابت میکنند وکسانیکہ درمیان شرع وفلسفہ جمع کردہ اند ہر دو ثابت میکنند نفوس را ارواح می نامند وملائکہ را ملائکہ، عبارت تفسیر کبیر از ماسبق تحریر باید کرد تا واضح شود کہ مراد از ارواح شریفہ عالیہ ملائکہ مقربین اند یا نفوس فلکیہ وکوکبیہ وارواحیکہ از ابدان مفارق شدہ اند وتاثیر آنہا در عالم اصلا در شرع نیامدہ ہم باعتبار فلسفہ تاثیر آنہا در عالم اصلا درست نمی آید زیرا کہ فلاسفہ ارواح مفارقہ را یا مشغول بلذات روحانی میدانند یا گرفتار آلام روحانی آنہا را تصرف در امور عالم کجا۔ انتہی۔

منقول از تفہیم السائل فی جواب تصحیح المسائل ص۲۶ وگفتہ کہ این فتوی نزد بعض علماء دہلی موجود است از انقل کردہ شد
امام رازی نے تفسیر میں اقرار کیا ہے کہ یہ معنی مفسرین سے منقول نہیں ہیں محض ایک احتمال ہے وہ بھی حکایات
مشہورہ سے استنباط کیا کہ خواب میں ارواح سے القاء روحانی ہوا اسی کو تدبیر سے تعبیر فرمایا ہے نہ تدبیر امور عالم
فافہم۔ ظہور کرامت باذن اللہ امر آخر ہے۔

حاصل کلام حاصل کلام یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز وقاضی ثناء اللہ وشیخ عبدالحق وغیرہم قدس سرہم کے بیانات سے ظاہر و باہر ہے کہ عوام وجہال مسلمان اور زمرۂ پیر پرستاں جو
ارواح اولیاء اللہ سے متصرف بالارادہ اور مستقل اور مختار من جانب اللہ یعنی بطور واسطہ فی الثبوت مختار
ومتصرف وقادر بالذات جان کر امور غیر عادیہ بشریہ میں مدد مانگتے ہیں اور حاجت طلب کرتے ہیں بلاشبہ
شرک جلی ہے اور امور غیر عادیہ میں خود اولیاء اللہ سے حاجت مانگنا حرام بلکہ کفر ہے اور اسی اعتقاد سے
مشکل کیوقت دور دور سے دفع بلا کیلئے پکارنا اور حاضر وناظر جاننا اور اس خیال سے کہ جب ہم کسی جگہ
سے پکارتے ہیں وہ سنتے ہیں اُن سے کوئی چیز چھپی نہیں ہے اور ان کے نام کا ورد کرنا بھی شرک ہے۔
ہاں توسل جائز ہے۔ اور امور عادیہ بشریہ میں استعانت بالاحیاء مشروع ہے یہ بحث سے خارج ہے۔
اور ان عقیدوں کے باوجود عوام الناس کے اعمال قبر کی طرف سجدہ کرنا اور قبر پر رخسارہ رکھنا اور قبر کا
طواف کرنا اور کسی کے نام کا بہ نیت تقرب جانور ذبح کرنا عبد فلان غلام فلان نام رکھنا منتیں ماننا۔ نذریں
کرنا۔ چڑھاوا چڑھانا یہ سب امور حرام اور شرک ہیں۔

اب اسی کے مطابق تقویۃ الایمان میں ملاحظہ فرمائیے اور یہ بھی معلوم ہو کہ علامہ شہیدؒ
جاہل عوام الناس پیر پرستوں ہی کے عقیدوں کی اصلاح فرماتے ہیں **قولہ صفحہ ۷** یہ ہے۔ سننا چاہئے
کہ اکثر لوگ پیروں اور پیغمبروں کو اور اماموں اور شہیدوں کو فرشتوں اور پریوں کو مشکل کے وقت
پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت برآری کیلئے انکی نذر ونیاز
کرتے ہیں۔ اور بلا کے ٹلنے کیلئے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی
رکھتا ہے کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش، کوئی پیر بخش، کوئی مدار بخش کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین
کوئی غلام معین الدین اور ان کے جینے کیلئے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے کوئی کسی کے نام کی بدھی
پہناتا ہے کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے کوئی کسی کے نام کے جانور
ذبح کرتا ہے کوئی مشکل کے وقت کسی کی دوہائی دیتا ہے، کوئی اپنی باتوں میں کسی کی قسم کھاتا ہے الخ۔
جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں کے ذمہ نشان بندگی کے ٹھیرائے ہیں وہ چیزیں

اور کسی کے واسطے کرنی جیسے سجدہ اور اس کے نام کا جانور ذبح کرنا اور اسکی منت ماننی اور مشکل کیوقت پکارنا اور ہر جگہ حاضر وناظر سمجھنا اور قدرت تصرف کی ثابت کرنی سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ (ص۶ و ۷) یا اس کے نام کا ختم پڑھے (ص۸) **قولہ** اور عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے (یہی مستقل بقدرت ہونے کے معنی ہیں) مارنا اور جلانا۔ روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست اور بیمار کردینا۔ فتح وشکست دینی، اقبال وادبار دینا۔ مرادیں پوری کرنی، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی الخ جو کوئی اور کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے (یعنی طاقت مستقل بالذات بغیر عطا) خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے (یعنی طاقت مستقل بالذات باعطاء الٰہی) ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے (ص۸) وہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں سو کریں (ص۹) اگر چاہیں تو ایکدم میں الٹ پلٹ کردیں الخ۔ اللہ نے ان کو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو کہ جس کو چاہیں مار ڈالیں یا اولاد دیویں یا مشکل کھولدیں (ص۲۰) یہ جو بعض عوام الناس کہتے ہیں کہ اولیاء کو اللہ نے یہ طاقت بخشی ہے کہ تقدیر کو بدل ڈالیں جسکی تقدیر میں اولاد نہیں لکھی اسکو اولاد دیدیں۔ جسکی عمر تمام ہو چکی ہو اسکی عمر بڑھا دیویں سو یہ بات کچھ صحیح نہیں بلکہ یہ سمجھا چاہیئے کہ اللہ اپنے ہر بندے کی کبھی دعا قبول بھی کرلیتا ہے اور انبیا اور اولیا کی اکثر الخ ہر بندہ بڑا ہو یا چھوٹا نبی ہو یا ولی سوائے اس کے کہ اللہ سے مانگے اور اسکی جناب میں دعا کرے کچھ طاقت نہیں رکھتا پھر وہ مالک ومختار ہے چاہے اپنی مہربانی کی راہ سے قبول کرلے چاہے اپنی حکمت کی راہ سے قبول نکرے انتہی (ص۲۹)

غرض مولانا شہیدؒ اسی مستقل تصرف کو تقویۃ الایمان میں باطل فرماتے ہیں اور اہل سنت کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ کسی نبی یا ولی کو امور غیر عادیہ بشریہ میں امور عادیہ اختیاریہ کی طرح یہ قدرت تامہ اور اختیار کلی دیا گیا ہو کہ اپنے اختیار وارادے اور اپنے حکم وخواہش سے تمام عالم میں جسکو چاہیں ماریں جلائیں تندرست و بیمار کریں رزق دیں معاذ اللہ یہ عین شرک ہے۔ اور ان اعمال وعقائد سے اشراک فی العبادۃ واشراک فی التصرف ثابت ہوتا ہے، یہ کفار عرب کا عقیدہ تھا۔ مشرکین عرب اپنے معبودوں کے ساتھ یہی معاملہ کیا کرتے اور ان اعمال وعقائد شرکیہ پر اپنے معبودوں کی وکالت وسفارش پر بھروسہ کئے ہوئے تھے، جسکو قرآن کریم نے کثرت سے رد فرمایا ہے (دیکھو الفوز الکبیر ص۵) ورنہ ذاتی قدرت اور استحقاق عبادت کے وہ خود بھی قائل نہ تھے۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى الآیۃ اور يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ اور مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ اور مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ اور ان کے تلبیہ لبیک لبیک لا شریک لک الا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک سے خوب ظاہر ہے۔ **ہاں** البتہ انبیاء واولیاء کو جو تصرف

حاصل ہے وہ بطور معجزہ وکرامت ہے جو اُن کے ارادے اور اختیار کلی اور قدرت تامہ سے نہیں یعنی اُن کو عالم میں تصرف کرنے کی یہ قدرت کاملہ تامہ اختیاریہ نہیں دی گئی کہ اپنی قدرۃ اختیاریہ اور اپنے ارادے کے جو چاہیں سو کریں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ الفوز الکبیر ص۴ و ۵ میں فرماتے ہیں۔ شرک آنست کہ غیر خدا را صفات مختصہٗ خدا اثبات نمایند مثل تصرف در عالم بارادہ کہ تعبیر از آن بکن فیکون میشود انتہیٰ بلکہ اللہ کے حکم اور ارادہ میں فانی ہیں، واسطہ اور بمنزلہ جارحہ ہیں جب اللہ چاہتا ہے تو خود اُن سے کوئی تصرف ظاہر فرماتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح ترجمہ مشکوٰۃ کتاب الجہاد قصہ قتلی بدر میں فرماتے ہیں نیست این بندہ مگر وسیلہ ونیست قادر وفاعل ومتصرف در وجود مگر حق سبحانہٗ و اولیاء خدا فانی وہالک اند در فعل الٰہی و قدرۃ وسطوۃ وے ونیست ایشان را فعل وقدرت وتصرف نہ اکنوں کہ در قبور اندنہ در ہنگام کہ زندہ بودند انتہیٰ۔ اور قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتی ارشاد الطالبین ص۲ میں فرماتے ہیں اولیاء قادر نیستند بر ایجاد معدوم یا اعدام موجود پس نسبت کردن ایجاد و اعدام و اعطاء رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض وغیرہ آن بسوئے شان کفر است انتہیٰ۔ اور حضرت پیران پیر قدس سرہ الفتح الربانی مجلس ۶۱ میں فرماتے ہیں:۔

ان الخلق عجز عندھم لا ھلك بایدیہم ولا ملك لا غنی بایدیھم ولا فقر ولا ضر بایدیھم ولا نفع ولا ملك عندھم الا اللہ عزوجل لا قادر غیرہ ولا معطی ولا مانع ولا ضار ولا نافع غیرہ ولا محیی ولا ممیت غیرہ انتھی۔ اور اولیاء اللہ کے بطور واسطہ فی العروض اور بطور کرامت تصرفات کا مفصل ثبوت شہید علیہ الرحمۃ کے دو رسالوں منصب امامۃ وصراط مستقیم میں ملاحظہ ہو۔ چنانچہ منصب امامۃ ص۶۳ میں فرماتے ہیں۔ حکیم علی الاطلاق ایشاں را واسطہ در تصرفات کونیہ میگرداند مثل نزول امطار ونمو اشجار وسر سبزی نبات وبقاء انواع حیوانات وآبادی قری وامصار وتقلب احوال وادوار وتحول اقبال و ادبار سلاطین وانقلاب حالات اغنیاء ومساکین وترقی وتنزل اصاغر واکابر واجتماع وتفرق جنود وعساکر ورفع بلا ودفع وبا وامثال ذلک انتہیٰ۔ اور صراط مستقیم ص۳۶ میں ہے۔ ائمہ این طریق واکابر این فریق در زمرۂ ملائکہ مدبرات الامر کہ در تدبیر امور از جانب ملاء اعلیٰ الہام شدہ در اجرائے آن میکوشند معدود ند پس احوال این کرام بر احوال ملائکہ عظام قیاس باید کرد انتہیٰ۔ **الغرض** حضرت شہید پر مطلق تصرف کی نفی کا الزام لگانا صریح جھوٹ اور افتراء ہے شہید بیچارے تو قیود لگا لگا کر اپنے ارادہ اپنے حکم اور اپنی خواہش سے الخ سمجھا رہے ہیں کہ ایسی قدرت تصرف ثابت کرے تو شرک ہے لیکن بعض معاندین جو پیر پرستوں کے معاون ہیں یہی رٹ رہے ہیں کہ مطلق تصرف کی نفی کی ہے چنانچہ علامہ شہیدؒ نے ملا بغدادی کے جواب میں تحریر فرمایا ہے جو خط بجنسہٖ شائع ہو چکا ہے کہ جب میں نے ہندوستان کے عام جاہل مسلمانوں کی یہ حالت دیکھی کہ اپنے جہل کے سبب

شرک میں محو ہو گئے، قبور اور اہل قبور کی عبادت کرنے لگے اور براہ راست اُن سے چھوٹی بڑی حاجتیں مانگنے لگے ہیں اور ان کو استحقاق سجدہ اور انزال مطر و اعطاء اولاد اور سارے عالم اور تمام دنیا کے کاموں کا اختیار ثابت کرتے ہیں اور واہی تباہی حجتیں پکڑتے ہیں کہ استعانت و عبادۃ و سجدہ وغیرہ صرف بتوں کے لئے ناجائز ہے اگر انبیاء کرام و اولیاء عظام سے ایسا کیا جائے تو ناجائز نہیں کیونکہ انبیاء و اولیاء علیہم السلام والرحمۃ سارے جہان میں اپنے اختیار اور اپنے ارادے سے تصرف فرماتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کرتے ہیں تو اس کے رد میں اور اس شبہ عوام کی تردید میں یہ رسالہ لکھا کہ نصوص قطعیہ قرآنیہ سے ثابت ہے کہ ان امور کا اختیار کلی اور استحقاق عبادۃ اللہ جل شانہ کے سوا کسی کو نہیں۔ اس میں چھوٹے بڑے نبی ولی عوام الناس اور بت برابر ہیں جس کسی سے بھی یہ معاملہ کیا جاویگا شرک فی العبادۃ و شرک فی الاستعانت ہوگا اور ان کا قرب عند اللہ اور کمالات و فضائل امر آخر ہیں جن کو ربوبیت و الوہیت میں کچھ دخل نہیں۔ اسی وجہ سے مجبوراً اس میں انبیاء و اولیاء و دیگر بھوت و پریت و بت وغیرہ کی صراحتاً ذکر کرنے کی بھی ضرورت پیش آئی۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک پنجابی ڈھگا آپ کے دل میں میری طرف سے کچھ وسوسے ڈالتا ہے اور بڑا جاہل غبی بدعتی ہے کہ کبھی کہتا ہے کہ میں محبوب سبحانی کا بندہ ہوں اور کبھی کہتا ہے کہ وہ رزاق ہیں معاذ اللہ اور میرے بارے میں ہرگز اس کے کلام کی تصدیق نہ فرمائیں (ملتقطاً)

تنبیہ:۔ اور جو صراط مستقیم میں علامہ شہید رحمہ نے بعض اولیاء کو تصرفات تکوینیہ میں ماذون مطلق فرمایا ہے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ وہ ہر امر میں مستقل ہیں اور قدرت کاملہ تامہ اور اختیار کلی خدا کی طرف سے رکھتے ہیں کہ اپنی خواہش اور اپنے ارادہ سے جو چاہیں کریں جیسا کہ بعض نے سمجھا ہے حالانکہ ماذون کا لفظ خود اس کا منافی ہے اور اختیار کلی کو توڑ رہا ہے۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ بعض اولیاء ہر نوع تکوین کے تصرف میں ماذون اور واسطہ فی العروض بنتے ہیں کسی خاص نوع میں ماذون اور واسطہ بننے کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتے فتدبر۔ **(تنبیہ ثانی)** پس جب یہ امور غیر عادیہ اعطاء ولد یا بارش باران یا دفع امراض یا طول عمر وغیرہا باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں کسی کو ان باتوں میں اور اس قسم کے فائدے اور نقصان پہونچانے میں اختیار نہیں دیا گیا ہے کہ خود ہی جب چاہیں اپنے ارادہ سے کسی کو دیدیں تو ان باتوں میں تمام بڑے چھوٹے بیکار اور عاجز بے اختیار ہوئے یا نہیں۔ چنانچہ قاضی صاحب ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں آنہا را چہ قدرتست کہ حاجت کسے بر آرند انتہیٰ۔ اور امور عادیہ اختیاریہ کے ساتھ جن میں استعانت و اعانت عقلاً و شرعاً مشروع ہے نقض وارد کرنا کمال جہالت ہے۔ پس عبد النبی و پیر بخش وغیرہ نام رکھنا اور دافع البلاء اور مشکل کشا و حاجت روا وغیرہ الفاظ ان کو معطی یا دافع مستقل متصف بالذات سمجھکر انکی طرف نسبت کرنا بھی

شرک ہے۔ ارشاد الطالبین ص۲ میں ہے نسبت کردن اعطار رزق و اولاد و دفع بلا و مرض وغیرہ آن بسوئے شان کفر است انتہیٰ۔ ہاں اگر باعتبار معنی خادم و مطیع کے یا ان کی دُعا کا ثمرہ سمجھکر ان کی طرف مجازاً نسبت کی ہے تو شرک نہیں ہے بلکہ بوجہ ایہام شرک و غلو پیر پرستاں مکروہ ہے لقول النبی صلے اللہ علیہ وسلم لاتقولوا عبدی وامتی اور شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے اما ما اشتہر من التسمیۃ بعبد النبی فظاھرہ کفر الا ان ارید بالعبد المملوک انتہی اور مملوک ہونے کے اعتبار سے بھی نسبت کرنا شرک فی التسمیہ ہے اور جھوٹ، فتاوی عزیزی ص۳۸ میں ہے نسبت بہ بزرگان بمعنی اول (یعنی مالک) دروغ است و شرک فی التسمیہ (ملخصًا) فتدبر۔ لہذا کسی خوش عقیدہ کا یہ نام یا اُن سے اس قسم کے الفاظ سنکر پیر پرستوں کو دھوکا نہ ہونا چاہیئے کیونکہ خوش عقیدہ کا نسبت کرنا بمعنی خادم و مطیع اور باعتبار دُعا کے ہوگا اور پیر پرست کی نسبت حقیقی باعتبار معطی یا دافع مستقل متصف بالذات کے ہوگی۔ اور خوش عقیدوں کیلئے فی زمانا بوجہ غلو پیر پرستان ایسی مجازی اسنادوں سے احتراز ضروری ہے۔ اور نیز کسی معاملہ میں جو پہلے بیان کرچکا حالات سکاری سے دھوکہ نہو السکاری معذور ون یجوز للسکاری مالا یجوز للصحاۃ (مکتوبات مجددی) جیسے ایک بزرگ فنافی الشیخ نے غلبہ اور سکر میں فرمایا کہ اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اس کو نہ دیکھوں اور تقویۃ الایمان میں عوام ایسے بکنے والوں کو بے ادب فرمایا ہے۔

اب حاصل کلام یہ ہے کہ استعانت بالغیر کی چار صورتیں ہیں اور توسل خارج ہے

استمداد بمعنی توسل کی جیسا کہ شیخ عبدالحق و شیخ الاسلام و شاہ عبدالعزیز و شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی دو ہی صورتیں جائز ہیں۔ توسل کی پہلی صورت یہ ہے کہ خود جناب الٰہی میں بہ تضرع اپنی حاجت طلب کرے بذریعہ جاہ و برکت اور بحرمت انبیاء اللہ یا اولیاء اللہ۔ یہ صورت خواہ قبر کے پاس ہو یا دور بلا اختلاف جائز ہے۔ توسل کی دوسری صورت یہ ہے کہ قبر کے پاس انبیاء اللہ سے (بالاتفاق) اور اولیاء اللہ سے (بالاختلاف) سفارش یا دعا کی درخواست کیجائے اس صورت میں بعض فقہائے احناف منکرین سماع موتی کو اختلاف ہے اور انبیاء کے سماع میں اختلاف نہیں۔ اور توسل کی تیسری صورت باتفاق فقہا مکروہ ہے اور فعل شرک حقیقی شرک نہیں مگر اہل بدعت و پیر پرست کے نزدیک جائز ہے وہ یہ ہے کہ قبر کے پاس خود انبیاء اللہ یا اولیاء اللہ سے مقصود طلب کیا جائے اور دل میں یہ ہے کہ اللہ سے دعا مانگ کر مقصود دلوائیں (اگر بغیر نیت دُعا کے ہو تو کفر و شرک ہی (فتاوے عزیزی ص۳۳ و ص۳۴ دیکھو یہ صورت استعانت بالغیر میں داخل ہوگی) اور یہ صورت بھی پیر پرستوں کے نزدیک

جائز ہے) شاہ صاحب فتاوی عزیزی ص۱۴۶ میں فرماتے ہیں اگر کسے دعا بخو یا فلان افعل کذا افعل کذا بعمل آرد البتہ مشابہ بعبدۃ الاوثان کردہ باشد۔ اور دس بارہ حوالے پہلے نقل کر چکا ہوں دوبارہ ملاحظہ فرمائی جاویں۔ اب رہی استعانت بالغیر کی چار صورتیں (۱) پہلی صورت بالاتفاق جائز ہے وہ یہ ہے کہ غیر اللہ تعالیٰ کو خواہ کوئی ہو کسی امر میں قادر بالذات نہ سمجھا جائے اور جو امور عادیہ عادتاً طاقت بشریہ میں داخل ہیں اور عادتاً بحسب جری الاسباب بندہ کو ان کا فاعل مختار کہا جائے اور شرعاً بھی وہ افعال بندہ کی طرف منسوب ہوتے ہوں اہل اسلام تو در کنار مشرکین کے وہم میں بھی اس کے استقلال بالذات کا توہم نہو۔ صرف مظہر عون الٰہی جانکر ایسے امور عادیہ میں استعانت و استمداد کیجائے (۲) دوسری صورت جو بالاتفاق حرام ہے وہ یہ ہے کہ غیر اللہ تعالیٰ کو خواہ کوئی ہو جملہ امور عادیہ وغیر عادیہ یا بالبعض میں ہر وقت وہمیشہ یا خاص وقت میں بغیر اعطاء الٰہی قادر ومستقل بالذات جانکر استمداد و اعانت کرے (۳) تیسری صورت جو مختلف فیہ ہے اور فرقہ پرست اہل حق کے خلاف جائز قرار دیتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی غیر اللہ تعالیٰ احیٰ یا میت کی نسبت یہ عقیدہ ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیدیا ہے اور قدرت کاملہ تامہ مستقلہ عنایت فرمائی ہے کہ وہ شخص ہر شے یا بالبعض اشیاء جو اسکی طاقت بشریہ سے باعتبار اسباب عادیہ کے خارج ہیں جس کو جس طرح جسوقت چاہے دے اور جس کو چاہے ندے اب وہ بعد اعطائے الٰہی مستقل بالذات ہے جیسے آنکھ سے جسے چاہے دیکھے جسے چاہے ندیکھے اپنی مملوکہ اشیاء کو جسے چاہے دے اور جس کو چاہے ندے یعنی جیسے یک گونہ امور عادیہ میں اختیار ہے اسی طرح وہ بزرگ بھی ہر شے یا بالبعض اشیاء کے عطا کرنے اور دینے کا اختیار تام رکھتا ہے اور اپنی قدرت کاملہ مستقلہ عطائیہ سے جس کو چاہے دے اور جس کو چاہے ندے یعنی وہ اپنے ارادہ اور اپنے حکم اور خواہش سے عالم میں تصرف کرتا ہے۔ اور جسوقت کہیں سے کوئی شخص اسکی طرف متوجہ ہوتا ہے، یا کسی جنگل کوہ و بیابان یا آبادی میں ندا کرتا ہے وہ اسکی توجہ قلبی کو جانتا ہے اسکی آواز کو سنتا ہے اور جب خداوند کریم نے اس بزرگ کو یہ قدرت کاملہ مستقلہ عطا فرمائی تو اب سوال کرنا اور دعا مانگنا بھی اسی کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے۔ یا سوال اور دعا خداوند عالم بھی سنیں مگر دینے والے وہی بزرگ ہوں جنکو قدرت کاملہ مستقلہ عطا کی گئی ہے۔ اور ان کے ذمہ وہ کام کر دیا گیا ہے یا اس قدر تنگی نہ ہو بلکہ دونوں جگہ درخواست لیجائے اور دعا سنی جائے اور دونوں جگہ سے مقصد برآری ہو (۴) اور چوتھی صورت بالاتفاق جائز ہے وہ یہ ہے کہ کوئی نبی یا ولی وحیاً یا الہاماً، اعجازاً یا کرامتہً اپنی ذات کیلئے یا دوسرے نبی یا ولی کیلئے کسی خاص شخص یا خاص گروہ سے خاص وقت کسی خاص امر کی نسبت یوں فرمائے کہ فلاں شخص فلاں وقت جو چاہے یا فلاں کام جب چاہے ہم سے یا فلاں سے چاہے تو اس کا مطلب ہو جائیگا یا ہم کر دیں گے یعنی مثل انبت الربیع

البقل کے یہ اسناد مجازی ہی ہوتی ہے۔ یا کسی شخص نے اپنی حالت شوق و بے اختیاری میں یا بلا قصد سبقت لسانی کے طور پر کسی برگزیدہ بندے سے استعانت کی اور وہ امر مقدر تھا ہوگیا جس میں اس نبی یا ولی کو کچھ بھی دخل نہیں بلکہ ممکن ہے کہ اسے اطلاع بھی نہ ہو یا اطلاع بھی ہو اور دخل بھی ہو مگر وہی اعجاز یا کرامت کی صورت ہو۔ یا کسی صاحب کشف کو معلوم ہوا کہ یہ کام جب ہوگا کہ فلاں بزرگ کی طرف توجہ کیجائے کیونکہ اس میں اس کی ہمت کی ضرورت اظہاراً للکرامۃ یا بالطریق تسبب ہے (اسی کو قدرت جزئیہ سے تعبیر کر سکتے ہیں کہ اِدہر توجہ فرمائی اُدہر منجانب اللہ اس کا ظہور ہوا) یا مرید حسب استعداد امور تعلیمیہ سلوک میں اپنے شیخ سے استمداد و استعانت کرے جیسے ظاہری علوم کے تلامذہ اپنے اساتذہ سے استفادہ کرتے ہیں ان تمام صورتوں میں استعانت و استمداد کرنے والا اس نبی یا ولی یا پیر کو محض بمنزلہ جارحۃ اللہ تعالے خیال کرے سوائے قدرت باری تعالیٰ کے اس کو قادر و متصرف بالاختیار نہ سمجھے بلکہ وہ خاص ایک وقتی بات ہوتی ہے کہ اُس ولی اور نبی کو بھی اختیار نہیں ہوتا کہ اس کو اس کے وقت یا کسی کیفیت یا جس کے لئے ہوا ہے کچھ تغیر کر دے وہ محض گویا جارحۃ اللہ تعالی ہیں کہ اُن کو کچھ بھی ان امور کے ہست و نیست میں جیسا کہ ایک گونہ امور عادیہ میں اختیار ہے، اختیار نہیں، اللہ تعالیٰ اپنی قدرۃ کاملہ سے اُن کے اعجاز یا کرامت ظاہر کرنے کے لئے جب چاہے کسی امر کو خلاف عادت پیدا کر دے اور اس کا یہ حاصل ہرگز نہیں کہ ہر شخص کو اجازت ہے کہ جس سے جس امر میں جس طرح اور جہاں چاہے استعانت و استمداد کرے وہ مطلب اس کا پورا ہوجائیگا یا بزرگوں کو خداوند عالم نے یہ اختیار کلی اور قدرت تصرف دی ہو کہ وہ جو چاہیں اور جب چاہیں اور جس کا چاہیں مطلب پورا فرمائیں اور جس کو چاہیں محروم کر دیں۔ خارق عادت معجزات کا غیر اختیاری ہونا اس آیۃ قرآنی میں منصوص ہے۔ ما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ یعنی کسی رسول سے یہ نہیں ہو سکتا کہ خود ہی کسی معجزے کو ظاہر کر سکیں مگر اللہ کے اذن اور ارادہ سے کمالین میں اس آیت کی تفسیر میں ہے لیست الایات فی وسعہم اور تفسیر ابن جریر و ابن کثیر و کبیر وغیرہا میں بھی اسی طرح ہے سب کا خلاصہ یہ ہے ان شاء اللہ ظہر علیٰ ایدیھم وان شاء لم یظہر اور قل انما الایات عند اللہ الآیۃ، انک لا تہدی من احببت، لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مومنین۔ وما اکثر الناس ولو حرصت بمومنین۔ قل انی لا املک لکم ضرًّا ولا رشدًا۔ لا املک لنفسی نفعًا ولا ضرًّا الا ما شاء اللہ۔ ولا اقول عندی خزائن اللہ۔ کیا ان نصوص کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کلی مرحمت ہوچکا ہے اور اپنے اختیار اور اپنے ارادہ و حکم سے تمام عالم میں جسطرح چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام نے جو ایک صحابی کو فرمایا تھا سل یعنی جو مانگنا ہے مانگ

اس نے مرافقت فی الجنۃ طلب کی کہ جنت میں میں آپ کا رفیق رہوں۔ آپ نے فرمایا اعنی علیٰ نفسك بکثرۃ السجود یعنی کثرت سجدوں سے تو میری مدد کرتا کہ قیامت کے دن میری دُعا کی قبولیت میں کچھ کمی نہ آئے۔ اس میں شبہ نہ ہو کیونکہ یہ اگرچہ عام ہے لیکن آپ کا یہ ارشاد خاص ایک کیفیت اور خاص ایک وقتی بات ہے یعنی آپ کو وحیاً معلوم ہوا کہ اسوقت اللہ کے خزانوں سے یہ شخص جس شے کو طلب کریگا، ہم بذریعہ دعا مقبولہ وسفارش اس کے مقصود کو پورا کردیں گے اور ہماری دُعا مقبول ہوگی پس اس کا حاصل بھی وسیلہ ہی ہے اور اگر آپ کو اختیار نہ ہوتا اور کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی تھی تو اعنی علیٰ نفسك بکثرۃ السجود یعنی تو کثرت نماز سے میری اعانت کر کیوں فرماتے۔ اور حضرت شیخ عبدالحق رح کا لفظ اس کے ترجمہ میں باذن پروردگار خود اسی کا مؤید ہے اور نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جنت کی زمین کو قطع کردیا ہے کہ جس مومن کیلئے آپ دعاء مقبولہ وشفاعت مشفعہ فرمائیں اللہ تعالیٰ اس کو حسب وعدہ عنایت فرمائے۔ ذکر ابن سبع ان اللہ تعالیٰ اقطعہ ارض الجنۃ یعطے منہا ماشاء لمن یشاء (مرقاۃ ص۵۵ ج۱) کے یہی معنی ہیں الخ۔ اور جو بہجۃ الاسرار سے حضرت پیران پیر قدس سرہ کا الہامی قول نقل کیا جاتا ہے من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ عزوجل فی حاجۃ قضیت لہ الخ ان تینوں فقروں کا ایک ہی مطلب ہے اور عطف تفسیری ہے اور کشفت وفرجت وقضیت صیغے مجہول ہیں اور من استغاث بی وباسمی میں بائے وسیلہ ہے یعنی جس شخص نے اللہ کی جناب میں میرے توسل سے استغاثہ کیا اس کی مصیبت نکل جائے گی۔ اور جو شخص کسی شدۃ میں بطور توسل میرا نام لیکر پکارے اس کی سختی دور ہوجائے گی اور جس شخص نے اللہ کی جناب میں اپنی حاجت میں میرے ساتھ توسل کیا۔ اس کی حاجت پوری ہوجائے گی۔ اس الہامی قول میں توسل کا لفظ صراحتاً موجود اور بطور توسل پکارنے کے یہی معنی کہ اے اللہ بتوسل فلان، تو پھر اس کو پیر پرستوں کے مدعا سے کیا تعلق، الغرض یہ قدرت جزئیہ اور ارادہ جزئیہ معجزے اور کرامت کے ہرگز منافی نہیں ہے اور قول مولانا رومی رح

اولیاء راہست قدرت از الٰہ تیر جستہ باز گردانند زراہ۔ میں یہی قدرت جزئیہ مراد ہے نہ قدرت تامہ مستقلہ اختیاریہ۔ فافہم۔ (نوٹ) اور یہ بھی معلوم ہو کہ امور عادیہ ہر نوع کے جدا جدا ہیں مثلاً ہوا پر اُڑنا پرندوں کی عادت ہے اور انسان کیلئے خرق عادت اور مدت قلیلہ میں مشرق سے مغرب تک مسافت طے کرلینا قبض ارواح کیلئے ملک الموت کا اور اغواء کیلئے شیطان ملعون کا امور عادیہ سے ہے اور انسان کیلئے خرق عادت اور ہر طرح کی شکل بنجانا جنات اور فرشتوں کی عادت اور انسان کیلئے خرق عادت قس علیٰ ہذا، اور ایک نوع میں مثلاً ہر شخص عادتاً قریب کی آواز کو سنتا ہے اور بعید مسافت سے خرق عادت فتدبر۔

اور تعجیز عن الفعل المعتاد والمقدور بھی معجزہ ہے یعنی مقدور نبی بھی معجزہ ہو سکتا ہے مثلاً خداوند تعالی نے اپنے نبی کی صداقت کے لئے یہ نشان دیا کہ اس فعل معتاد مقدور پر نبی تو قادر رہیگا اور تمام لوگ اس فعل سے عاجز رہیں گے مثلاً سوا نبی کے کوئی سر پر ہاتھ نہ رکھ سکے گا۔ قیس علی ہذا۔

برخلاف پیر پرستان جملہ اہل اسلام کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کو اللہ جل شانہ نے یہ قدرت اور طاقت نہیں دی کہ وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے جب چاہیں خود ہی غیب کی بات یقینی طور پر معلوم کر لیں یعنی علم غیب بالاستقلال اور نہ جمیع ما کان وما یکون کا علم تفصیلی کسی غیر اللہ کو حاصل، اور یہ عقیدہ نصوص قرآنیہ کے صریح خلاف اور کفر ہے، البتہ باطلاع الٰہی آپ کو اکثر غیوب کا علم حاصل ہے جس کو علم غیب نہیں کہہ سکتے بلکہ مطلع علی الغیب،

الغرض جس قدر اقصیٰ مراتب نبوۃ کیلئے علوم شریفیہ کمالیہ کی ضرورت تھی وہ تمام علوم حضور کو عطا فرمائے گئے لیکن جو رذیلہ اور خبیثہ علوم اور جو علوم حضور کے شایان شان نہیں وہ علوم ہرگز ثابت نہیں مثلاً شراب بنانے اور جوا کا علم، زمین کے کیڑے مکوڑوں، مچھروں، درختوں کے پتوں، ریگ کے ذروں، دریا کی مچھلیوں، مینڈکوں کے تفصیلی حالات، تمام مخلوق کے بول و براز اور انکی کیڑوں کی پوری کیفیات کا علم۔ بفرمودہ خدا شعر کا علم تو آپ کی شان کے لائق نہ ہوا اور یہ رذیل و خبیث علوم اپنے قیاس فاسد سے ثابت کئے جائیں تو توہین نہ ہو معاذ اللہ اس قدر جرأت! فاضل بریلوی کے ملفوظات حصہ دوم ص۶۲ میں ہے کیمیا ایک ناپاک علم ہے کیا یہ ناپاک علم بھی دیا گیا، معاذ اللہ۔

(۱) مسایرہ میں محقق ابن الہمام، اور شرح عقائد نسفیہ میں علامہ تفتازانی اور شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری فرماتے ہیں اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمہم اللہ احیانا وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ (انتہی عبارۃ القاری) اور یہ بھی ہے لا سبیل للعباد الا بالاعلام منہ او الالہام یعنی انبیاء علیہم السلام اشیاء مغیبہ کو نہیں جانتے تھے مگر جس قدر اللہ تعالیٰ نے کبھی کبھی ان کو اطلاع دی اور حنفیہ نے ایسے شخص کی کفر پر تصریح کی ہے جو یہ اعتقاد رکھے کہ حضور علیہ السلام استقلالاً غیب جانتے تھے کیونکہ یہ عقیدہ قول اللہ تعالیٰ (کہ کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو کوئی زمین اور آسمانوں میں ہے اللہ کے سوا غیب نہیں جانتا) کے معارض ہے (انتہی) اور امور غائبہ پر اطلاع کا سوائے وحی الٰہی اور الہام وغیرہ کے کوئی اور رستہ نہیں ہے۔

(۲) اور علامہ کرمانی وعینی وابن حجر عسقلانی اور صاحب مجمع البحار نے ما ادری وانا رسول اللہ مایفعل بی اوبہٖ الحدیث کے تحت میں لکھاہے ھو نفی للدرایۃ التفصیلیۃ والمعلوم ھو الاجمالی۔ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے ترجمۂ مشکوٰۃ میں لکھاہے۔ مراد عدم دریافت احوال عاقبت است چہ در دنیا و چہ در آخرت بہ تفصیل چہ علم باحوال غیب بہ تفصیل جز پروردگار تعالی را نباشد اگرچہ مجملاً معلوم است کہ عاقبت انبیاء علیہم السلام بخیر است۔

(۳) اور تفسیر جامع البیان اور کمالین میں ہے لا ادری مایفعل بی ولا بکم الایۃ ای لا ادری حالی وحالکم فی الدارین علی التفصیل اذ لا ادعی علم الغیب یعنی مجھکو اپنا اور تمہارا دنیا کے اور آخرت کے احوال کا علم تفصیلی نہیں ہے اس لئے کہ میں علم غیب کا مدعی نہیں ہوں۔

(۴) انتم اعلم بامور دنیاکم الحدیث (مسلم) یعنی امور دنیا کو تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ علامہ نووی نے اس کی شرح میں اور قاضی عیاض نے شفا میں اس حدیث کے تحت میں لکھاہے کہ جمیع علما نے اتفاق کیاہے کہ ایسے ویسے بعض امور دنیاویہ کے عدم علم اور وقوع خطا اور اعتقاد خلاف واقعہ سے آپ کی شان رسالتماب اور انبیاء کی شان میں کوئی عیب لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کی توجہ آخرت کی طرف متعلق ہوتی ہے۔ شفاء شریف کی عبارت یہ ہے اما ما تعلق منہا بامر الدنیا فلا یشترط فی حق الانبیاء العصمۃ من عدم معرفۃ الانبیاء ببعضہا او اعتقادہا علی خلاف ما ھی علیہ ولا وصم علیہم اذ ھممہم متعلقۃ بالاخرۃ انتہی۔ پھر شفا شریف کے اسی باب میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو زمین وآسمان واشراط ساعۃ وما کان ومایکون وغیرہا کے تفصیلات کا علم ہونا بھی شرط نہیں۔ انتہی۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے حدیث انما انا بشر کے معنی میں لکھاہے اتی بہ ردًّا علی من زعم ان من کان رسولا فانہ یعلم کل غیب حتی لا یخفی علیہ المظلوم۔

(۵) لا یعلم جنود ربک الا ھو الایۃ اللہ کے سوا تیرے رب کے لشکر کا شمار کوئی نہیں جانتا، اور ما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ الایۃ یعنے حضور کو شعر کا علم نہیں دیا کہ آپ کی شان کے شایان نہ تھا۔ اور قیامت میں حضور علیہ السلام کو لا علم لک بما احدثوا بعدک الحدیث فرمایا جائیگا کہ آپ کو ان لوگوں کے امور محدثہ کا علم نہیں۔ اور سب سے آخر سورۂ توبہ میں ہے لا تعلمہم نحن نعلمہم سنعذبہم مرتین۔ کیونکہ یہ غزوہ تبوک کے قصہ میں جو آخر عمر شریف میں واقع ہوا تھا۔ نازل ہوئی تھی۔

(۶) قل لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء الایۃ میں ذاتی اور عطائی علم غیب مستقلہ دونوں کی نفی کیگئی ہے۔ ورنہ جزا کا ترتب مستقیم نہوگا کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ اگر علم غیب

ذاتی ہو تو منافع جمع کر سکتا ہوں اور صورت قدرت عطائیہ میں جمع نہیں کر سکتا۔ اور امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت میں لکھا ہے والعلم المحیط لیس الا للہ اور تفسیر علامہ نیشا بوری میں ہے والعلم المحیط لیس الا للہ تعالیٰ اور روح المعانی میں ہے الف لام فی الغیب للاستغراق وھو صلی اللہ علیہ وسلم لم یعلم کل الغیب اور علامہ نووی نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے لا یعلم الغیب الا ھو قال معناھا فلا یعلم ذلک استقلالاً و علم احاطۃ۔ انتہی۔

(۷) بحر الرائق میں ہے لو تزوج بشہادۃ اللہ ورسولہ لا ینعقد النکاح ویکفر لاعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب انتھے۔ اور قاضی خان شرائط نکاح میں ہے فکل نکاح یکون بشہادۃ اللہ ورسولہ فھو فی الشرع لغو وبعضھم جعلوا ذلک کفراً لانہ یعتقد ان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وھو کفر۔ انتہی۔ اور مختار الفتاوی میں ہے فی البدایع لو تزوج امرأۃ بشہادۃ اللہ ورسولہ لا یجوز النکاح وقال الشیخ الامام ابو القاسم الصغار ھذا کفر محض لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب انتہی۔ عینی۔ عالمگیری۔ بخیب القلوب عقائد سنیہ۔ بزازیہ سب میں اسی طرح ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر کسی عورت سے نکاح کرے تو نکاح منعقد نہ ہوگا۔ اور کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب اعتقاد کیا۔ اور فتاوی بزازیہ میں ہے کہ اگر کراماً کاتبین کو گواہ بنائے تو کافر نہ ہوگا کیونکہ وہ اس واقعہ میں حاضر اور اس کے عالم ہیں۔ اور فتاوی بزازیہ میں ہے من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ وتعلم یکفر انتہی۔ یعنی جس نے اعتقاد کیا کہ ارواح مشائخ حاضر ہیں اور ہمارے حالات کو جانتے ہیں کافر ہوگا نقلاً عن تاتارخانیہ لا یکفر لان بعض الاشیاء تعرض علی روحہ صلی اللہ علیہ وسلم فیعرف بہ بعض الغیب (طحطاوی بر حاشیہ در مختار نول کشور جلد ۲) پس فقہاء کے کلام سے صراحتاً معلوم ہوا کہ بعض غیوب کا علم آپ کو دیا گیا۔ نہ کل غیب امور کائنہ کا۔

(۸) اور آیات قرآنی متعلقہ علم غیب کو جو سب اخبار ہیں منسوخ کہنا کمال جرأت ہے کیونکہ نسخ احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار میں۔ ملا علی قاری مرقاۃ میں حدیث ما ادری وانا رسول اللہ کے تحت میں فرماتے ہیں وثانیھا ان یکون ھذا منسوخاً بقولہ تعالیٰ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر کما ذکرہ ابن عباس فی قولہ تعالیٰ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم قلت وفیہ ان النسخ علی تقدیر صحۃ تاخیر الناسخ انما یکون فی الاحکام لا فی الاخبار کما ھو مقرر فی الاعتبار وثالثھا ان یکون نفیاً للدرایۃ المفصلۃ دون المجملۃ قلت ھذا ھو الصحیح الخ فافھم واستقم۔

(۹) پیر پرستوں نے آیۃ نزلنا علیك الكتاب تبیانا لكل شئ کو اپنی حجت گردانا لیکن علمائے اہل سنت نے اس طرح تفسیر فرمائی ہے یقول نزل علیك یا محمد ھذا القرآن بیانا لكل ما بالناس الیه الحاجة من معرفة الحلال والحرام والثواب والعقاب وھدیً من الضلالة ورحمة لمن صدق به وعمل بما فیه من حدود الله وامره ونهیه الخ (ابن جریر) اور امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں المسألة الثانیة من الناس من یقول القرآن تبیان لكل شئ وذلك لان العلوم اما دینیة او غیر دینیة اما العلوم التی لیست دینیة فلا تعلق لها بهذه الآیة لان من المعلوم بالضرورة ان الله تعالی انما مدح القرآن بكونه مشتملا علی علوم الدین فاما ما لا یكون من علوم الدین فلا التفات الیه انتہیٰ اور بیضاوی میں ہے۔ تبیانا بیانا بلیغا لكل شئ من امور الدین علی التفصیل او الاجمال بالاحالة الی السنة والقیاس انتہی۔ اور آیت ما فرطنا فی الكتٰب من شئ کی تفسیر میں لکھتے ہیں یعنی اللوح المحفوظ فانه محفوظ علی ما یجری فی العالم من جلیل ودقیق لم یهمل فیه امر حیوان ولا جماد او القرآن فانه قد دوّن فیه ما یحتاج الیه من امر الدین مفصلا او مجملا۔ یعنی یہ قرآن علوم دینیہ کو اور اُن امور کو جنکی طرف معاش و معاد میں انسان محتاج ہے یعنی حلال۔ حرام، ثواب، عقاب، ہدایۃ۔ رحمۃ، حدود اللہ، امر۔ نہی وغیرہ وغیرہ کو واضح بیان کرتا ہے نہ امور دنیاویہ محضہ کو کیونکہ قرآن علوم دین کو مشتمل ہے اور جو علوم دین نہیں قرآن کو اُن سے کوئی واسطہ نہیں اور حدیث فیما یختصم الملأ الاعلی قلت لا ادری الخ فتجلی لی كل شئ او فعلمت ما فی السموات والارض او فعلمت ما كان وما یكون او نحوها فعرفت الحدیث یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد فرشتے کن امور میں بحث کرتے ہیں حضور نے فرمایا مجھے علم نہیں پس فیضان الٰہی کا ورود ہونا تھا کہ سب معاملہ آپ پر کھل گیا چنانچہ اس کے بعد حضور نے اسی حدیث میں ذکر فرمایا کہ فلاں فلاں امور میں فرشتے بحث کر رہے ہیں اس میں پیر پرستوں کیلئے کون سی حجت ہے۔ مرقاۃ ص۲۷۵ میں ہے ای كما اذن الله فی ظهوره لی من العوالم العلویة والسفلیة مطلقا او مما یختصم به الملأ الاعلی خصوصا فعرفت حقیقة الامر اور مرقاۃ میں اس باب سے پہلے اسی حدیث کے تحت میں ابن حجر کی شرح نقل فرمائی ای جمیع الكائنات الخ پھر اس پر مناقضہ فرمایا لا بد من التقیید الذی ذكرناه اذ لا یصح اطلاق الجمیع كما هو الظاهر اور طیبی میں ہے ای علمت ما علمنی الله لا كل ما فیها فانه لا یعلم عدد الملائكة وعدد الرمل والتراب انتہی۔ بہر حال لفظ ما موصولہ جنس یا عموم اضافی کیلئے ہے نہ استغراق کیلئے علمكم ما لم تكونوا تعلمون الآیة یعلمكم ما لم تكونوا تعلمون الآیة علمتم ما لم تعلموا انتم ولا اباؤكم الآیۃ اور بلقیس کے بارے میں ہے اوتیت من كل شئ الآیۃ

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ہے اوتینا من کل شئ الآیۃ تفسیر مدارک میں ہے المراد کثرۃ ما اوتی کما تقول فلان یعلم کل شئ ومثلہ اوتیت من کل شئ یعنی اس کے یہ معنی نہیں کہ جمیع اشیاء بلقیس کو دی گئیں حتی کہ حضرت سلیمانؑ کا ملک بھی اس کے قبضہ میں ہو اور زمین و آسمان اور ما فیہا الی یوم القیامۃ سب اس کے تصرف میں ہو بلکہ اسکے یہ معنی ہیں کہ جس قدر ایک بڑی سلطنت کیلئے ضروری اشیاء ہیں وہ تمام بلقیس کو دی گئیں۔ یا اجمالاً جمیع کائنات اور تمام دنیا کا اور فیما یخصم کا تفصیلاً انکشاف ہوا یا امور متعلقہ بالدین کلی و جزئی سب کا انکشاف ہوا ای مما یتعلق بالدین مما لا بد منہ (لمعات و مرقاۃ ص۸/۵) یا بقول سعدیؒ ؎ گہے بر طارم اعلیٰ نشینم ÷ گہے بر پشت پائے خود نہ بینم۔

اور حدیث عن حذیفۃ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتے دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم وفی روایۃ الی قیام الساعۃ وفی روایۃ فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن۔ ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں وینبغی ان یظھر بما یظھر من الفتن من ذلک الوقت الی قیام الساعۃ انتہی۔ اور قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور زرقانی اس کی شرح جزء سابع میں لکھتے ہیں (فما ترک شیئا) یکون کما فی ابی داؤد ای یوجد ویحدث بعدہ من مھم احوال المسلمین ومن یتولی امورھم بعدہ وما یکون بعدہ من الفتن والحرب الخ ثم قال حذیفۃ۔۔۔ واللہ ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قائد فتنۃ الی ان تنقضی الدنیا الخ۔ چنانچہ اس حدیث کو ابوداؤد کتاب الفتن میں لائے ہیں اور شیخ نے لمعات میں یہ معنے کیے ہیں ای مما یتعلق بالدین ای کلیاتہ۔ اور حدیث عن ابن عمر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ جلیانا من اللہ جلاہ لنبیہ کما جلاہ للنبیین من قبلہ وسندہ ضعیف کنز العمال ص۹۵/۶۲ بعد صحت حدیث یہ بھی مثبت مدعی نہیں ہے اول دنیا کے اصل معنی آسمان اور زمین کے مابین کا نام ہے جیسا کہ ابن حجر مکی نے شرح قصیدہ ہمزیہ میں تصریح فرمائی ہے۔ لہذا ساتوں آسمان اور ما فیہا اور تحت الارض اور ما فیہا سب کا رفع اس سے ساکت ہے۔ اور دوسرے ماکان کو بھی شامل نہیں کیونکہ صرف موجود فی الدنیا حالۃ رفع اور ما ھو کائن فیہا کو شامل ہے۔ تیسرے نظر الی الشئ مستلزم نظر الی الشئ بجمیع احوالہ کو نہیں ہے۔ چوتھے ما جنس یا عموم اضافی کیلئے ہے نہ استغراق کیلئے۔ فافہم۔ پانچویں یا یوجد و یحدث من مھم احوال المسلمین ومن یتولی امورھم بعدہ وما یکون بعدہ من الفتن والحرب۔ اور جو نسیم الریاض میں ہے انہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علیہ الخلائق من لدن آدم علیہ الصلوۃ والسلام الی قیام الساعۃ فعرفھم کلھم کما علم آدم الاسماء

اوّل تو خلائق قبل آدم کے عرض سے ساکت ہے دوسرے خلائق سے مراد انسان ہیں اسی لئے نفس آدم کو عرض خلائق کا مبدء کیا گیا ورنہ اگر جمیع خلائق مراد ہوتی تو من لدن زمان آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا جاتا۔ علاوہ اس کے معروضین کا عرض من حیث الصور ہوا۔ من حیث جمیع احوالہم کے عرض پر ہرگز دلالت نہیں کما ہو الظاہر۔ علامہ عینی شرح صحیح بخاری تحت حدیث۔ ذراری المشرکین واللہ اعلم بما کانوا عاملین جلد ۱۱ ص۲۰۶ میں لکھتے ہیں۔ وھذا یقوی ماذھب الیہ اھل السنۃ ان المقدر ھو علم اللہ وغیبہ الذی استاثر بہ فلم یطلع علیہ ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا۔

(۱۰) قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ارشاد الطالبین ص۱۹ میں فرماتے ہیں مسئلہ اولیاء را علم غیب نباشد مگر از مغیبات بطریق خرق عادات بکشف یا الہام آنہا را علم دہند و علم غیب مر اولیاء را گفتن کفر است قال اللہ تعالیٰ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب انتہی۔

اور حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سورۂ مزمل کی تفسیر میں فرماتے ہیں اوّل احاطہ علمی باذکار قلبیہ ولسانیہ ذاکرین باوصف تخالف امکنہ و ازمنہ الخ دوم قوت نزدیک شدن الخ در عرف شرع آن را دنو و تدلی و نزول و قرب خوانند این ہر دو صفت خاصہ ذات پاک او تعالیٰ است ہیچ مخلوق را حاصل نیست آرے بعض کفرہ در حق بعضے از معبودان خود و بعضے پیر پرستان از زمرۂ مسلمین در حق پیران خود امر اوّل را ثابت میکنند و در وقت احتیاج بہمیں اعتقاد بآنہا استعانت می نمایند انتہی۔ اور اسی سورت کی تفسیر میں ہے مخلوقات ہر چند روحانیات باشند اوّل علم محیط ندارند کہ بر ذکر ہر ذاکر مطلع شود دوم استیلائے دائمی بر روح ذاکر نمیتوانند کرد انتہی۔ اور سورۂ بقرہ ص۱۲ میں ہے یا رتبہ ائمہ و اولیاء را برابر رتبہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام گردانند و انبیاء و مرسلین علیہم السلام را لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند انتہی اور تفسیر سورۂ جن میں ہے پس اظہار غیب خود ہیچکس را نمی دہند الا من ارتضیٰ من رسول یعنی مگر کسے را کہ پسند میکند و آنکس رسول مے باشد خواہ از جنس ملک باشد مثل حضرت جبرئیل و خواہ از جنس بشر مثل محمد و موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ او را اظہار بعضے غیوب خود میفرماید الخ اور تفسیر مدارک میں ہے ای الا رسولا قد ارتضاہ لعلم بعض الغیب اور تفسیر روح البیان میں ہے ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فیوحی الیہ ویخبرہ ببعض المغیبات، اور تفسیر عزیزی مقام تفسیر انواع شرک اور فرقہ مشرکین سورۂ بقرہ ص۱۲۷ میں ہے چہارم پیر پرستان گویند چون مرد بزرگے کہ بسبب کمال ریاضت و مجاہدہ مستجاب الدعوات و مقبول الشفاعۃ عند اللہ شدہ باشد از این جہان میگذرد روح او را قوتے عظیم و وسعتے بس فخیم بہم میرسد ہر کہ صورت او را برزخ سازد یا مکان نشست و برخاست او یا بر گور او سجود و تذلل تمام نماید

روح او بہ سبب وسعت و اطلاق بران مطلع شود و در دنیا و آخرت در حق او شفاعت نماید۔ انتہیٰ۔

اسی طرح تقویۃ الایمان میں ہے ملاحظہ ہو

قولہ اللہ صاحب نے غیب دانی اُن کے اختیار میں دیدی ہو کہ جس کے دل کا احوال جب چاہیں معلوم کرلیں یا جس غائب کا احوال جب چاہیں معلوم کرلیں الخ۔ غیب کا دریافت کرنا آپنے اختیار میں ہو جب چاہے کرلیجے الخ۔ ہاں مگر جو اللہ کیطرف سے وحی یا الہام ہو سو اس کی بات نرالی ہے مگر وہ ان کے اختیار میں نہیں۔ **قولہ** یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت کا یا اسکی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اسکو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اور جو مجھپر احوال گذرتے ہیں جیسے بیماری و تندرستی وکشائش و تنگی مرنا و جینا غم و خوشی سبکی ہر وقت اُسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سُن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گذرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے شرک ہو جاتا ہے انتہیٰ۔ **غرض** اس نوع علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔ فتدبر۔

تنبیہ:۔ بذریعہ معمولات صوفیہ جن سے کشف قبور وغیرہ حاصل ہوتے ہیں وہ کشوف تخمینی ظنی ہوتے ہیں نہ یقینی (القول الجمیل)۔

اور حقیقت مرتبہ محمدیہ ایک اصطلاح تصوف سے دھوکا نہو یہ ایک اعتبار ہے اور حقیقت محمدیہ بشریہ دوسرا اعتبار ہے یعنی حضور علیہ السلام بفحوائے اول ما خلق اللہ نوری اپنی حقیقت کے اعتبار سے چونکہ اول الخلق اور اصل مخلوقات ہیں اور تمام موجودات کا وجود اور تمام دنیا کے علوم آپکے وجود اور علم میں منطوی ہیں لہذا آپ کا علم تمام علوم کو اور آپ کا وجود تمام موجودات کو اجمالاً مشتمل ہے (جیسیں عرش سے فرش تک اور لوح محفوظ بھی داخل بلکہ آپ کے انواع علوم سے ایک نوع ہے وان من علومك علم اللوح والقلم) نہ تفصیلاً قال القیصری فی مقدمتہ لا یعزب عن علمہ مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء من حیث مرتبتہ وان کان یقول انتم اعلم باموردنیاکم من حیث بشریتہ وقال العارف الجامی فی نقل النصوص ولکن ذلك انما ہو من جہۃ حقیقتہا لا من جہۃ بشریتہا۔ فافہم اور کتاب الابریز میں ہے لکن الاطلاع (ای روح یعنی حقیقتہ) لیس مثل الاطلاع (ای ذات یعنی بشریتہ) فان اطلاع الروح دفعۃ واحدۃ من غیر ترتیب و اطلاع الذات علی سبیل التدریج والترتیب وکذا یختلفان فی عدم الغفلۃ۔ غرض جو کتاب الابریز سے نقل کیا جاتا ہے وہ حقیقۃ مرتبہ محمدیہ کے اعتبار سے ہے کیونکہ اس میں تصریح ہے لان جمیع ذلك خلق لاجلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فتدبر۔ اور تمام اعمال اُمت کے جسمانی و لسانی و قلبی حضور کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں آپ پر مخفی نہیں رہتے۔ یہ بھی امر آخر ہے۔ فتدبر۔ علم غیب کی بحث میں مستقل رسائل

طبع ہو چکے ہیں ملاحظہ ہوں۔

زیارت قبور کے لئے دور و دراز سے بقصد تبرک سفر کر کے جانا اہل سنت میں مختلف فیہ ہے الاّ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب و حضرت شاہ عبد العزیز صاحب و علامہ شہید رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک نادرست ہے، اور اگر بہ ہیئت وارکان مخصوصہ حج کے ساتھ ہو یا بہ نیت عبادت و تعظیم ہو کما فی تقویۃ الایمان تو بالاتفاق شرک فی العبادۃ کا شعبہ ہے، اکثر جاہل لوگ پیر پرست اس میں مبتلا ہیں۔

(۱) شیخ عبد الحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوۃ تحت حدیث لاتشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد الخ تحریر فرماتے ہیں اما مسافرت برائے زیارت قبور صالحین و رسیدن بمواضع متبرکہ خلاف است بعضے مباح دارند و بعضے حرام گویند کذا فی مجمع البحار الخ اور لمعات میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں لکن المعنے المتبادر الی الفہم عند الانصاف هو النهی عن السفر الی مکان الا المساجد الثلاثة انتہی (از حاشیہ بخاری ص ۲۱۵/۱) اور قسطلانی شرح صحیح بخاری میں ہے واختلف فی شد الرحال الی غیرہ کالذهاب الی زیارۃ الصالحین احیاءً و امواتاً والمواضع الفاضلة للصلوۃ فیها والتبرک بها فقال ابو محمد الجوینی یحرم عملا بظاهر الحدیث واختاره القاضی حسین قال به القاضی عیاض وطائفة والصحیح عند امام الحرمین وغیرهم من الشافعیة الجواز انتہی۔ عینی مرقاۃ وغیرہ میں بھی اسی طرح ہے یعنی زیارت قبور صالحین اور مواضع متبرکہ کیلئے دور و دراز سے سفر کر کے جانے میں اختلاف ہے، ابو محمد جوینی اور قاضی حسین اور قاضی عیاض اور ایک گروہ احناف حرام کہتا ہے اور امام الحرمین اور دیگر شافعیہ قسطلانی، نووی، غزالی کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور تیسیر الاصول مختصر جامع الاصول میں ہے المراد لا تقصد موضع من المواضع بنیة العبادة والتقرب الی الله الا هذه الاماکن الثلاثة تعظیما لشأنها وتشریفا لها انتہی۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں قوله صلی اللہ علیہ وسلم لا تشد الرحال، اقول کان اهل الجاهلیة یقصدون مواضع معظمة بزعمهم یزورونها ویتبرکون بها وفیه من التحریف والفساد ما لا یخفی فسد النبی صلی الله علیه وسلم الفساد لئلا یلتحق غیر الشعائر بالشعائر ولئلا یصیر ذریعة لعبادة غیر الله والحق عندی ان القبر و محل عبادة ولی من اولیاء الله والطور کل ذلک سواء فی النهی۔ انتہی۔ اور بعینہ اسی کے مطابق مصفی شرح موطا

میں لکھتے ہیں تحت حدیث عن ابی ہریرۃ قال لقیت بصرۃ بن ابی بصرۃ الغفاری فقال من این اقبلت فقلتُ من الطور فقال لو ادرکت قبل ان تخرج الیہ ماخرجت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یعمل المطی الا الی ثلثۃ مساجد الخ تخصیص درینجا آنست کہ در جاہلیت سفر می کردند بمواضع متبرکہ غیر این مساجد بقصد خصوصیت تبرک بآن موضع منع فرمود تا امر جاہلیت رواج نگیرد آیا نمی بینی کہ بصرہ بن ابی بصرہ غفاری نہی را شامل طور داشت و ابی ہریرہ را از طور منع کرد انتہی۔

(۳) حضرت مولانا شاہ عبد العزیز تفسیر عزیزی ص۱۶۸ میں تحت آیت و اذ جعلنا البیت مثابۃ للناس فرماتے ہیں۔ این قسم مکانے کہ محض برائے توجہ الی اللہ مقرر باشد در اقطار زمین غیر از خانہ کعبہ و صخرہ بیت المقدس یافتہ نمیشود لہذا ہمیں دو مکان را لیاقت قبلہ بودن حاصل شد پس آرے معابد کفار اگر مشابہتے دارند با قبور اولیاء و صلحا یا چلہ ہائے ایشان دارند نہ کعبہ و صخرہ شتان بینہما و از ہمیں جا وضع شد سد تاکید بلیغ کہ در حدیث شریف در نہی از زیارت قبور و از شد رحال بسوئے موضعے غیر از مساجد ثلاثہ و از انکہ قبور انبیاء را مساجد سازند وارد شدہ مدعا ہمیں است کہ درین عمل اکثر جہال را اعتقادے کہ مشرکین را در بزرگان خود بہم رسیدہ است بہم میرسد و توجہ الی اللہ محض باقی نماند مگر در پردۂ حجاب آن ارواح انتہی۔ اور اس حدیث کی شرح میں تعلیقاً علی البخاری لکھتے ہیں والمستثنی منہ المحذوف فی ہذا الحدیث اما جنس قریب او جنس بعید فعلی الاول تقدیر الکلام لا تشد الرحال الی المساجد الا الی ثلاثۃ مساجد ورح ما سوی المساجد مسکوت عنہ وعلی الوجہ الثانی لا تشد الرحال الی موضع یتقرب بہ الا الی ثلاثۃ مساجد الخ فحینئذ شد الرحال الی غیر المساجد الثلاثۃ المعظمۃ منہی عنہ لظاہر سیاق الحدیث ویؤیدہ ما روی ابو ہریرۃ عن بصرۃ بن ابی بصرۃ الغفاری حین راجع عن الطور وتمامہ فی الموطا وہذا الوجہ قوی من جہۃ مدلول حدیث بصرۃ انتہی۔

(۴) اور اپنے دادا اور چچا کے قدم بقدم علامہ شہید بھی چلے ہیں۔ صراط مستقیم میں فرماتے ہیں اگرچہ ارباب بواطن صافیہ را قطع منازل سفر بسوئے قبور اہل اللہ منفعتے قلیلہ می بخشد لیکن بعوام مومنین آنقدر مضرتے عظیمہ میرساند کہ خارج از بیان است۔ انتہی۔

(۵) اور محدث گنگوہی علیہ الرحمہ فتاوی رشیدیہ ص۱۲ ج ۳ میں فرماتے ہیں اور زیارت قبور کیلئے سفر کر کے جانا یہ مختلف فیہ ہے۔ دونوں جانب اکابر علماء ہیں اب اس میں فیصلہ ممکن نہیں آپ کو اختیار ہے کہ چاہے جس پر عمل کریں اور دوسری جانب طعن بھی نہ کریں۔ انتہی۔

اب ہم جناب مؤلف تحقیقات سے پوچھتے ہیں کہ جناب مفتی صدر الدین خان صاحب مرحوم نے کیا اپنی

اپنے استادوں کے رد میں سفر زیارت قبور میں رسالہ لکھا تھا یا اپنی ذاتی تحقیق تحریر فرمائی تھی اور کیا اس مسئلہ میں علامہ شہید ہی متفرد ہیں دیگر علماء متقدمین اہل سنت خصوصاً علماء احناف و شاہ ولی اللہ اس طرف نہیں گئے۔ حیف صد حیف۔

اور نیز تقویۃ الایمان میں تو علامہ شہید ہیئت مخصوصہ ارکان حج بیت اللہ کو سمجھا رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہی ارکان اور مناسک غیر جگہ عمل میں لاوے یعنی حج قبور کرے تو اس پر شرک فی العبادۃ ثابت ہوتا ہے اور ہر نسک مقرر کردہ شرک فی العبادۃ کا ایک شعبہ ہوگا۔ اور بعضے ایسے مناسک بھی ہیں جو پیر پرستوں نے تعظیماً اپنی طرف سے وضع کئے ہیں ماخوذاً من الکفار۔ اور صراط مستقیم ص۵۱ میں اس کی صاف صاف تصریح ہے۔ چنانچہ بعض پیر پرستوں نے اس کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام مناسک حج المشاہد ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرمایا ہے فقد رأینا رجالاً من ضعفاء المسلمین یتخذون الاحبار والرھبان ارباباً من دون اللہ یحجون الی قبورھم الخ (مختصراً)

اب سنئے تقویۃ الایمان میں ارکان و مناسک حج کی ہیئت مخصوصہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے قولہ (سجدہ اور رکوع اور قیام مخصوص اور زکوٰۃ اور روزہ) اور [1] اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کرکے سفر کرنا اور ایسی صورت بنا کر چلنا کہ ہر کوئی جان لیوے کہ یہ لوگ اس گھر کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اور [2] رستے میں اس مالک کا نام پکارنا اور نامعقول باتیں کرنے سے اور شکار سے بچنا۔ اور [3] اسی قید سے جاکر طواف کرنا۔ اور [4] اس گھر کی طرف سجدہ کرنا۔ اور [5] اس کی طرف جانور لیجانے۔ اور [6] وہاں منتیں ماننی۔ اور [7] اس پر غلاف ڈالنا اور [8] اس کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعا مانگنی اور التجا کرنی اور دین و دنیا کی مرادیں مانگنی اور [9] ایک پتھر کو بوسہ دینا اور [10] اس کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملنا اور [11] اس کا غلاف پکڑ کر دعا کرنی اور [12] اس کے گرد روشنی کرنی اور [13] اس کا مجاور بنکر اس کی خدمت میں مشغول رہنا جیسے جھاڑو دینی اور روشنی کرنی، فرش بچھانا۔ پانی پلانا۔ وضو غسل کا لوگوں کے لئے سامان درست کرنا۔ اور [14] اس کے کنوئیں کے پانی کو تبرک سمجھکر پینا، بدن پر ڈالنا، آپس میں بانٹنا، غائبوں کے واسطے لیجانا۔ [15] رخصت ہوتے وقت اُلٹے پاؤں چلنا اور [16] اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا۔ یعنی وہاں بطور تعظیم محل شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا۔ مواشی نہ چگانا۔ یہ سب کام (یعنی نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور یہ سفر بایں ہیئت مخصوصہ) اللہ نے اپنی عبادت کے لئے اپنے بندوں کو بتائے ہیں۔

پھر اس کے بعد اجمالاً ان کے شعبوں کا ذکر فرمایا ہے کہ اس مجموعہ امور میں ہر امر غیر اللہ کی تعظیم و عبادت

کیلئے کرنا شرک فی العبادۃ کا ایک شعبہ ہوگا۔ اکبر ہو یا اصغر اور بعض وہ مناسک ہیں جو پیر پرستوں نے تعظیماً اپنی طرف سے وضع کئے ہیں ماخوذاً من الکفار **قولہ** پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو یا بھوت و پری کو یا کسی سچی قبر کو یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلہ کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا تابوت کو [۱] سجدہ کرے یا [۲] رکوع کرے یا [۳] اُس کے نام کا روزہ رکھے یا [۴] ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے یا [۵] جانور چڑھاوے یا [۶] ایسے مکانوں میں دُور دُور سے قصد کر کے جاوے (بقصد تعظیم و بہ نیت عبادت یا بحسب تحریر شاہ ولی اللہ) یا [۷] وہاں روشنی کرے (بقصد تعظیم و تقرب و عبادت) یا [۸] غلاف ڈالے چادر چڑھاوے (بقصد تعظیم و تقرب و عبادت) [۹] اُن کے نام کی چھڑی کھڑی کرے۔ [۱۰] رخصت ہوتے وقت اُلٹے پاؤں چلے، [۱۱] اُن کی قبر کو بوسہ دے [۱۲] مورچھل جھلے۔ [۱۳] اُس پر شامیانہ کھڑا کرے۔ [۱۴] چوکھٹ کو بوسہ دے۔ [۱۵] ہاتھ باندھ کر التجا کرے مراد مانگے۔ [۱۶] مجاور بن کے بیٹھ رہے (ہذا کلہا ماخوذ من الکفار) وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے (یعنی جیسا اوپر مذکور ہوا) اور ایسی قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک (یعنی شرک فی العبادۃ کا کوئی شعبہ) ثابت ہوتا ہے اس کو اشراک فی العبادۃ کہتے ہیں۔ انتہی **مجالس الابرار** مترجم ص۱۱۹ میں (جسکی حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بہت تعریف و تقریظ تحریر فرمائی ہے اور فتاوی ص ۱۱۵ ج ۲ میں بھی لکھا ہے کتاب مجالس الابرار معتبر است) لکھا ہے۔ قد آل الامر بھؤلاء الضالین المضلین الی ان شرعوا للقبور حجاً و وضعوا لہ مناسک حتی صنف بعض غلاتھم فی ذلک کتاباً سماہ مناسک حج المشاھد تشبیھا منہ للقبور بالبیت الحرام ولا یخفی ان ھذا مفارقۃ لدین الاسلام۔ پھر ان کے مناسک کو شمار کیا ہے منہا اذا قصدوا القبور یقصدونہا مع التعظیم والاحترام والخضوع والخشوع و رقۃ القلب و منہا اتخاذ المساجد و السرج الیہا و منہا العکوف عندھا و تعلیق الستور عندھا و اتخاذ السدنۃ لہا والطواف بہا و تقبیلہا و استلامہا و دعا اصحابہا و سوالہم النصر و الرزق والعافیۃ والولد وغیر ذلک من الحاجات الخ لیس شئ منہا مشروعاً باتفاق ائمۃ المسلمین انتہی۔ اور ص۲۳۵ میں ہے فان اصل ھذہ الزیارۃ الشرکیۃ ماخوذ من الکفار عبادۃ الاصنام انتہی۔

الغرض بغیر ہیئت و ارکان مخصوصہ بالحج کے زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مطلق سفر کرنے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں البتہ بعض کہتے ہیں کہ جب زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کرے تو اس کے ساتھ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیارت کی نیت کر لینا چاہیئے۔ فتح القدیر میں ہے اذا نوی زیارۃ القبر فلینو معہ زیارۃ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ احد المساجد الثلاثۃ التی یشد الیہ الرحال الخ وھکذا فی العالمگیریہ والدر المختار۔ اور محدث گنگوہی علیہ الرحمۃ

زبدۃ المناسک ص۵۸ میں محض زیارت قبر حضور علیہ السلام کیلئے سفر کرنے کو افضل المستحبات بلکہ قریب واجب کے تحریر فرماتے ہیں۔ اور مولانا سہارنپوری دام مجدہ المہند میں لکھتے ہیں کہ خود یہی حدیث نہی شد رحال بدلالۃ النص جواز پر دلالت کر رہی ہے، دوسری احادیث کا تو کیا ذکر، بھلا جب مسجد نبوی کو بوجہ تعلق ذات بابرکات فداہ ابی و امی یہ فضیلت حاصل ہے تو پھر آپ کی قبر مطہر کیلئے جس میں آپ حقیقتاً زندہ اور حیات ہیں اور خاص بقعہ شریفہ تو کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے کیسے اجازت نہ ہوگی۔ پس بقعہ مبارکہ فضیلت عامہ کے سبب عموم نہی سے مستثنیٰ ہے، فتفکر۔ اور بیشک دیگر مزارات عموم نہی میں داخل ہیں۔ باقی رہا حضور علیہ السلام کے کنویں کے پانی کو صرف تبرک سمجھکر پینا بھی ناجائز نہیں اور محدث گنگوہی تو خاک مدینہ تک سے تبرک حاصل کرتے تھے۔ سرمہ میں ڈال کر استعمال فرماتے تھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چیز میں برکت ہے۔ ہاں البتہ کسی کے کنویں کے پانی کو تبرک سمجھکر پینا، اور مستحب سمجھکر بدن پر ڈالنا، آپس میں بانٹنا اور غائبوں کیواسطے لیجانا اور اس کے پانی سے استنجا اور ازالہ نجاست وغیرہ مکروہ جاننا یہ خاص آب زمزم کا حکم اور شعار ہے کسی دوسرے کے کنویں کے ساتھ یہ معاملہ کرنا جائز نہیں۔ اور حرمت مدینہ میں تو احناف کا مذہب مشہور و معروف ہی ہے کہ لیس للمدینۃ حرم اور حدیث حرمت کو زینت مدینہ پر حمل کیا ہے یعنی مکہ کا گھاس نہ اکھاڑنے اور شکار نکرنے کا حکم تعظیم مکہ کی غرض سے ہے اور مدینہ کیلئے زینت کی غرض سے بہرحال احناف کے نزدیک یہ حرمت خاص مخصوص مکہ معظمہ کیلئے ہے کسی اور جگہ کو یہ حرمت حاصل اور جائز نہیں اور دیگر ائمہ کرام کو بھی حرمۃ مکہ اور حرمت مدینہ میں فرق نکالنا پڑا۔ انہ لا یجب الجزیۃ عند الائمۃ الاربعۃ وغیرہم علی قطع شجرۃ المدینۃ وتصئیل صیدھا وغیرھا (عینی شرح بخاری ملخصًا) یعنی چاروں امام اور دیگر ائمہ کے نزدیک بھی مدینہ کے درخت اکھاڑنے اور شکار پکڑنے سے جزیہ واجب نہیں ہوتا جیسا کہ مکہ کے بارے میں واجب ہوتا ہے کیونکہ شعائر اور غیر شعائر میں امتیاز ضروری ہے۔

اب رہا بوسۂ قبر اس کا فعل نصاریٰ ہونا خود کتب فقہ میں مصرح موجود ہے ولا یمسحہ ولا یقبلہ فان ذلک من عادۃ النصاریٰ (مرقاۃ ص۴۰۷ ج۲ شرح مشکوٰۃ کتاب زیارۃ القبور) وھکذا فی اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ شیخ عبدالحق رح وعالمگیری واحیاء العلوم وکشف الغطا ودستور القضاۃ وشرح عین العلم لملا علی القاری وشرح المناوی لجامع الصغیر للسیوطی وشجرۃ الایمان وغنیۃ الطالبین۔ اور حضرت شیخ دہلوی نے مدارج النبوۃ میں فرمایا ہے۔ و بوسہ دادن قبر را وسجدہ کردن آنرا و کلہ نہادن حرام وممنوع است ودر بوسہ دادن قبر والدین روایت فقہی نقل میکنند وصحیح آنست کہ لایجوز انتہی۔

فتاوی شاہ رفیع الدین محدث دہلوی مجتبائی ص ۱۲ میں ہے - پس امداد بدعا و ختم و اطعام بدعتے مباح است وجہ قبح ندارد اما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغہا و ملبوس ساختن قبور و سرودہا و نواختن معازف بدعات شنیعہ اند حضور چنیں مجالس ممنوع - انتہی -

اور فتاوی عزیزی ص ۹ میں ہے وچادر پوشانیدن بر قبر حرکت لغو است نباید کرد انتہی اور نصاب الاحتساب اور فتاوی مطالب المومنین میں ہے تسجیۃ القبر غیر مشروع اصلا - ومرّ علیؓ بقبر رجل قد سجّی علیہ فنہاہ انتہی - یعنی قبر پر چادر ڈالنا غیر شروع اور لغو ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک ایسی ہی قبر پر گذر ہوا جس پر چادر پڑی ہوئی تھی تو آپ نے منع فرمایا - اور فتاوی شامی باب صلوۃ الجنازہ میں ہے یکرہ الستور علیہا (از فتاوی الحجۃ واحکام) اور جلد خامس میں جو تبعاً علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ علامہ شامی نے باوجود فقہاء متقدمین کے صراحتاً مکروہ نقل فرمانے کے اور باوجود بدعت مان لینے کے بوجہ حفاظت تحقیر عوام الناس و برائے عزت فی اعین الناس فی زماننا جائز قرار دیا ہے بالکل غیر مفید ہے کما لا یخفی - حدیث شریف میں ہے بھی وفی روایۃ لعن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان یسرج علیہا (ابوداؤد - نسائی - ترمذی) یعنی حضور علیہ السلام نے قبر پر تعظیماً چراغ جلانے کو منع فرمایا اور چراغ جلانے والے پر لعنت فرمائی - اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں والمتخذین علیہا السرج الحدیث ص ۱۷۰ ج ۱ کے تحت میں لکھا ہے والنہی عن اتخاذ السرج اما لما فیہ من تضییع المال لانہ لا نفع لاحد من السراج ولانہا من آثار جہنم واما للاحتراز عن تعظیم القبور کالنہی عن اتخاذ القبور مساجد انتہے - اور شیخ عبد الحق کے ترجمہ میں ہے - لعنت کردہ است رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسانے را کہ می گیرند چراغہا را بر قبور بقصد تعظیم ونزد بعضے حرام است اگرچہ نہ تعظیم باشد از جہت اسراف و تضییع مال و بعضے گویند کہ اگر برائے رہگذر مردم باشد یا در سایہ چراغ کارے میکردہ باشند جائز است و درین صورت چراغ گرفتن بجہت قبر نیست بلکہ بجہت کارے دیگر است کہ روشنی قبر ازان منظور نیست ، انتہی - حضرت شیخؒ نے فاضل بریلوی کے تمام قیل وقال کو یکلخت خاک میں ملا دیا فتدبر حق التدبر - اور عبد الغنی نابلسی کا حدیث مطلق کو اپنی طرف سے محض علت تضییع مال و اسراف ہی کے ساتھ معلل کر کے حدیقہ ندیہ میں اس کو تعظیماً للقبور جائز قرار دینا قابل التفات نہیں -

اور بھروسہ کر کے تعظیماً کسی کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھ رہنا اس کی ممانعت اور فعل مشرکین ہونا ابھی مجالس الابرار سے بیان کر چکا - اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ترجمہ قرآن میں فرماتے ہیں یعکفون علے اصنام لہم (پارہ ۹) ترجمہ مجاورت کردند بر بتان خود - اور حدیث شریف میں ہے قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم لا نقعد والو قال لا تجلسوا علی القبور (ابوداؤد) اس میں قعود و جلوس عام ہے اذیتاً و اہانتاً للقبر بھی ناجائز ہے اور تعظیماً للقبر مجاور بن کے بیٹھ رہنے کو بھی شامل ہے۔ فتدبر

اور تفسیر ابن جریر میں مجاہد سے مروی ہے افرایتم اللات والعزی قال کان یلت السویق للحاج فمات فعکفوا علی قبورہ انتھی۔ یعنی جانتے ہو لات اور عزّیٰ کون تھے، لات حاجیوں کے لئے ستو گھولا کرتا تھا جب مر گیا تو لوگ اسکی قبر پر مجاور بن کے بیٹھے۔ اور محض خادم دوسری چیز ہے جو لوگوں کو طواف و سجدہ و نذر و منت و دیگر فواحش سے روکے نہ تعظیم قبر مقصود ہوتی ہو (فتاوی عزیزی ص۹۲) اور نیز فتاوی عزیزی ص۱۳۴ میں کفار ہنود کا حال بیان کرنے کے بعد لکھا ہے۔ وہمین است حال فرقہا بسیار از مسلمین مثل تعزیہ سازان و مجاوران قبور و جلالیان و مداریاں۔ انتہی۔ اور تحفہ اثنا عشریہ باب ۱۱ ص۳۵۱ مطبوعہ نولکشور میں شیعوں کے بیان میں لکھا ہے وتمثال راہا ئے منقش و مزین (یعنی شل مور چھل وغیرہ) گرفتہ گرداگرد ایستادہ شوند و درنگ مجاوراں داد شرک دہند۔ انتہی۔

اور قیام **دست بستہ** کے متعلق (کہ نہ ہلیں نہ جلیں نہ بولیں نہ ادہر ادہر دیکھیں بلکہ تصویر کی طرح بنجاویں جیساکہ تقویۃ الایمان میں ہے) ملا علی قاری شرح عین العلم میں فرماتے ہیں فکما لا یجوز ان یسجد احد لاحد لا یجوز ان یرکع وکذا القیام علی ھیئۃ الوقوف فی الصلوۃ انتھی یعنی جیسے کسی کے لئے سجدہ جائز نہیں ایسے ہی رکوع بھی جائز نہیں اور ایسے ہی قیام جیسے نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اور آیت قوموا للہ قانتین میں خصوصیت قیام بقید قانتین باری تعالیٰ کیلئے ظاہر ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضھم بعضاً (ابوداؤد، ابن ماجہ) مجمع البحار اور عینی وغیرہ میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے المنھی الوقوف المتمثل لا النھوض عند قدوم احد للاکرام انتھی۔ یعنی قیام تعظیمی جو حضور نے منع فرمایا ہے اور کفار تعظیمی قیام سے بعض کی تعظیم کیا کرتے تھے وہ تعظیم کے لئے تصویر بنکر کھڑا ہونا ہے نہ کسی کے لئے جبکہ وہ آئے بطور اکرام بیٹھے سے کھڑا ہونا۔ ہاں نفس قیام مطلق عبادت کیساتھ مخصوص نہیں اور نہ اس کو کوئی منع کر سکتا ہے۔ اسی لئے زیارت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں دست بستہ کھڑے ہو کر سلام کرنے میں اختلاف ہوا ہے بعض جائز اور بعض ناجائز کہتے ہیں اور اکثر فقہاء ارسال اولی فرماتے ہیں کہ جہاں تک ہوسکے مشابہ بالمصلی نہ ہونا چاہئے۔ درر مضیہ میں ہے ھل یضع یمینہ علی شمالہ ام لا ففیہ خلاف انتھی۔ قال الکرمانی یصح قال غیرہ الاولی الارسال لئلا یشبہ بالمصلی (نسیم الریاض شرح شفا)۔ اور محدث گنگوہی قدس سرہ کے نزدیک ارسال ہی مختار ہے۔ چنانچہ زبدۃ المناسک ص۵۹

میں فرماتے ہیں اور با دب تمام اور خشوع کھڑا ہو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کئے ہوئے تصور کرے اور کہے السّلام علیک یا رسول اللہ۔

اور انتہا عاً للکرمانی جس کسی نے بالخصوص یہاں جائز کہا ہے صرف اسوجہ سے کہ قیام مخصوصہ لتعالے زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ یہاں استقبال قبلہ ہی نہیں بلکہ استدبار ہے اور شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کرمانی ہی سے نقل فرمایا ہے۔ فتدبر۔

قبر پر خیمہ یا شامیانہ یا کوئی اور عمارت قائم کرنا ممنوع اور مشرکین کا فعل ہے

(۱) عن جابر قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصّص القبر وان یُبنٰی علیہ وان یقعد علیہ رواہ مسلم (مشکوۃ) عن ابی الھیاج الاسدی قال قال لی علی الا ابعثک علی ما بعثنی الیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان لا تدع تمثالًا الا طمستہ ولا قبرًا مشرفًا الا سوّیتہ رواہ مسلم و رواہ ابوداؤد و ترمذی و نسائی (مشکوۃ) عن جابر قال نھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان تجصص القبور وان یکتب علیھا وان یُبنٰی علیھا وان توطا رواہ الترمذی (مشکوۃ) وفی النسائی نھی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان یُبنٰی علی القبر او یزاد علیہ او یجصص انتھے۔ یعنی حضور علیہ السّلام نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر بنا قائم کرنے اور اس پر لکھنے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ اور حضور علیہ السلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس پر متعین فرما کر بھیجا کہ تصاویر سب کو محو کردیں اور بلند قبروں کو برابر کردیں۔ اور حضرت علی نے ابوالہیاج اسدی کو اسی کام پر متعین کیا۔

(۱) شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث ان یبنی علیہ کے تحت میں لکھتے ہیں۔ نہی کرد ازاں کہ بنا کردہ شود بر گور و بعضے گفتہ اند کہ مراد بنا کردن است بسنگ و مانند آن و بعضے گفتہ اند کہ مراد بہ بنا خیمہ زدن و مانند آن ست کہ نیز مکروہ است و منہی عنہ۔ انتہیٰ۔

(۲) قال التوربشتی یحتمل وجہین احدھما البناء علی القبر بالحجارۃ وما یجری مجراھا والاخر ان یضرب علیہ خباء ونحوہ وکلاھما منھی لعدم الفائدۃ فیہ ولانہ من صنیع اھل الجاھلیۃ ای کانوا یظللون علی المیت الیٰ سنۃ وقال عن ابن عمر انہ رأی فسطاطا علی قبر اخیہ عبدالرحمٰن فقال انزعہ یا غلام وانما یظلہ عملہ (نقلاً عن المرقاۃ ص ۳۷۲ ج ۲) یعنی اس میں دو احتمال ہیں ایک کہ پتھر اینٹ وغیرہ سے بنا کیجائے۔ دوسرا یہ کہ قبر پر خیمہ و شامیانہ وغیرہ لگایا جائے اور یہ دونوں ممنوع ہیں کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں اور اس وجہ سے بھی یہ فعل اہل جاہلیت یعنی مشرکین کا ہے کہ وہ ایک سال تک میت پر سایہ کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر

خیمہ دیکھا تو غلام سے کہا اے غلام اس کو اُکھیڑ ڈال۔ اس کے عمل اس پر سایہ کرتے ہیں

(۳) اور علامہ طیبی نے بھی اس حدیث کی شرح انہی لفظوں میں فرمائی ہے۔

(۴) قال فی الازھار النھی عن تجصیص القبور للکراھۃ وھو یتناول البناء بذلک وتجصیص وجھہ والنھی فی البناء للکراھیۃ ان کان فی ملکہ وللحرمۃ فی المقبرۃ المسبلۃ ویجب الھدم وان کان مسجدا (نقلا از مرقاۃ ص۳۷۲) یعنی ازہار میں ہے کہ پختہ قبر بنانے کی ممانعت بطور کراہت ہے یہ شامل ہے بنا کو بھی اور اوپر سے پختہ کرنے کو بھی اور بنا کی ممانعت اگر ملک میں ہے تو بطور کراہت ہے اور اگر مقبرہ موقوفہ میں ہے تو حرمت کیلئے ہے اس کا ہدم واجب ہے اگرچہ مسجد ہو۔

(۵) اور نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں اما البناء علیہ فان کان فی ملک البانی فمکروہ وان کان فی مقبرۃ مسبلۃ فحرام نص علیہ الشافعی والاصحاب قال الشافعی فی الام ورأیت الائمۃ بمکۃ یامرون بھدم ما بنی ویؤید الھدم قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا قبرا مشرفا الا سویتہ انتھی۔ یعنی امام شافعی نے تصریح کی ہے کہ بنا اگر بانی کے ملک میں ہے تو مکروہ ہے ورنہ حرام ہے حضرت امام شافعی نے کتاب الام میں لکھا ہے کہ میں نے مکہ میں خلفاء کو دیکھا ہے کہ وہ قبروں کی عمارتوں کو گرانے کا حکم دیا کرتے تھے اور ہدم کی تائید حضور کی حدیث ولا قبرا مشرفا الا سویتہ سے ہوتی ہے۔

(۶) علی بن عبد اللہ اندلسی شرح نسائی میں لکھتے ہیں اختلفوا فی البناء فذھب الامام احمد وابو حنیفۃ فی روایۃ والرافعی وداؤد الظاہری انہ حرام مطلقا سواء کان فی مقبرۃ مسبلۃ او فی ملک البانی وقال مالک والشافعی والثوری والاوزاعی وابو حنیفۃ فی روایۃ اُخریٰ انہ حرام ان کان فی مقبرۃ مسبلۃ ومکروہ ان کان فی ملک البانی انتھی۔ یعنی امام احمد اور ایک روایت میں ابو حنیفہ اور رافعی اور داؤد ظاہری بنا کو مطلقاً حرام کہتے ہیں اور امام مالک و شافعی و ثوری و اوزاعی اور ایک دوسری روایت میں ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ بنا اگر مقبرہ موقوفہ میں ہو تو حرام ورنہ ملک بانی میں مکروہ۔

(۷) ابو الہیاج اسدی کی حدیث کے تحت میں ہے قال ابن الھمام (فی فتح القدیر) ھذا الحدیث محمول علی ما کانوا یفعلونہ من تعلیۃ القبور بالبناء العالی (از مرقاۃ ص۳۷۲)۔

(۸) اور برہان شرح مواہب الرحمن میں ہے تحت قول ولا یربع کما قال الشافعی و مالک لما فی صحیح مسلم عن ابی الھیاج الاسدی الحدیث قلنا ھو محمول علی ما کانوا یفعلونہ من تعلیۃ القبور بالبناء العالی لما رواہ محمد بن الحسن فی الآثار اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا شیخ لنا یرفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ نھی عن تربیع القبور و تجصیصھا و یحرم البناء علیہ للزینۃ لما رویناہ

ویکرہ للاحکام بعد الدفن لان البناء للبقاء والقبر موضع الفناء انتہی۔ یعنی ولا قبراً مشرفاً الا سویتہ کے یہ معنی ہیں کہ جو عمارتیں بلند قبروں پر بنایا کرتے تھے ان کو مسمار کرنے کا حکم دیا اس لئے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے مرفوعاً حدیث بیان کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے قبر کو مربع بنانے اور پختہ بنانے سے منع فرمایا اور زینت کے لئے بنا حرام ہے، اور دفن کے بعد مضبوطی کے لئے مکروہ ہے۔

(۹) ابن حجر مکی تحفہ میں لکھتے ہیں ولو بنی فی مقبرۃ مسبلۃ ھدم وجوباً لحرمتہ کما فی المجموع لما فیہ من التضییق مع ان البناء یتأبد بعد انمحاق المیت فیحرم الناس تلک البقعۃ وقد افتی جمع بھدم کل ما بقرافۃ مصر من الابنیۃ حتی قبۃ امامنا الشافعی التی بناھا بعض الملوک وینبغی لکل احد ھدم ذلک مالم یخش منہ مفسدۃ الخ۔ یعنی اگر مقبرہ مسبلہ میں بنا کی گئی تو اس کا گرا دینا واجب ہے، بوجہ حرمت کے جیسا کہ مجموع میں ہے اس لئے کہ اس میں تنگی ہو جائے گی باوجود اس کے میت کے گل جانے اور مٹی ہو جانے کے بعد بھی بنا مدتوں قائم رہتی ہے پس اس جگہ سے لوگ محروم رہیں گے۔ اور ایک جماعۃ فقہاء نے ان عمارتوں کو جو قرافہ مصر میں ہیں گرا دینے کا فتویٰ دیا ہے یہاں تک کہ ہمارے امام شافعی کے قبہ کو جو کسی بادشاہ نے بنا کر دیا ہے۔ ہر شخص پر اس کا ہدم واجب ہے، اگر فساد کا خوف نہ ہو۔

(۱۰) ویحرم البناء علی القبر للزینۃ ویکرہ للاحکام بعد الدفن (متن مواہب الرحمن فی مذہب النعمان (۱۱) یکرہ تطیین القبور وتجصیصھا والبناء علیھا والکتابۃ علیھا (جوہرہ نیرۃ شرح قدوری) (۱۲) یکرہ ان یبنی علی القبر انتھی زیلعی شرح کنز (۱۳) ولا یرفع علیہ بناء قالوا اراد بہ السقط الذی یجعل فی دیارنا بحر الرائق (۱۴) ولا یجصص القبر ولا تطین ولا یرفع علیہ بناء لحدیث جابر الخ (۱۵) وفی الخلاصۃ ولا یجصص القبر ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء انتہی منح الغفار (۱۶) کرہ ایضاً ان یبنی علیہ انتھی شرح مجمع البحرین۔)

(۱۷) یکرہ البناء علی القبور (فتاوی سراجیہ) (۱۸ و ۱۹) عن ابی حنیفۃ یکرہ ان یبنی علیہ بناء من بیت اوقبۃ اونحو ذلک انتھی (کبیری وصغیری) (۲۰ و ۲۱) فی الشرنبلالیۃ عن البرھان یحرم البناء علیہ للزینۃ ویکرہ للاحکام بعد الدفن (طوالع وطحطاوی حاشیہ درمختار وامداد الفتاح شرح نور الایضاح) (۲۲) یحرم تعلیۃ القبور والبناء علیھا (عفا اللہ آلی) (۲۳) یکرہ ان یضرب علیہ فسطاط اوقبۃ لیظل القبر وانما یظل المیت عملہ انتھی (فتاوی رحمیہ

(۲۴) لا یجصص القبر لما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ نھی عن التجصیص التقصیص
وعن البناء فوق القبر قالوا اراد بالبناء السفط الذی یجعل علی القبور فی دیارنا لما روی عن
ابی حنیفۃ انہ قال لا یجصص القبر ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وسقط انتھی (قاضیخان)
(۲۵) ویکرہ البناء علی القبور (فتاوی عجیب) (۲۶) یکرہ ان یضرب علیہ فسطاط او قبۃ
(فتاوی ابراھیم شاھی) (۲۷) لا یبنی علی رأس القبر ولو فعل یکرہ انتھی (مختار الفتاوی)
(۲۸ و ۲۹) کرہ ابوحنیفۃ رح البناء علی القبر (محیط و مفید المستفید) (۳۰) یکرہ ان یبنی
علیہ مسجد یصلی فیہ وان یضرب علیہ فسطاط او قبۃ یقام بھا لیظل القبر فانما یظل المیت
عملہ انتھی (شرعۃ الاسلام) (۳۱) وکذا القباب التی بنیت علی القبور یجب ھدمہا لانہا
اُسست علی معصیۃ الرسول ومخالفتہ وکل بناء اُسس علی معصیۃ الرسول ومخالفتہ فھو بالھدم
اولی من مسجد الضرار ولانہ علیہ السلام نھی البناء علی القبور الخ (مجالس الابرار)۔
(۳۲) البناء علی القبور حرام ومن قال باباحتہ فاباح ما نھی عنہ السنۃ انتھی (مفید المومنین)
(۳۳) لا یجوز البناء مثل القبۃ وغیرھا علی القبور سواء کانت للاولیاء والصلحاء والعلماء
ام لغیرھم انتھی (حجۃ العلماء) (۳۴) یکرہ ان یبنی علی القبر (عالمگیری) (۳۵ و ۳۶)
وھکذا فی تحفۃ الملوک والعینی شرح الکنز (۳۷) مکروہ ست خیمہ زدن بر قبر یا قبہ برآرند تا سایہ کنند
قبر را (خلاصۃ الفقہ) (۳۸) مکروہ است بناء چیزے بر گور (فتاوی برہنہ) (۳۹) بر گور قبہ و
عمارت نشاید لقولہ علیہ السلام صفق الریاح وقطر الامطار علی قبر المومن کفارۃ لذنوبہ
(زمنی) (۴۰) کرہ ان یبنی علیہ بناء وینقش ویصنع ویرفع ویجصص وفی المضمرات عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال صفق الریاح وقطر الامطار علی قبر المومن کفارۃ لذنوبہ (جامع
الرموز شرح مختصر وقایہ) (۴۱) مکروہ است بنا کردن بر قبر خانہ یا قبہ یا مانند آن وخیمہ برائے سایہ
نیز مکروہ است (درہم الکیس) (۴۲) آنچہ بر قبور اولیا عمارتہائے رفیع بنا میکنند وچراغان روشن
می کنند وازین قبیل ہرچہ میکنند حرام است یا مکروہ انتہی (مالا بدمنہ) (۴۳) یکرہ الزیادۃ علی
ما خرج منہ لانہ بمنزلۃ البناء (درمختار باب الدفن) اور صاحب طوالع بمنزلۃ البناء کے
تحت میں لکھتے ہیں والبناء مکروہ فکذلک ھذا۔ انتھی اور ولا یجصص ولا یطین ولا یرفع
علیہ بناء وقیل لا باس بہ وھو المختار کذا فی کراھۃ السراجیہ انتھی (درمختار) اس قول میں
لا باس بہ کا مرجع لا یطین ہے نہ رفع کیونکہ کراہۃ سراجیہ میں جس کا حوالہ دیا ہے بناء کو جائز نہیں لکھا ہے

بلکہ عدم کراہتہ تطیین کی تصریح کی ہے چنانچہ طوالع حاشیہ درمختار میں اور شامی میں کذا فی کراہتہ السراجیہ کے تحت میں لکھا ہے وعبارتہا وذکر فی تجرید ابی الفضل ان تطیین القبور مکروہ والمختار انہ، لا یکرہ انتہی بوجہ اتباع الفاظ حدیث ان چیزوں میں باہمی فصل نہیں ڈالا (۴۴) اور حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ میں اسی حدیث کے تحت میں بہت سے اقوال نقل کئے ہیں اور بعض کی تعلیل پر جرح کی اور بعض پر کوئی جرح نہیں کی چنانچہ سب سے اوّل ازہار سے نقل کیا ہے (کما ذکرت) اسپر کوئی جرح نہیں کی اس کے بعد تورپشتی کا قول نقل فرمایا ہے (کما ذکرت) اس میں نہی کی دو وجہیں قایم کی گئیں ہیں اوّل عدم فائدہ، دوسرے صنع اہل جاہلیت، اوّل تعلیل پر جرح کی کہ اگر خیمہ کسی فائدہ سے لگایا جاوے مثلاً قرا اس کے نیچے بیٹھکر قرآن پڑہیں تو منہی عنہ نہوگا یعنی حالانکہ حدیث میں مطلقاً نہی ہے۔ اور دوسری وجہ پر کوئی جرح نہیں کی بلکہ عبد اللہ ابن عمر کے اثر سے اس کی تائید کی۔ اسکے بعد دیگر بعض شراح کا قول نقل کیا ہے ولاضاعتہ المال وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشہورین لیزورہم الناس ویستریحوا بالجلوس فیہ اھ یہ قول لکھکر انتہی کی علامت بھی لکھدی ہے اور اپنا صراحتاً کوئی مسلک تحریر نہیں کیا اگرچہ قاری صاحب کا رجحان اس قول پر معلوم ہوتا ہے جسپر کوئی جرح نہیں کی ہے۔ خود قاری صاحب کا مذہب حدیث من ابتدع بدعتہ ضلالۃ کے تحت میں مندرج ہے اور کمال تصریح ہے فانکرہ ائمۃ المسلمین کالبناء علی القبور وتجصیصہا انتہی۔ فاضل بدایونی کے فضل پر تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے ملا علی قاری کا جواز کا مذہب کیسے سمجھ لیا۔ واجیبا۔ سب سے اول یہ قول قد اباح السلف الخ صاحب مفاتیح نے لکھا ہے۔ ان کے بعد انہی سے نقل کرکے دوسرے لوگوں نے بھی یہ لکھا ہے عبارت صاحب مفاتیح کی یہ ہے قولہ ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ تجصیص القبور والبناء علیہا بجعل بیت علی القبر وضرب خیمۃ علیہ منہی عنہ لانہ اضاعۃ المال من غیر فائدۃ للمیت فیہ ولانہ فعل الجاہلیۃ وقد اباح السلف ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء المشہورین لیزورہم الناس ویستریحوا بالجلوس فی البناء الذی یکون علی قبورہم مثل الرباطات والمساجد انتہی اوّل تو حدیث رسول اللہ واقوال صحابہ وتصریحات ائمہ اربعہ واکثر فقہاء اصحاب متون وشروح وفتاوی کے خلاف ایک شخص کے لکھنے پر کیسے اعتبار کیا جاسکتا ہے حالانکہ اس شخص نے اس قول پر اپنا مختار اور معمول علیہ ہونے کی بھی تصریح نہیں کی باوجودیکہ اس سے قبل فعل جاہلیت اور منہی عنہ بھی لکھ چکے ہیں اور پھر اس کے باوجود معلوم نہیں کہ سلف سے کون لوگ مراد ہیں انہوں نے کس کتاب میں اس کا جواز لکھا ہے اور وہ قابل اعتبار ہیں یا نہیں اور وہ کیسے اس مرتبہ کو پہنچ گئے

کہ ان کا قول حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال صحابہ و ائمہ مجتہدین و فقہاء معتمدین و علماء متاخرین و متقدمین کے مقابلہ میں معتبر ہو گیا پس ایسی روایت فقہی نادر و غریب اور مجہول کو حجت لانا اور معول علیہ قرار دینا اہل بدعت ہی کا خاصہ ہے۔ دوسرے طرفہ یہ کہ روایت قد اباح السلف کو صاحب مفاتیح نے غلط بھی نہیں کیا چنانچہ حدیث من ابتدع بدعة ضلالة کے تحت میں لکھتے ہیں بل عة السوء ما انکرہ ائمة المسلمین کالبناء علی القبور و تجصیصها فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن ذلك انتهی۔ اور جو میزان میں لکھا ہے قول الائمة الثلاثة ان القبر لا یبنی علیه ولا یجصص مع قول ابی حنیفه بجواز ذلك کتب معتبرہ معتمدہ فقہ کے صریح خلاف ہے۔ شرح نسائی اندلسی۔ برہان، قاضیخان و محیط و کبیری و صغیری وغیرہ میں حضرت امام کا قول کراہت مصرح موجود ہے ہاں ممکن ہے کوئی قول مرجوح و مرجوع وغیر مختار ہو چنانچہ اس کے بعد لکھتے ہیں و من ذلك قول الائمة الثلاثة باستحباب القراءة للقرآن عند القبر مع قول ابی حنیفة بکراهتها انتهی۔ اس قول کا غیر مختار ہونا فاضلان اہل بدعت کو بھی مسلم ہے۔

اتخاذ مسجد کی بحث اور اسکی تین صورتیں اول شرک جلی دوم شرک خفی سوم مکروہ تشبہ یہود

عن[۱] عائشة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضه الذی لم یقم منه لعن اللہ الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیائهم و صالحیهم مساجد متفق علیه فی روایة یحذر ما صنعوا ولولا ذلك ابرز قبره غیر انه خشی ان یتخذ مسجدًا۔ (مشکوۃ) عن[۲] ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی (مشکوۃ) عن[۳] عطاء بن یسار قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللهم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذوا قبور انبیائهم مساجد رواہ مالك مرسلا (مشکوۃ) سب کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے خصوصًا مرض موت میں سخت تاکید سے منع فرمایا کہ اے اللہ میری قبر کو وثن نہ بنا کہ اسکی عبادت کیجائے۔ خدا کا غضب اور اسکی لعنت ہے یہود اور نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔ اپنی اُمت کو اُن کے فعل سے ڈرایا۔ عائشہ رض فرماتی ہیں کہ اگر مجھکو اتخاذ مسجد کا خوف نہ ہو تو میں آپ کی قبر کو کھلا رکھوں ملا علی قاری نے تیسری حدیث کے تحت میں لکھا ہے ای لا تجعل قبری مثل الوثن فی تعظیم الناس وعودهم للزیارة بعد بدئهم واستقبالهم نحوه فی السجود کما نسمع ونشاهد الآن فی بعض المزارات والمشاهد انتهی۔ شرح مصابیح ابن ملک میں ہے قوله لعن اللہ الیهود والنصاری وعلة

دعائہ علیہ السلام علی الیہود والنصاری باللعنۃ انہم یصلون فی المواضع التی فیہا انبیاءہم علیہم السلام مدفونون اما للسجود لہم وھذا کفر لان السجود لایجوز الا للہ واما لاعتقادہم ان الصلوٰۃ ثمہ افضل لکونہا خدمۃ وتعظیما لانبیاءہم وھذا شرک لانہ لایجوز ان تقصد بالصلوٰۃ الا تعظیم اللہ وحدہ تعالیٰ وعلۃ نہیہ علیہ السلام امتہ عن الصلوٰۃ فی المقابر الاحتراز عن مشابہۃ الیہود والنصاری انتہی (از تفہیم المسائل) اور حدیث ثانی کے تحت میں ملا علی قاری نے ابن ملک کی شرح نقل فرمائی۔ قال ابن الملک انما حرم اتخاذ المساجد علیہا لان فی الصلوٰۃ فیہا استنانا بسنۃ الیہود انتہی۔ اور مجمع البحار میں ہے من قصد لزیارۃ قبور الانبیاء والصلحاء ان یصلی عند قبورہم ویدعو عندھا ویسئلہم الحوائج فہذا لایجوز عند احد من علماء المسلمین فان العبادۃ وطلب الحوائج والاستعانۃ حق للہ وحدہ انتہی۔ اور باب السین مع الجیم میں لکھا ہے وحینئذ ما کرہ من اتخاذ المسجد علی القبور اراد بہ تسویۃ القبور مسجدا یصلی فیہ وقیل ان یبنی عندہ مسجد یصلی فیہ الی القبور واما المقبرۃ الدائرۃ اذا بنی فیہا مسجد یصلی فیہ فلا باس بہ لان المقبرۃ وقف کالمسجد واما اتخاذہ فی جوار صالح لقصد التبرک بالقبر لا للتعظیم لہ فلا یدخل تحتہ اور خیر الجاری میں ہے نقلا عن العینی وھو ناقل عن البیضاوی فاما من اتخذ مسجدًا فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منہ لا للتعظیم لہ ولا للتوجہ الیہ فلا یدخل فی الوعید المذکور انتہی اور ترجمہ شیخ میں بھی بیضاوی کا اسی طرح قول منقول ہے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری باب الصلوٰۃ فی البیعہ کے بعد ہی لکھتے ہیں فکانہ صلے اللہ علیہ وسلم علم انہ مرتحل من ذلک المرض فخاف ان یعظم قبرہ کما فعل من مضی فلعن اللہ الیہود والنصاری اشارۃ الی ذم من یفعل فعلہم۔ انتہی اور ملا علی قاری نے بھی طیبی سے اول حدیث کے تحت میں اسی طرح لکھا ہے وخاف من الناس ان یعظموا قبرہ فعرض بلعنہم لئلا یعاملوا معہ ذلک انتہی اور ملا علی قاری نے اسی حدیث کے تحت میں لکھا ہے سبب لعنہم اما لانہم کانوا یسجدون لقبور انبیاءہم تعظیما لہم وذلک ھو الشرک الجلی واما لانہم کانوا یتخذون الصلوٰۃ للہ تعالیٰ فی مدافن الانبیاء والسجود علی مقابرہم والتوجہ الی قبورہم حالۃ الصلوٰۃ نظرًا منہم بذلک الی عبادۃ اللہ والمبالغۃ فی تعظیم الانبیاء وذلک ھو الشرک الخفی لتضمنہ ما یرجع الی تعظیم مخلوق فیما لم یوذن لہ فنہی النبی صلے اللہ علیہ وسلم امتہ عن ذلک اما لمشابہۃ ذلک الفعل سنۃ الیہود او لتضمنہ الشرک الخفی

انتھے، کذا قالہ بعض الشراح من ائمتنا۔ اور[۱۱] عینی شرح بخاری میں بھی اسی طرح ہے فمنع المسلمین عن مثل ذلک انتھے۔ اور[۱۲] اس کے بعد ملا علی قاری نے قاضی کا قول نقل کیا ہے وقال القاضی کانت الیھود والنصاریٰ یسجدون لقبور انبیاءھم ویجعلونھا قبلۃ ویتوجھون فی الصلوٰۃ نحوھا فقد اتخذوھا اوثانا فلذلک لعنھم ومنع المسلمین عن مثل ذلک اما من اتخذ مسجدًا فی جوار صالح او صلی فی مقبرۃ وقصد الاستظھار بروحہ او وصول اثر ما من اثر عبادتہ الیہ لا للتعظیم لہ والتوجہ نحوہ فلا حرج علیہ الخ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ بقصد تعظیم قبور انبیاء[۱۳] واولیاء کے اوپر مسجد بنانا یا ان کے مقابر پر سجدہ کرنا یا اس کے قریب مسجد بنانا اللہ کی عبادت کرنا یا نماز پڑھنا اس طرح پر کہ ان کی قبور کی جانب توجہ اور سجدہ ہو اس میں تعظیم اولیا بھی مقصود ہو اور عبادت خاص اللہ کے لئے ہو تو شرک خفی ہے اور اگر خالص قبور ہی کو قبلہ بنا کر بطور تعظیم سجدہ کرے تو شرک جلی ہے اور پہلی صورت بقول ملا علی قاری آجکل بعض شاہد اور مزارات میں مسموع اور شاہد ہے اور قول اول کی موئید حدیث مسلم ہے لاتجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیھا (مشکوٰۃ باب دفن میت) ای مستقبلین الیھا لما فیہ من التعظیم البالغ (مرقاۃ) اور یہ بھی واضح ہو کہ اس حدیث میں لفظ علیٰ بطریق عموم مجاز معنی حول کو شامل ہے جیسا کہ تفسیر جلالین میں ہے فقالوا ای الکفار ابنوا علیھم ای حولھم بنیانا یسترھم ربھم اعلم بھم قال الذین غلبوا علی امرھم امر الفتیۃ وھم المؤمنون لنتخذن علیھم ای حولھم انتھے اسی لئے فاضل فیروزآبادی صاحب قاموس نے سفر السعادت میں اس حدیث کا اس طرح ترجمہ لکھا ہے وہنی فرمود کہ بر سر قبرہا مساجد بنا کنند و برگورہا چراغ افروزند و بر فاعل آن لعنت کرد۔ انتہی۔ جیسا کہ اردو محاورہ میں بھی کہا جاتا ہے کہ میں آج دریا پر گیا تھا اور فارسی محاورہ میں امروز بر دریا رفتہ بودم کہا جاتا ہے یعنی دریا کے کنارے نہ دریا کے اوپر فافہم۔ اقول[۱۴] فھو معنی قول عائشۃ لولا ذلک ابرز قبرہ غیر انہ خشی ان یتخذ مسجدًا فان الصلوٰۃ عند من ذلک وان لم یبن مسجد فان الصحابۃ لم یکونوا لیبنوا حول قبرہ مسجدًا وکل موضع تصدت الصلوٰۃ فیہ فقد اتخذ مسجدًا بل کل موضع یصلی فیہ یسمّٰی مسجدًا کما قال صلی اللہ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجدًا وطھورًا البتہ تیسری صورت باقی ہے جو قاضی نے بیان کی یعنی جبکہ نہ تعظیم قبور ملحوظ ہو اور نہ ان کی طرف توجہ بلکہ صرف اثر وفیض روحانی کا وصول مقصود ہو اور ان کی روح سے استفادۂ برکت مطلوب ہو کیونکہ وہ جگہ محل نزول رحمت الٰہی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر مقبرہ میں نماز پڑھے یا جوار صالح میں مسجد بنائے اسمیں اختلاف ہے، ابن ملک

اور بعض دیگر شراح کے نزدیک ناجائز سنۃ یہود کی مشابہت ہے لان فی الصلوۃ فیھا استنانًا
بسنۃ الیھود اور یہ بھی معلوم ہو کہ صلوۃ فی المقابر اور جوار صلحا میں بناء مساجد کا جواز علمائے شافعیہ کا
مذہب ہے۔ قاضی بیضاوی اور ابن حجر شافعی ہیں اور یہ قول انہی سے نقل کیا جاتا ہے۔ علمائے احناف کا
یہ مذہب نہیں ہے بلکہ اُن کے نزدیک قبرستان میں نماز پڑھنا اور قبرستان میں مسجد بنانا اور اس میں نماز
پڑھنا مکروہ ہے ہاں اگر قبرستان میں کسی ایسی جگہ پر مسجد بنائی گئی جہاں کوئی قبر نہیں ہے لا بأس کے
درجہ میں ہے اولیٰ یہ ہے کہ بلا ضرورت (کخوف الفوت) وہاں بھی نہ پڑھے جیسا کہ کبیری و بحر وغیرہ میں ہے
یا عند البعض قبرستان نہ ہو بلکہ کسی ایک قبر کے جوار میں ہو تو بھی مکروہ تحریمہ نہیں۔ خود ابن حجر نے قول
اور استدلال قاضی کو مخدوش کر دیا ہے، ملا علی قاری نے قول قاضی نقل کرنے کے بعد اسکو مخدوش
فرمایا پھر ابن حجر کا قول نقل کیا ہے۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو اس کو پورا نقل کرتا۔ فاضل بدایونی
کی یہ کمال جرأت ہے کہ صرف قول قاضی شافعی جو شوافع کے نزدیک بھی مخدوش ہے حجت میں لائے،
افسوس؟ اہل علم اس جگہ پر ملّا علی قاری کی پوری عبارت دیکھیں اور فاضل بدایونی کے فضل کی داد دیں
ابن حجر قول قاضی کو رد کرنے کے بعد لکھتے ہیں قال ابن حجر وقد صح انہ علیہ الصلوۃ والسّلام نھی عن
الصلوۃ بالمقبرۃ واختلفوا فی ھذا النھی ھل ھو للتنزیہ او للتحریم ومذھبنا الاول ومذھب
احمد التحریم الخ معلوم ہوا کہ شوافع کے نزدیک بھی مکروہ تنزیہی ہے۔ عینی[1] شرح بخاری میں ہے واختلف
العلماء فی الصلوۃ فی المقبرۃ فذھب احمد الی تحریمھا فی المقبرۃ وذھب ابو حنیفۃ الی الکراھۃ
وفرق الشافعی بین المنبوشۃ وغیرھا فقال اذا کانت المقبرۃ مختلطۃ بلحوم الموتی و
صدیدھا لایجوز الصلوۃ فی مکان النجاسۃ ویجوز فی غیرھا۔ انتھیٰ۔ اور ظاہری[2] شرح[3] ترمذی
سیّد عبدالرحیم ظاہری میں بھی اسی طرح ہے وقال ابو حنیفۃ بکراھتھا مطلقًا انتھیٰ اور فیض الباری
شرح بخاری اور خیر جاری[4] شرح بخاری میں بھی اسی طرح ہے اور فتح الباری[5] شرح بخاری میں ہے،
وما یکرہ الصلوۃ یتناول ما اذا وقعت الصلوۃ علی القبر او الی القبر او بین القبرین الخ
چند سطر بعد لکھا ہے وفیہ کراھۃ الصّلوۃ فی المقابر سواء کان بجنب القبر او علیہ او الیہ الخ
قال فی العالمگیری[6] فیما یتصل بالفصل الثانی فی طھارۃ مایستر بہ العورۃ یکرہ الصلوۃ
فی تسع مواطن قوارع الطریق ومعاطن الابل والمزبلۃ والمجزرۃ والمخرج والمغتسل و
الحمام والمقبرۃ وسطح الکعبۃ (ودر فصل ثانی فیما یفسد ومایکرہ فیھا ایضًا) اور زیلعی[7] فصل ثانی باب الجنائز
میں ہے یکرہ ان یبنی علی القبر او یقعد علیہ او ینام علیہ او یوطأ علیہ او تقضٰی علیہ حاجۃ

کالانسان من بول اوغائط او یعلم لعلامۃ کتابۃ او نحوہ او یصلی الیہ او یصلی بین القبور انتہی
اور کبیری میں ہے۔ یکرہ الصلوۃ فی طریق العامۃ لانہ علیہ السلام نہی ان یصلی فی سبع
مواطن فی المزبلۃ والمجزرۃ والمقبرۃ الحدیث ور اختیار شرح مختار میں ہے ویکرہ وطی القبر والجلوس
علیہ والنوم علیہ والصلوۃ عندہ فتاوی رحمانی میں ہے والصلوۃ عند القبور یکرہ انتہی۔ اور
نافعۃ النور لغیر فی مذہب الامام ابی حنیفہ میں مرقوم ہے۔ یکرہ البنکو علیہ والصلوۃ الیہ والصلوۃ بین
القبور (انتہی) فتاوی دستور القضاۃ لقاضی خواجہ میں ہے یکرہ النوم عند القبر و
الصلوۃ عندہ انتہی فتاوی حمادیہ لمفتی ناگوری ابوالفتح رکن الدین بن حسام میں ہے، در خبر آمدہ است کہ
دہ موضع است کہ دران نماز گذاردن مکروہ است ازانجملہ در گورستان برائے تشبیہ جہودان و پرستندگان
گور انتہی۔ اور اسی طرح خلاصۃ الفقہ اور ترغیب الصلوۃ میں بھی ہے۔ اور جناب مولانا شاہ عبدالعزیز
دہلوی حاجی رفیع الدین خان مرادآبادی کے استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔ واز کلام شرح حدیث
کہ درباب نہی در مقبرہ واقع شدہ ارجح ہمیں است کہ نہی از برائے لزوم نوعے از شابہت کفار است در
سجود جمادات والبتہ نماز در مقبرہ مکروہ است بسببے کہ مذکور شد وآنچہ در کتب فقہاء حنفیہ مسطور است
کہ اگر قبر پیش مصلی باشد اشد است از روئے کراہت واگر راست یا چپ باشد کمتر است ازاں واگر
پس مصلی باشد کمتر ازان است اصح ومعتمد علیہ است وآنچہ بعضے شراح سبب نہی نجاست مقبرہ نوشتہ
اند قول فقہاء شافعیہ است کہ بروجہ صواب نیست۔ انتہی۔ اور حدیث ابوسعید خدری قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الارض کلہا مسجد الا المقبرۃ والحمام۔ رواہ ابوداؤد والترمذی و
الدارمی (مشکوۃ) پر جو فاضل بدایونی نے جرح کی کہ ترمذی نے اس حدیث کو مضطرب کہا ہے ہذا
حدیث فیہ اضطراب لہذا یہ حدیث قابل عمل اور لائق استدلال نہیں ہے آن کے فضل کے خلاف ہے
(۱) فیہ اضطراب یعنی من حیث الارسال والاسناد (مرقاۃ) اور حدیث مرسل ومسند ہر دو ہمارے
احناف کے نزدیک حجت ہے (۲) وقد رواہ ابوداؤد مسندًا۔ مرقاۃ۔ پس اضطراب مندفع ہے اور
ملا علی قاری نے یہ بھی لکھا ہے والذی وصلہ ثقۃ ایضًا فلا یضر ارسالہ اور یہ بھی لکھا ہے
وقال ابن حجر وابن ماجہ وسندہ حسن (۳) سید عبدالرحیم ظاہری شرح ترمذی میں لکھتے ہیں
قولہ فیہ اضطراب۔ فیہ اضطراب لان ہذا الحدیث یعنی الارض کلہا مسجد الا المقبرۃ والحمام
قد رواہ ایضًا علی وعثمان وعبداللہ بن مسعود وابوہریرۃ وانس بن مالک وابواسید واسید
ابن حضیر واشعث بن قیس فرواتہ احفظ واکثر اسنادًا من رواۃ الحدیث جعلت لی الارض

كلها مسجدًا وطهورا فلا اضطراب فی ذلك لكنه لم يطلع علىٰ هذه فحكم باضطرابه انتهى
(۴) خود ترمذی نے قول سفیان ثوری کو ترجیح دیکر اضطراب کو دفع کر دیا ہے ان الترجيح اذا وجد انتفى الاضطراب (نکت ابو الفضل عراقی)۔

ایک مغالطہ عامۃ الورود کا جواب

حج قبور وغیرہ میں بعض افعال شرکیہ مثلاً بوسۂ قبر و سفر زیارت قبور بہ نیت تقرب، ومجاورت قبر وغلاف اندازختن وشامیانہ بر قبر ومور چھل وغیرہ وغیرہ کو جو تقویۃ الایمان میں افعال شرک لکھا ہے یہ حقیقی شرک جلی نہیں ہے جس سے فاعل قطعی کافر ہو جاتا ہے بلکہ یہ افعال گناہ اور شرک جلی کے شعبے ہیں اور شرکوں کے افعال ہیں اسلئے ان کو مجازاً شرک بھی کہتے ہیں اور ان کو شرک اصغر بھی کہتے ہیں کیونکہ شرکٌ دون شرکٍ وکفرٌ دون کفرٍ خود محقق ہے اور حدیث شریف میں ہے الریاء شرك اور اخوف ما اخاف عليكم الشرك الاصغر اور ليس من رجل ادعى لغير ابيه وهو يعلمه الا كفر بالله اور الحلفُ لغير الله شرك۔ (وما ثبت انه عليه السلام قال افلح وابيه فهى كلمة تجرى على اللسان عمودًا للكلام اوزينة له لا يقصد بها اليمين - عینی پارہ ۲۷) اور تسمیہ لغیر اللہ کو شرک فرمایا اور حضور علیہ السلام نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا انت رجل فيك جاهلية - اور ایک اور صحابی کو جب اس نے ماشاء اللہ وشئت کہا تو حضور علیہ السلام نے جعلتنى لله ندًّا فرمایا۔ اور من تشبه بقوم فهو منهم الحديث المعاصے تسمى كفرا لكن لا يراد به الكفر المخرج عن الملة (عینی کتاب الایمان) غرض چونکہ یہ افعال علامات شرک اور موہم شرک اور شعبہ شرک ہیں ان کو شرک میں شمار فرمایا ہے کہ ان میں شرک کی لگاوٹ ہے فاعل شرک حقیقی نہیں بنجاتا۔ اسی لئے کہیں تو ایسے موقع پر اس طرح فرماتے ہیں کہ اسپر شرک ثابت ہوتا ہے اور کہیں فرماتے ہیں یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔ چنانچہ علامہ شہید رح نے ابتداہی تقویۃ الایمان صلا میں فرما دیا ہے قولہ اگر بڑے درجہ کا شرک ہے کہ آدمی جس سے کافر ہو جاتا ہے الخ اور جو اس سے ورے درجہ کے شرک ہیں الخ اس تحریر کے بعد کوئی اہل علم تو ہرگز اس قسم کا اعتراض ہی نہیں کر سکتا کیونکہ تقویۃ الایمان میں شرک بالمعنی الاعم یعنی عام شرک اکبر و اصغر کی بحث ہے اور نیز اس کے متعلق خود علامہ شہید اسی مضمون کا ایک فتویٰ ۱۲۲۴ھ میں شائع بھی فرما چکے ہیں ملاحظہ کرلو۔

اور اہل علم پر یہ بھی واضح ہو کہ بعض قیود کو یا بعض استثناء کو بوجہ شہرت یا بوجہ استغناء کہ دوسری جگہ معلوم ہو چکے یا بوجہ قرائن حالیہ ومقالیہ حذف کر دینا یا نظر انداز و فرو گذاشت ہونا تو مصنفین کی عادت مستمرہ ہے اس کے خلاف پر ضد کرنا اور یہ کہنا کہ جہاں مطلق ذکر کیا ہے ہم تو مطلق ہی مراد لیں گے۔

کس قدر جہالت اور ہٹ دھری اور حق سے بُعد ہے۔

برخلاف پیر پرستان اہل اسلام کے نزدیک اپنی طرف سے کسی چیز کو روا ناروا کرنا اور قرآن و حدیث کے خلاف اور ان کے مقابلہ میں کسی بزرگ و امام کے قول کی سند پکڑنا اور اُن کے قول و فعل کو رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھنا اور ان کو اپنی جان و مال کا مالک کہنا یہ سب ناجائز قبیل شرک فی العادۃ سے ہیں۔

اعتراض - علامہ شہید ہی نے غیر مقلدی کا رستہ نکالا ہے بلکہ تقلید شخصی میں شرک کا شائبہ بتلایا ہے کیونکہ تنویر العینین میں ماہر حدیث عارف ناسخ و منسوخ کیلئے لکھا ہے ولیت شعری کیف یجوز تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم الصریحۃ الدالۃ علی خلاف قول الامام المقلد فان لم یترک قول امامہ ففیہ شائبۃ من الشرک انتھے۔ یعنی جبکہ اپنے امام مقلد کے قول اجتہادی کے خلاف صریح اور صحیح غیر منسوخ حدیث ملے تو اس صورت میں تقلید شخصی کیسے جائز ہو سکتی ہے اگر باوجود اس کے بھی اپنے امام کا قول اجتہادی نہ چھوڑا تو اس میں شرک کی لگاوٹ ہے۔ اور فتاوی رشیدیہ ص۲۴ میں ہے وہ (یعنی علامہ شہید یہ فرماتے تھے کہ جبتک حدیث صحیح غیر منسوخ ملے اس پر عامل ہوں ورنہ ابو حنیفہ کی رائے کا مقلد ہوں اور سید صاحب (ان کے پیر) کا بھی یہی مشرب تھا۔ انتہی۔ **الجواب** بعینہ اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ دیگر اہل تحقیق علمائے احناف نے بھی تحریر فرمایا ہے کیا ان اکابر پر بھی غیر مقلدی کا الزام لگایا جائیگا۔ ملفوظات حضرت میرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ میں ہے عجب است کہ حدیث صحیح غیر منسوخ کہ محدثین بیان آں نمودہ اند و احوال رواۃ آں معلوم است و بچند واسطہ میرسد بہ نبی معصوم کہ خطا را براں راہ نیست بعمل نمی آرند و روایت کہ ناقلاں آں قضاۃ و مفتیان اند و احوال ضبط و عدل آنہا معلوم نیست بہ زیادہ از دہ واسطہ میرسد بمجتہد کہ خطاء و صواب از شان اوست معمول گردیدہ است ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا انتہی۔ اور **حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی** مقالۃ الوصیہ میں تحریر فرماتے ہیں (ترجمہ) فقہ کے مسئلے کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ سے ملاتا رہے جو موافق ہو اُسے قبول کرے جو خلاف ہو اُسے ترک کرے کہ کالائے بد بریش خاوند۔ امت کو قیاسیہ مسائل کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ سے ملانا ضروری ہیں اور ایسے فقہ داں متقشفہ کی بات نہ سننی چاہیئے جو ایک عالم کی تقلید کو سند سمجھ کے سنت کو ترک کرے ایسی سے دور رہنے میں خدا کا تقرب جانے انتہی۔ اور **حضرت شاہ عبد العزیز صاحب** نے ایسی تقلید کے متعلق

فتاوی عزیزی ص۱۱۱ میں فرمایا ہے این بلائے تقلید ایشاں را بحدے کشیدہ کہ قول ہر یک فقہاء در مقابل حدیث می آرند و ترجیح می دہند و این از ان قبیل است کہ علماء را ہمپغمبری رسانیدہ سود بلکہ بخدا زیرا کہ در حدیث صحیح ترمذی آمدہ است کہ عدی بن حاتم از جناب نبوۃ صلی اللہ علیہ وسلم در تفسیر آیت اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ عرض کرد یا رسول اللہ آیا ایشان را بخدائے می پرستیدند و خدا می دانستند فرمودند کہ بگفتۂ ایشان حلال و حرام می دانستند گفت آرے فرمودند ہمیں است ارباب گرفتن و ظاہر است کہ منصب ضرب تکلیف و نصب شریعت مخصوص بخدا است، و بے نص قاطع او کسی را این منصب دادن شرک محض است نعوذ باللہ منہا الخ۔ شاہ صاحب کی یہ تحریر بالکل تقویۃ الایمان باب اشراک فی العادات ص۴۳ و ص۳۵ کے مطابق ہے۔ تقویۃ الایمان ص۳۵ میں ہے قولہ ان کی راہ ورسم کو رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھے اور آیۃ و حدیث کے مقابلہ میں ان کے قول کی سند پکڑے الخ سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ اور ص۴۳ میں ہے قولہ کسی کام کو روا ناروا کر دینا اللہ ہی کی شان ہے الخ ..... شاہ عبدالحق کا توشہ حلوہ ہی ہوتا ہے۔ شاہ مدار کی نیاز مالیدہ ہی چڑھتا ہے۔ اور بو علی قلندر کی سہمنی اور اصحاب کہف کی گوشت روٹی سو سب جھوٹے ہیں اور شرک میں گرفتار۔ اور اللہ کی حکومت کی شان میں اپنا دخل کرتے ہیں کہ ایک شرع اپنی جانب قائم کرتے ہیں اور فتاوی عزیزی ص۳۶ میں ہے نسبت بہ بزرگان بمعنی اول یعنی مالک دروغ است و شرک فی التسمیہ (ملخصاً) اور حدیث انت ومالک لابیک میں لام انتفاع کیلئے ہے نہ تملیک کیلئے اور تقویۃ الایمان ص۵۳ میں ہے۔ ذراسی بات میں کہنا کہ تم ہماری جان و مال کے مالک ہو ہم تمہارے بس میں ہیں جو چاہو کرو محض جھوٹ ہے اور شرک کی بات ہے۔ انتہی۔

افسوس بلکہ ہزار افسوس تو یہ ہے کہ مؤلف تحقیقات بہ تقلید فاضلان بدایونی و بریلوی حضرت علامہ شہید پر تشنیع کرتے ہیں اور مولف کے پیر و استاد مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب مرحوم علامہ شہید کا نام لکھکر نہایت ادب سے رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اور غیر مقلدین کے اکثر الزامات کو ان پر سے دفع فرماتے ہیں (دیکھو انتصار الحق ص۱۰۵ و ص۱۲۸)۔

نوٹ:۔ پیر پرستوں پر سخت تعجب ہے کہ جھوٹ بولنے سے بھی کچھ نہیں شرماتے مجلس جامع مسجد دہلی ۱۲۴۰ھ کا ذکر کس قدر غلط تحریر کیا ہے۔ مختصراً واقعہ یہ ہے کہ مولوی فضل رسول صاحب بدایونی نے اپنی عادت کے موافق حضرت مولانا محمد موسی صاحب و مولانا مخصوص اللہ صاحب و مولانا رشید الدین خان صاحب رحمہم اللہ کو علامہ شہید کا مخالف بنانا یا ساں کی خدمت میں جا جا کر بیان کیا کرتے تھے کہ مولوی اسمعیل

اور مولوی عبدالحی صاحبان علانیہ وعظوں میں کہتے پھرتے ہیں کہ عبدالعزیز کی راہ راہ جہنم ہے (معاذ اللہ) اور بوسۂ قبر کو شرک حقیقی اور مباشر کو قطعی مشرک کافر کہتے ہیں اور ایصال ثواب کو اگر کسی نے بغیر تخصیص اور بغیر التزام کے اتفاقیہ طور پر یا اپنی کسی جائز مصلحت دنیاوی سے بھی تیسرے دن کیا تو بھی ناجائز ہے وغیرہ وغیرہ اس پر حضرات موصوفین برافروختہ ہوئے اور ہونا بھی چاہیئے تھا۔ چنانچہ جامع مسجد میں کہ مولانا عبدالحی صاحب وعظ فرما رہے تھے اس امر کی تحقیق کیلئے تشریف لیگئے استفسار پر انہوں نے ان مسائل کو جو ان حضرات اور ان کے خاندان کے معتقدات کے موافق تھے صاف بیان کردیا تب تو مولوی فضل رسول صاحب بہت شرمندہ ہوئے جب ہی تو لکھتے ہیں کہ ہر مسئلہ کا جواب چنداں جمہور کے مخالف نہ تھا لیکن افسوس پیر پرست اس کو کس قدر طول دیکر غلط اور جھوٹ بیان کرتے ہیں اپنی بیتی اہل حق پر مڑھتے ہیں۔ سچ ہے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔ افسوس بوسہ قبر کو کس نے شرک حقیقی کہا ہے اس جھوٹ کا بھی کچھ ٹھکانا ہے یا عادۃ شرک اور فعل شرک کو شرک حقیقی سمجھا ہے۔ اور دوسرا التعجب یہ ہے کہ سیف الجبار ص۸ میں لکھا ہے کہ مولانا محمد موسی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے اکابر اس کے مباشر ہوتے تھے اس قدر صریح جھوٹ بھلا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز وحضرت شاہ ولی اللہ وغیرہما نے کبھی بوسۂ قبر دیا ہو جس کو فقہانے ناجائز عادۃ نصاریٰ لکھا ہے دیگر تعجب یہ ہے کہ اذان بعد دفن کو فقہائے مکروہ اور بدعۃ لکھا ہے (شرح عباب لابن حجر۔ خیر رملی در حاشیہ بحر الرائق، بحر الرائق، توشیح شرح تنقیح الحموی البلخی۔ فتاوی شامی) اور اس مجلس میں اس کا جواز ثابت ہوا بھلا یہ حضرات علماء کرام شاگردان شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ اور اذان بعد دفن کی بدعت افسوس۔ غرض فضل بدایونی نے علامہ شہید کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا تھا حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے شاگردوں اور مریدوں کی خدمت میں جاکر یہ طوفان برپا کرتے تھے کہ مولوی اسمعیل عالم وعظوں میں اور مجلسوں میں بیان کرتے پھرتے ہیں کہ عبدالعزیز کی راہ راہ جہنم ہے اور اسیطرح دیگر علماء کرام کے پاس جاکر طرح طرح کے بہتان باندھتے تھے جب جھوٹ کھلتا تو تقیہ کا الزام لگا دیتے تھے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ہاں البتہ یہ ممکن ہے کہ فضل بدایونی کی کوشش سے کوئی عالم باوجود اہل حق ہونے کے بھی علامہ شہید سے بدظن رہا ہو اور ہذیانات فرسودیہ کو باور کرلیا ہو۔ اور رفع بدظنی کی نوبت نہ آئی ہو جیسے کہ بخاری جیسے محدثین امام اعظم رحمہ سے بدظن رہے یا پیر پرستوں کے عقائد سے ناواقفیت کیوجہ سے اہل حق کو شدت اور سختی پر سمجھتا ہو۔ اور بعض علماء اہل حق کا کسی جزئی مسئلہ میں فقہائے اہل سنت میں مختلف فیہ ہونیکی وجہ سے ایک جانب کو اختیار کرنا اور ترجیح دینا یا جہلا اور عوام کے عقائد واعمال سے ناواقفیت کیوجہ سے افتا میں اختلاف ہونا اور ہے جو علما باللہ میں ہمیشہ سے متوارث ہے

الکواکب المشرقۃ فی کشف ضلال زنادقہ

اب تقویۃ الایمان کے چاروں مطالب اشراک فی العبادۃ واشراک فی التصرف واشراک فی العلم واشراک فی العادۃ تو ختم ہوگئے لیکن جب آفتاب توحید کی چار دانگ عالم میں کرنیں پڑیں اور ظلمت گور پرستی و پیر پرستی کی بنیادیں متزلزل ہوئیں اور پیر پرستوں کی آمدنی میں رخنہ پڑا اور ان عقائد و اعمال شرکیہ میں پیر پرستوں سے کچھ جواب نہ ہوسکا تو پیر پرستوں نے اپنے عقائد شرکیہ پر پردہ ڈالنے کی غرض سے عبارات تقویۃ الایمان کو مقدم و مؤخر اور قرائن حالیہ مقالیہ سے قطع و برید کر کے ملمع چڑھا کر اصل مطلب کو رلا کر افتراء باندھ کر لفظی گرفتیں کر کے عام جاہلوں کو اغواء کرنا اور اس نور کو ماند کرنا چاہا۔ مگر بقول شخصے آسمان کا تھوکا منہ کو آتا ہے یا سہ چراغے را کہ ایزد بر فروزد ﴿ کسے گر تف زند ریشش بسوزد اہل علم کی نظروں میں اپنی رہی سہی وقعت بھی نذر کر دی اور اپنی عاقبت بھی خراب کی۔ بعض کا مضامین کے ضمن میں جواب گذر چکا اور اکثر کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے اور خارجی قولی و فعلی بے اصل بہتانات کا جو اہل علم میں ہذیانات فرسولیہ کر مشہور ہیں جواب فضول ہے و لہا انا اشرع واللّٰہ المستعان وعلیہ التکلان

(۱) **تقویۃ الایمان** ص۴۴ سے اقراری کفر نقل ہے **قولہ** (قرب قیامت کی ایک حدیث کے بعد) سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔ **اعتراض** یعنی جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان تھا مر گیا اب تمام دنیا میں نرے کافر ہی کافر رہ گئے۔ لہذا یہ شخص خود بھی اپنے اقرار سے کافر ہے۔

الجواب اہل ایمان ذرا خیال فرمائیں کہ اس عبارت میں شہید نے کہاں اپنے کفر کا اقرار کیا ہے جس کو معترض نے اقراری کفر سے تعبیر کیا ہے شہید علیہ الرحمۃ کی اگلی عبارت کو جو اس کا لفظ یعنی سے مطلب بیان کیلئے حذف کر ڈالا ہے۔ عبارت یہ ہے **قولہ** سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا یعنی جیسا مسلمان لوگ اپنے نبی ولی امام و شہیدوں کے ساتھ معاملہ شرک کا کرتے ہیں اسی طرح قدیم شرک بھی پھیل رہا ہے اور کافروں کے بتوں کو بھی مانتے ہیں (یعنی معبود) اور ان کی رسموں پر چلتے ہیں جیسا برہمن سے پوچھنا شگون لینا، ساعۃ ماننا، سیتلا سانی پوجنا، ہنومان، لونا چماری، کلوا بیر کی دہائی دینی، ہولی دیوالی کا تہوار کرنا الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں شرک کی راہ اسی طرح کھلے گی الخ اب صاف اس کا یہ مطلب ہوا کہ پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق شروع ہوگیا۔ فتدبر۔ مگر تعصب کا کوئی علاج نہیں۔

(۲) **تقویۃ الایمان** ص۱۹ سے نقل ہے **قولہ** ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیئے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام ہے جیسے جو کوئی

ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں کہتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو ذکر کیا ہے **اعتراض** حضرات انبیاء واولیاء علیہم السلام والرحمۃ کی نسبت ایسے ناپاک ملعون الفاظ **الجواب**۔ ناظرین انصاف فرمائیں کہ علامہ شہید نے اپنی عبارت میں علانیہ کیا اشارتاً بھی حضرات انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کی نسبت کچھ ارقام نہیں فرمایا ہے صاف صاف توحید کی تعلیم دی ہے اور یہ جملہ اور کسی سے ہم کو کیا کام ولا الہ غیرک کا ماحصل ہے اور لفظ چوہڑے چمار کا ترجمہ کسی اہل لغت نے انبیاء واولیا نہیں کیا ہے۔ علامہ شہید نے اُن لوگوں کی نسبت لکھا ہے جو لونا چماری اور کلوا بیر اور بھوانی وکالی وغیرہ وغیرہ کے ماننے والے ہیں لیکن معترضین نے انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس کا مصداق بنالیا اور علانیہ چوہڑے وچمار لکھدیا۔ اگر کوئی شخص کہے کہ چمار کو بلا لاؤ یا چوہڑے کو لے آؤ تو کیا اس سے مراد انبیاء واولیا ہوں گے ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

(۳) **تقویۃ الایمان** ص۱۴ سے نقل ہے۔ **قولہ** جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ **اعتراض**۔ یہاں انبیاء وملائکہ وقیامت وجنت ونار وغیرہ تمام ایمانیات کا صاف انکار کر دیا۔ **الجواب** لاحول ولاقوۃ الا باللہ، کس قدر بہتان بندی اور مجنونانہ اعتراض ہے۔ پیغمبروں کے آنے کا اقرار بھی ہے اور ان کا انکار بھی ہے وہ بھی صاف۔ ضلع دہلی اور اس کے گرد ونواح کے محاورہ میں اللہ کو ماننے کے معنی، اللہ کو معبود برحق یقین کرنے کے بھی ہیں اور اللہ کے سوا کسی کو نہ مانے یعنی معبود نہ جانے ایسے موقع پر اس معنی میں یہ لفظ عام مستعمل ہے اور بول چال میں عام شائع ہے۔ چنانچہ خود تقویۃ الایمان میں کئی جگہ ہے مثلاً بتوں کو بھی مانتے ہیں۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو مانتے ہیں۔ فلانے کو مانو گے تو یہ ہوگا اور فلانے کو مانو گے تو یوں ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ ہاں البتہ تعصب کا کوئی علاج نہیں۔

(۴) **تقویۃ الایمان** ص۲۹ میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سب فضائل وکمالات عبدہٗ ورسولہٗ کہنے میں آجاتے ہیں۔ **اعتراض** یہ حضور کے سب فضائل خاصّہ سے کفر ہے۔ **الجواب** معاذ اللہ اس شخص کے نزدیک ہر چیز کفر ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنے مکتوبات کے نویں رسالہ میں الدین النصیحۃ کی حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں کہ تمام کمالات ظاہری اور باطنی جتنے ہیں وہ سب عبدہ ورسولہ میں آگئے۔ اور عبودیت خاص آپ کی ذات شریف سے مخصوص ہے کہ حقیقی بندہ آپ کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔ خدا خدا ہے اور وہ بندہ اسکے، انتہیٰ۔ اور مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ جلد اول نولکشور ص۲۶۷ میں ہے بمرتبۂ عبدیت کہ فوق جمیع مراتب کمال است، اور رسالت

اصلیہ حقیقیہ بھی آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔ فتدبر۔ خود حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کا تطرونی
فقولوا عبدہ ورسولہ متفق علیہ هكذا فی شرح الفقہ الاکبر لملا علی القاری رح

(۵) تقویۃ الایمان ص۳۹ سے نقل ہے۔ قولہ ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ (برسالتہ تعالیٰ) اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور بُرے بھلے کاموں سے واقف ہیں اور اس بات کی ان میں کچھ بڑائی نہیں کہ جس کو چاہیں مار ڈالیں یا اولاد دیویں انتہیٰ مختصراً۔ اعتراض اس کفر نے معجزے درکنار رسالت بھی اُڑا دی اور ص۴۹ میں ہے قولہ سب لوگوں سے مجھکو امتیاز یہی ہے کہ میں اللہ کے احکام سے واقف ہوں اور لوگ غافل۔ اعتراض۔ اب ہدایت بھی گئی۔ نری احکام دانی رہگئی۔ الجواب یہ قول قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ کا ترجمہ ہے۔ حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت میں قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب الآیۃ بالکل تقویۃ الایمان کے قول کے مطابق موضح القرآن میں لکھتے ہیں یعنی پیغمبر آدمی کے سوا اور کچھ نہیں ہو جاتے کہ ان سے محال باتیں طلب کرے ایک اندھے اور دیکھتے کا فرق ہے انتہیٰ۔ معترض صاحب اب شاہ صاحب قدس سرہ پر بھی کچھ فتوی لگاوے یا اپنی کج فہمی پر روئے۔

(۶) تقویۃ الایمان ص۹۲ سے نقل ہے قولہ میں بھی ایکدن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں کب سجدہ کے لائق ہوں۔ اعتراض۔ اس میں حفظ جسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔

الجواب۔ حاشا وکلا اعلٰی شہید حفظ جسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر نہیں۔ مٹی میں ملنا عام دو معنی کو شامل ہے ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی میں ملنا۔ دوسرے بعینہٖ محفوظ رہتے ہوئے مٹی میں ملنا۔ کہ چاروں طرف سے مٹی احاطہ کرے اور بالکل مٹی میں ملصق اور پیوست ہو جائے۔ یہاں مراد دوسرے معنی ہیں قال الطیبی فاذا اصرت رهین رمس امتنعت عنه فلا ینبغی السجدۃ الخ (لمعات مرقاۃ) عام طور پر بولا جاتا ہے کہ جو گیہوں میں مل گئے۔ اور مٹی میں ملنا اور مٹی سے ملنے میں فرق نکالنا باطل ہے جبکہ مردہ بالکل مٹی کے اندر غائب اور چھپا ہوتا ہے۔ فتفکر۔ اور محدث گنگوہی نے زبدۃ المناسک میں اور علامہ نانوتوی نے مستقل رسالہ آبحیات میں اور شیخ الہند نے حاشیہ ابو داؤد میں اور مولانا سہارنپوری نے شرح ابو داؤد میں اور مولانا تھانوی نے نشر الطیب میں بھی حضور علیہ السلام کی جسمی حقیقی حیات کو مدلل ثابت فرمایا ہے۔

(۷) تقویۃ الایمان ص۳ سے نقل ہے قولہ یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ اور رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے اس کو بڑا علم چاہئیے ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں اور اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے سو ہماری کیا طاقت کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت

کرتی ہیں سو یہ بات بہت غلط ہے الخ **اعتراض** - یہ قرآن مجید کی تکذیب ہے قال اللہ تعالیٰ وتلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العٰلمون الآیۃ **الجواب** ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر چرپوز اعتراض ہے علامہ شہید عوام الناس کے غلط خیال اور ان کے بہانہ کو کہ ہم قرآن سمجھنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اس پر عمل کر سکتے ہیں - بزرگوں کا کام ہے لہذا ہم کو اپنی پرانی رسموں ہی پر عمل مناسب ہے اسکی تردید فرماتے ہیں کہ یہ خیال ہرگز نہ چاہیئے خدا و رسول کا کلام سمجھنا مشکل نہیں سمجھنے کی کوشش کرو تم خود عالم بنجاؤ گے عمل کرو تم خود بزرگ بن جاؤ گے چنانچہ چند سطر بعد لکھتے ہیں بلکہ یوں کہا چاہئے کہ جاہل لوگ ان کا کلام سمجھکر عالم ہو جاتے ہیں اور گمراہ لوگ ان کی راہ چل کر بزرگ بنجاتے ہیں - باقی رہا یہ کہ کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیئے صحیح ہے کیونکہ علامہ شہید ظواہر و نصوص کی نسبت بیان فرماتے ہیں جس کے معنی بالاجماع بالکل ظاہر ہوتے ہیں ماظہر معناہ نہ دقائق و غوامض و اشارات، قرآن کریم کی نسبت ذکر کرتے ہیں کچھ تو تعصب سے الگ ہو کر غور کرو -

(۸) **تقویۃ الایمان** صـ۲۴ سے نقل ہے **قولہ** عندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو الآیۃ سو اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے - یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے کسی ولی و نبی کو جن و فرشتے کو، پیر و شہید کو امام و امام زادے کو بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں بلکہ اللہ صاحب اپنے ارادہ سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دیتا ہے - **اعتراض** اس میں صاف صاف کہدیا کہ فی الحال اللہ کو علم غیب نہیں ہاں اختیار رکھتا ہے کہ جب چاہے معلوم کرلے اور یہ کفر ہے **الجواب** معترض صاحب اگر اس آیت کی تفسیر تفسیر مدارک اور کمالین میں دیکھتے تو معلوم ہو جاتا کہ جو معنی اور مطلب علامہ شہید نے بیان کیا بعینہ اسی طرح مدارک اور کمالین میں بھی موجود کہ یہ علی وجہ الاستعارہ ہے کہ صرف اللہ جل شانہ ہی صاحب مفتاح کی طرح متوصل الی الغیوب ہے اور غیر اللہ کو یہ قدرت نہیں کہ جب چاہے دریافت کرلے اور نیز اگر لیعلم اللہ الذین اٰمنوا الآیۃ اور ولیعلمن اللہ الذین صدقوا الآیۃ ولنعلم الآیۃ وغیرہا آیات کثیرہ قرانیہ کی تفسیر کو دیکھ لیتے تو کبھی اعتراض نکرتے تفسیر جلالین اور بیضاوی اور تفسیر عزیزی سورۂ آل عمران اور سیقول میں ہی دیکھتے تو تسلی ہو جاتی ای علم ظہور - و دانستن حالی کہ بدون وجود معلوم متحقق نمی شود **تفصیل** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کا اطلاق دو معنی میں آتا ہے - ایک علم غیب اجمالی بسیط فعلی ہے جو صفت کمالیہ ہے اور تمام اشیاء کے انکشاف تامہ کا منشا ہے اور تمام معلومات الٰہی کی طرف نسبت برابر ہوتی ہے اور حضور معلوم پر موقوف نہیں نہ بنفسہ بصورتہ اسی لئے اسکو علم غیب کہتے ہیں - یہ علم غیب

یہ علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مختص ہے اللہ تعالیٰ کا حقیقی علم غیب اور صفت ذاتی یہی ہے۔ دوسرے علم غیب تفصیلی انفعالی جو صفت کمالیہ نہیں اور حضور معلوم پر موقوف ہے یہ عند اللہ تعالیٰ صور علمیہ کا حضور ہے یعنی تمام معلومات الٰہی اپنی صور علمیہ کے ساتھ عند اللہ حاضر ہیں یہ علم اجمالی کے تابع اور بعد ہے یہ من وجہٍ علم غیب اور من وجہ علم شہادت ہے یعنی یہ اصل عند اللہ تو علم الشہادۃ ہی ہے لیکن تمام مخلوق کے اعتبار سے علم ما غاب عن العباد یہ علم غیب کہلاتا ہے۔ ورنہ کیا خدا سے بھی کوئی چیز غائب ہے یہ غیب یعنی صور علمیہ مجعول اور حادث ہیں اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے تحت میں داخل ہیں اور تعلق علم بھی حادث ہے، پس غیب کا دریافت کرنا یعنی ان صور علمیہ کو دریافت کرنا یعنی ظہور میں لے آنا اور علم غیب اجمالی کا صور علمیہ کے ساتھ تعلق اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کرلیجئے اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے عندہٗ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو اسی طرف اشارہ ہے یعنی علم غیب اجمالی بسیط جو صفت کمالیہ ہی بمنزلہ مفتاح کے ہے صور علمیہ تفصیلی کے لئے جو تمام مخلوق سے غائب ہیں، ان صور علمیہ پر اطلاع جس قدر اللہ چاہے اپنے اختیار سے دیتا ہے ورنہ کسی کو یہ قدرت نہیں کہ جب چاہے خود ہی غیب کی بات معلوم کرلے اور ان صور علمیہ پر اطلاع پالے کیونکہ یہ وہی کرسکتا ہے جس کے پاس ان غیوب اور صور علمیہ کی کنجیاں ہوں یعنی مبدء انکشاف ہو

(۹) اور بعض جگہ **تقویۃ الایمان** میں ذات باری پر شخص کا جو اطلاق کیا گیا ہے سو اسکی وجہ یہ ہے کہ شخص کا اطلاق شریعت میں ذات باری پر ثابت ہے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاق فرمایا ہے **لا شخص اغیر من اللہ** (بخاری ص۱۱۰۳/۲) لیکن یہ متشابہات سے ہے جیسے ید و وجہ وغیرہ فلیتأمل (والتفصیل فی الکرمانی علی حاشیتہ)

(۱۰) **تقویۃ الایمان** ص۱۵ سے نقل ہے۔ **قولہ** شرک نہ بخشا جاویگا جو اس کی سزا ہے مقرر ملے گی پھر اگر بڑے درجہ کا شرک ہے کہ آدمی جس سے کافر ہو جاتا ہے تو اس کی سزا یہی ہے کہ ہمیشہ کو دوزخ میں رہیگا . . . اور جو اس سے ورے درجہ کے شرک ہیں ان کی سزا جو اللہ کے ہاں مقرر ہے سو پاویگا اور باقی جو گناہ ہیں ان کی جو جو سزائیں اللہ کے ہاں مقرر ہیں سو اللہ کی مرضی پر ہیں چاہے دلوے چاہے معاف کرے انتہی۔ **اعتراض** اس سے معلوم ہوا کہ شرک اصغر جو گناہ کبیرہ ہیں نہ بخشے جائیں گے ان کی سزا ضرور ملے گی یہ معتزلیوں کا عقیدہ ہے۔ **الجواب** معتزلی عقیدہ ہرگز نہیں ہاں علامہ شہیدؒ کی اہل سنت کے مذہب کے موافق اس باب میں تحقیق جدید ضرور ہے دراصل ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء الآیۃ میں جمہور اہل سنت نے دو صورتیں تجویز کی ہیں۔ ایک یہ کہ شرک بمعنی کفر لیا جائے یعنی کفر نہ بخشا جائیگا اس کے علاوہ سب گناہ بخشے جاسکتے ہیں اور شرک بھی کفر میں داخل ہے

دوسرے شرک کو شرک ہی کے معنی میں رہنے دیا جائے اور ما دون کے معنی شرک سے کم درجہ کے گناہ مراد لئے جائیں اور کفر ما دون ذلک میں داخل نہیں کہ کفر شرک سے کم درجہ نہیں ہے اور علامہ شہیدؒ کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ شرک کو اپنے معنی عموم شرعی میں رکھنا چاہیئے کہ ہر قسم کے شرک باللہ کی سزا ضرور ملے گی یعنی جس شرک سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اس کی سزا جہنم دائمی ہے اور دوسرے درجہ کے شرک کی جو سزا مقرر ہے وہ حسب وعید خداوندی ملے گی جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بعض ریاکاروں کے اعمال ان کے منہ پر چھوڑ کر مار دیئے جائیں گے اور ان کو رسوا کیا جائیگا بس اسکی یہی سزا مثلاً مقرر ہے (کرمانی علی حاشیۃ البخاری) اور خصوصاً ایسے عمل میں جس میں شرک کی آمیزش ہے باتفاق اہل سنت حبط عمل کی سزا تو ضرور ہی ہے (شرح فقہ اکبر ملا علی قاری) اور باقی جس قدر گناہ کبیرہ ہیں وہ سب خدا کی مرضی پر ہیں چاہے بخشدے چاہے سزا دے بہرحال اس میں معتزلہ کے مذہب کی ہرگز موافقت نہوئی ان کے نزدیک تو بوجہ خروج عن الایمان ہر گناہ کبیرہ کی سزا مخلد جہنمی واجب ہے۔ فتفکر۔

(۱۱) **اعتراض** - تقویۃ الایمان بیان شفاعت میں شفاعت کی تین قسمیں لکھی ہیں۔ شفاعۃ بالوجاہت - شفاعت بالمحبت - شفاعت بالاذن - پہلی دو قسموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ناجائز مانا اور تیسری کو ثابت کیا ہے حالانکہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا اس قدر عند اللہ وجاہت نہیں اور کیا حضور علیہ السلام خدا کے حبیب نہیں کہ آپ کی محبت یا وجاہت قبول شفاعت کی وجہ بنجائے اور تیسری قسم کو جو مانا ہے اس میں بھی بعض ایسی شرطیں لگائی ہیں جو بالکل گناہ ہی نہیں رہتا - حالانکہ حضور علیہ السلام اہل کبائر کی شفاعت فرمائیں گے (۱) ہمیشہ کا چور نہیں - (۲) چوری کو اس نے پیشہ نہیں ٹھیرایا - نفس کی شامت سے قصور ہو گیا اسپر شرمندہ ہے رات دن ڈرتا ہے (۳) بادشاہ کے آئین کو سر و آنکھوں پر رکھکر اپنے تئیں تقصیروار سمجھتا ہے (۴) بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا (۵) اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا الخ - پس جب گناہوں پر شرمندہ ہوتا ہے تو بس یہی توبہ ہے الندم توبۃ الحدیث التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ الحدیث - **الجواب** بیشک تقویۃ الایمان میں اہل دنیا کی سفارش کو کئی طرح لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں **قولہ** دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے الخ اوّل بادشاہ کا کسی امیر سے دبکر سفارش مان لینا کہ کہیں اس کے ناخوش ہو جانے سے میری سلطنت کی رونق نہ گھٹ جائے اسکو شفاعۃ وجاہت کہا ہے اور یہ سفارش جناب باری میں ممکن نہیں - اور دوسرے یہ کہ سفارشی کی محبت سے لاچار ہو کر اور یہ سمجھکر کہ اس کے روٹھ جانے سے مجھکو بہت رنج ہوگا سفارش مان لینا اسکو شفاعۃ محبت کہا ہے یہ بھی جناب باری

میں ممکن نہیں اور تیسرے یہ کہ کوئی امیر وزیر خود بادشاہ کی مرضی پاکر کسی تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت و وجاہت بڑھانے کو یہ مرتبہ اس کو عنایت فرماتا ہے اس کو شفاعۃ بالاذن کہا ہے سو اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور یہی شفاعت بالاذن قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کسی سے دبنے والا اور کسی کی محبت سے مجبور اور لاچار ہونے والا نہیں ہے (ملخصاً) یعنی خدائے تعالیٰ اپنی مہربانی سے کسی گناہ گار کو بخشنا چاہتا ہے مگر چونکہ خداوند عالم مسبب الاسباب ہے تو اپنی عادت کے موافق بے سبب نہ بخشیگا بلکہ انبیا و اولیا علیہم الصلوۃ والثنار کو انکی عزت و وجاہت و اعزاز بڑھانے کو یہ مرتبہ ان کو عنایت فرمائیگا۔ شفاعت کا اذن دیکر بخشنے کا سبب و وجہ قائم کردیگا۔ الغرض یہ بات نہیں کہ شفاعت بالاذن کے مفہوم میں شفیع کی عزت و محبت و وجاہت ملحوظ نہیں۔ تقویۃ الایمان میں خود شفاعت بالاذن کے بیان میں یہ الفاظ موجود ہیں ۲ اور شفاعت کبری اور شفاعت دخول جنت بلاحساب ہر دو شفاعتیں تو آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہیں اور باقی تین اور شفاعتیں احادیث کثیرہ سے انبیاء و اولیا علیہم الصلوۃ والثنار کے لئے بھی ثابت ہیں (نووی شرح مسلم) اور تقویۃ الایمان میں شفاعت کبری کی کچھ خاص مخصوص بحث نہیں ہے مطلق شفاعت کا بیان ہے۔ فافہم۔ باقی رہا شفاعت میں جو شرطیں لگائی ہیں بعض تو نفس ایمان اور اس کے لوازمات و مقتضیات کے اثبات میں اور بعض کفر و شرک سے اجتناب کے لئے ہیں کیونکہ بالاتفاق کافر اور مشرک کی شفاعت نہیں اور بعض قیود اس لئے ہیں کہ ایمان کے ساتھ کچھ طاعت اوامر و نواہی پر عمل بھی کیا ہو اگر ایمان کے علاوہ طاعت کچھ بھی نہیں کی تمام عمر ہمیشہ گناہوں اور نافرمانیوں میں گذری تو بھی شفاعت نہیں بلکہ خداوند تعالیٰ خود ایسوں کو محض اپنے فضل و عفو سے بخشیگا۔ بخاری ص۱۱۰۲ میں ہے فیشفع النبیون والملائکۃ والمؤمنون فیقول الجبار بقیت شفاعتی فیقبض قبضۃ الخ بغیر عمل عملوہ ولا خیر قدموہ الحدیث اور عینی میں اسی حدیث کے تحت میں ہے علم منہ ان شفاعۃ الملائکۃ والنبیین والمؤمنین فیمن کان لہ طاعۃ غیر الایمان الذی لا یطلع علیہ الا اللہ انتہیٰ۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ مومن گناہ کرتا ہے تو ایسا سمجھتا ہے جیسے پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اور فاسق کافر جیسے ناک پر مکھی آبیٹھی اور اڑادی (بخاری شریف) ویذکر عن الحسن ماخافہ الا مؤمن ولا امنہ الا منافق (بخاری شریف) الاصرار علی الکبیرۃ کفر حقیقۃ ای یخشی علیہ (شرح فقہ اکبر) اور یہ بھی یاد رہے کہ توبہ فقط شرمندہ ہونے کا نام نہیں ہے دیدہ دانستہ کس قدر جاہلوں کو دھوکا دیا جاتا ہے بلکہ الندم والعزم علی عدم المعاودۃ (عینی) توبہ ہے نہ

۲ معترض الموحدین کو دھوکا دیتا ہے

صرف ندامت وهو اعظم ارکان التوبۃ ولذلک ورد الندم توبۃ (شرح فقہ اکبر لملا علی وارشاد المہتدی ص۱۲۳ مطبوعہ مصر) اور بنا بر تسلیم دوسرا جواب یہ ہے کہ تقویۃ الایمان میں استحقاق شفاعت کا بیان ہے نہ وقوع شفاعت کا اور گناہ کبیرہ کا پیشہ ور مستحق شفاعت نہیں۔ شرح عقائد نسفیہ مجتبائی کے حاشیہ میں ہے الحکم فی المکروہ ان یستحق مرتکبہ حرمان الشفاعۃ کما ذکر فی التلویح فیکون حرمان اهل الکبائر اولی۔ اور حدیث شریف میں ہے من ترک سنتی فلم ینل شفاعتی (یعنی لم یستحق شفاعتی وان کان وقوع شفاعتی لاهل الکبائر ایضا) توضیح وفتاوی شامی)

اور یہ بھی واضح ہو کہ بخاری میں ہے فیؤذن لی فیحد لی حدا اشفع تشفع الحدیث اور مواہب لدنیہ فصل ۲ مقصد ۵ میں ہے بل ربہ تبارک وتعالیٰ یاذن له فی الشفاعة فیشفع فیمن شاء الله ان یشفع فیه ولا یشفع فی غیر من اذن له ورضیه انتهی۔ اور علامہ زین الدین تمیذ ابن حجر مکی مرشد الطلاب میں لکھتے ہیں بل یشفع لمن اذن الله فی شفاعته انتہی۔ معلوم ہوا کہ اگرچہ اذن شفاعت آپ کو مل چکا ہے لقولہ علیہ السلام اعطیت الشفاعة مگر ادب عظمت جلال کبریائی کی وجہ سے آپ قیامت میں بھی اذن لیں گے اور آپ کو اذن دیا جائیگا۔ اور حد مقرر کردی جائے گی جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو شفاعت کرانا منظور ہوگی انہیں کے متعلق آپ شفاعت فرمائیں گے۔ اور جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو شفاعت کرانا منظور نہ ہوگی ہرگز شفاعت نہ فرمائیں گے۔

(۱۲) تقویۃ الایمان میں لکھا ہے قولہ کہ انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے پس انبیاء واولیاء کی ایسی ہی تعظیم کرنا چاہئے جیسی کہ انسانوں کی نہ خدا کی سی (ملخصا) اعتراض۔ کیا ان کے نزدیک حضور علیہ السلام کا بس یہی مرتبہ ہے جیسے بڑے حقیقی نسبی بھائی کا۔ جواب معاذاللہ۔ کوئی ادنیٰ مسلمان بھی فخر بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رتبے میں بڑے حقیقی نسبی بھائی بلکہ باپ کے برابر نہیں سمجھ سکتا (ہمارے ہزاروں ماں باپ آپ پر فدا ہوں) بلکہ علامہ شہید مرحوم نے ایک حدیث شریف اکرموا اخاکم کا ترجمہ اور مطلب اور اس میں ایک نکتہ بیان فرمایا ہے یعنی حضور علیہ السلام نے جو کہ اکرمونی نہیں فرمایا بلکہ جب ایک صحابی نے سجدہ کرنے کی اجازت چاہی تو حضور نے منع فرما کر اکرموا اخاکم فرمایا ہے تو اسکی وجہ بلاغت کی رو سے یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان بنص قطعی نفس انسانیت اور بشریت میں مشترک ہیں۔ اس اشتراک کی وجہ سے تمام بنی نوع انسان آپس میں انسانی بھائی ہوئے تو پس وہ انسان جو سب سے بڑا اور اشرف واعلیٰ ہے اور نبیوں کا نبی اور اکمل الخلق ہے وہ سب سے بڑا انسانی بھائی ہوا تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ میری انسانوں کی سی تعظیم کرنی چاہئے

اور اسی قدر ہونی چاہئے جو بنی نوع انسان کے سب سے بڑے کنبے کی ہونی چاہئے۔ نہ خدائی سی سجدہ وغیرہ چنانچہ یہ مضمون تقویۃ الایمان میں مصرح موجود ہے ورنہ رشتہ روحی اور ایمان میں آپ اب المومنین ونبی الانبیاء ہیں چنانچہ تقویۃ الایمان ص۲۳ میں تصریح فرماتے ہیں۔ سب انبیاء و اولیا کے سردار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ص۱۶ میں ہے کہ ہمارے پیغمبر سارے جہان کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک اُن کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد توحید اور رسالت کی شہادت کی تعلیم کے ساتھ ان العباد کلھم اخوۃ کی شہادت کی بھی تعلیم دیتے تھے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی دبر صلوٰتہ اللھم ربنا و رب کل شئی انا شھید انک انت الرب وحدک لا شریک لک اللھم ربنا و رب کل شئی انا شھید ان محمدا عبدک و رسولک اللھم ربنا و رب کل شئی انا شھید ان العباد کلھم اخوۃ الخ (ابوداؤد مطبوعہ نامی ص۲۱۱ کتاب الصلوٰۃ باب ما یقول الرجل اذا سلم) مگر افسوس اہل بدعت نے صاف اور سیدھے مطلب پر کس قدر شور مچایا ہے اور شیخ محی الدین بن عربی رح نے فتوحات مکی کے پانچویں باب میں لکھا ہے فنحن الاخوان وھم الاصحاب ان پر بھی کچھ فتوی لگائیں۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بھائی کہا ہے انتم اصحابی واخواننا الذین لم یاتوا بعد (مشکوۃ کتاب الطہارۃ فصل ۲)

(۱۳۳) **اعتراض**۔ تقویۃ الایمان میں رسول اکرم فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چمار سے ذلیل کہا ہے عبارت یہ ہے **قولہ** جس نے اللہ کا حق (عبادت) اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے (یعنی بہت بڑے) کا حق لیکر ذلیل سے ذلیل (یعنی بہت بڑے ذلیل کو لانہ لا واسطۃ بین الخالق والمخلوق) کو دیدیا۔ جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھد یجئے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہو گی اور یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے اور دوسری جگہ کہا ہے ذرۂ ناچیز سے کمتر۔ **الجواب** حضور علیہ السلام کی شان میں ہرگز یہ نہیں لکھا کہ آپ خاکم بدہن چمار سے ذلیل ہیں معاذ اللہ۔ خود ہی یہ لفظ منہ سے نکال کر توہین کرتے ہیں۔ ہاں البتہ یہ لکھا ہے کہ جیسے ایک بادشاہ کے مرتبہ کے مقابلہ میں چمار کا درجہ ہے اس خدائے قدوس کی عظمت و جلال کے مقابلہ میں تمام مخلوق کی عظمت کا مرتبہ گو قرب الٰہی میں دوسروں کے اعتبار سے کیسا ہی عظیم و عزیز ہو اس سے بھی ادنی اور حقیر ہے کیونکہ بادشاہ اور چمار پھر بھی دونوں مخلوق انسان محتاج ہیں لیکن خالق و مخلوق میں کوئی بھی نسبت نہیں غرض بادشاہ اور چمار میں جو نسبت ہے اور خالق و مخلوق میں جو نسبت ہے ان ہر دو میں تفاوت ظاہر کیا ہے اور بادشاہ کے مقابلہ میں چمار کو اور خالق کے مقابلہ میں مخلوق کو رکھا ہے اور حضور علیہ السلام کا اس میں نام تک بھی نہیں آیا۔ یعنی جیسے بادشاہ کا تاج کسی چمار کے سر پہ رکھدیا جائے ظلم ہو گا اس سے بڑھکر یہ انصافی

ہے کہ خداوند عالم کا حق کسی بندے کو دیدیا جائے۔ چمار تو انقلاب زمانہ سے بادشاہ بن کر مستحق تاج کا بن بھی سکتا ہے۔ لیکن مخلوق خواہ کسی قدر عظیم المرتبت ہو جائے خالق مخلوقات جل شانہ کے حقوق کا مستحق بن ہی نہیں سکتا۔ **اصل بات یہ ہے** کہ جس قدر عارف کے قلب پر عظمت الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے اسی قدر تمام مخلوق عظمت الٰہی کے سامنے حقیر معدوم ہونے لگتی ہے۔ حضرت[1] شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ نے عوارف المعارف ص۴۵ باب ۶۳ ذکر بدایۃ و نہایۃ میں فرمایا ہے لا یکمل ایمان المرء حتی یکون الناس عندہ کالاباعر انتہی۔ اور[2] ایسے ہی فوائد الفواد کی تیسری جلد آٹھویں مجلس میں حضرت شاہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے ملفوظات میں ہے (ترجمہ) کسی کا ایمان کامل نہیں ہوتا جبتک کہ تمام مخلوق اسکو ایسی دکھائی نہ دے جیسے کہ پشک یعنی اونٹ کی مینگنی (۳) اور حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روض الریاحین کے آخر میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ میں لکھا ہے کہ تمام مخلوقات ملائکہ و جن و انس عرش و کرسی و لوح و زمین و آسمان وغیرہ وغیرہ عظمت الٰہی کے روبرو رائی کے دانہ سے بھی حقیر ہے انتہی (۴) اور عارف منیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب ۳۵ میں لکھا ہے کہ جب تو اس ذات کی عظمت و جلال کا خیال کرے تو تمام مخلوق عدم نظر آئے (۵) اور تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر مدارک میں ان کل من فی السموٰت والارض الا اٰتی الرحمٰن عبدا الاٰیۃ کے معنی میں عاجز اور ذلیل لکھے ہیں فافہم۔

(۱۴) پیر پرست اور اہل بدعت مشہور کرتے ہیں کہ تقویۃ الایمان محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا ترجمہ اور شرح ہے **جواب** یہ محض غلط اور افترا ہے اور دعویٰ بے دلیل ہے اہل علم پر جنہوں نے کتاب التوحید کے مضامین کو جو سیف الجبار للفاضل البدایونی میں نقل ہے دیکھا ہوگا ظاہر ہے کہ کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان میں کچھ مناسبت نہیں وہ شخص شفاعت کا بالکل منکر۔ اور روضہ منورہ کو صنم اکبر کہتا تھا معاذ اللہ۔ وہ کہتا تھا کہ ہمارے ہاتھ کی لکڑی ذات سرور کائنات سے ہمکو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ اور بے دلیل لوگوں کو کافر کہنا اور بیگناہ خون بہانا اس کی مشہور خصلت تھی اور تمام شعبہائے شرک کو شرک اکبر اور شرک خفی کو شرک جلی اور شرک اصغر کو اکبر اور فعل کو شرک حقیقی جانتا تھا اور توسل بالانبیاء والاولیاء علیہم السلام والرحمۃ کو شرک کہتا تھا۔ بھلا تقویۃ الایمان میں ایسے خبیث مضامین کا کہیں پتہ مل سکتا ہے لیکن ابھی ابھی کتاب التوحید مطبع فاروقی دہلی کی چھپی ہوئی مجکو دستیاب ہوگئی ہے میں نے اول سے آخر تک اسکو بغور دیکھا ہے ص۱۳ میں مومنین کے لئے شفاعت کا اثبات کیا ہے اور ص۱۴ میں ہے نہیہ عن زیادۃ قبرہ علی وجہ مخصوص مع ان زیارتہ من افضل الاعمال اور صلوٰۃ الرجل و سلامہ علیہ تبلغہ۔ اور کونہ صلی اللہ علیہ وسلم فی البرزخ تعرض اعمال امتہ۔ غرض کوئی مسئلہ

اس میں محدثین کے خلاف نظر نہ پڑا۔ البتہ نذر لغیر اللہ اور استغاثہ بغیر اللہ اور نداء استغاثہ بغیر اللہ کو شرک اکبر لکھا ہے اور وہ عبارتیں جو سیف الجبار میں کتاب التوحید سے منقول ہیں اور ویسا مضمون کتاب التوحید میں کہیں نہیں ہاں اگر کہیں اور کسی کتاب میں اس کے یا اس کے مقتدیوں کے عقائد باطلہ فاسدہ اور افعال زائغہ مذکور ہوں تو ہوں مجھے تحقیق نہیں۔ اور ہمعصر مخالفین کی جرح کا چنداں اعتبار نہیں ہوتا۔ کتاب التوحید اور علماء مکہ کی تردید جو سیف الجبار میں ہے وہ فرضی ہے۔ بہرحال جس قدر اہل حق کو پیر پرستوں سے اختلاف عقائد ہے اسی قدر وہابیوں سے اختلاف عقائد ہے یہ حضرات نہ وہابی ہیں نہ بدعتی پیر پرست پکے اہل سنت والجماعۃ ہیں، افراط تفریط سے علیحدہ ہیں۔ اگر ادھر پیر پرستوں نے شرک تک نوبت پہنچا دی ہے اور طرح طرح کی بدعات و شرکیات کا ارتکاب کرتے ہیں تو ادھر وہابی فرقہ سنتا ہے بزرگوں کے فیوض سے منکر ہو کر توسل تک کو ناجائز بلکہ شرک کہتا ہے اور بلا تفصیل مطلق ندا یا رسول اللہ کو بھی شرک اکبر اور مرتکب کو مشرک کہتا ہے۔ اور مطلق تصرف انبیاء و اولیاء ثابت کرنے کو شرک اکبر اور اپنے سوا سب مدعیان اسلام کو بلا وجہ وجیہ مشرک اور کافر اور ان سے جہاد اور ان کے اموال چھین لینا واجب جانتا ہے واللہ اعلم۔ اور **محدث گنگوہی** نے تو صاف اس کے عقائد سے فتاوی رشیدیہ ص۲۴ میں لاعلمی ظاہر فرمائی ہے۔ قولہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے عقائد کا حال مجھکو معلوم نہیں (انتہی) ہاں اس کا حنبلی المذہب ہونا آپ نے سنا تھا اس لئے حنبلی المذہب معلوم ہونے کی بنا پر اس کے عقائد کا عمدہ ہونا بھی بیان فرمایا ہے اور اس کے مقتدیوں کی کمال سختی۔ بھلا حنبلی المذہب شخص کی بلا تحقیق اور بغیر ثبوت بین کے کیسے کوئی تفسیق و تضلیل کر سکتا ہے ورنہ کیا جو شخص کسی کو ظاہری حال دیکھکر یا واقعات خلاف اصل سنکر اپنے گمان میں نیک صحیح العقیدہ خیال کر کے اچھا بیان کر دے تو وہ بد دین یا وہابی گمراہ ہو جائیگا گو اس نے اس کے عقائد کی اطلاع سے اپنی ناواقفیت بھی ظاہر کر دی ہو۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(۱۵) **صراط مستقیم** ص۸۵ کی عبارت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں خیال آنا گاؤ خر کے خیال آنے سے بدتر ہے بلکہ شرک ہے **الجواب** معاذ اللہ ایسا ہرگز نہیں لکھا۔ بادب تصور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصًا التحیات میں آتا ہی ہے کیونکہ آپ کو مخاطب بنایا جاتا ہے۔ بھلا کوئی معمولی عقل رکھنے والا بھی مطلق تصور کو شرک نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ ایک علامہ ایسی بات کہے ہاں تصور حضور کا نماز میں آنا اور بات ہے یہ بالکل جائز ہے اور حضور کی صورت کا دھیان باندھ کر صورت میں ہمہ تن متوجہ اور مستغرق ہونا اور برزخ بنانا اور ہے یہ تصور برزخی ناجائز ہے اور خصوصًا نماز میں یہ خیال باندھنا کہ حضور کے سامنے کھڑا ہوں آپ کو بطور برزخ و ظل اللہ رکوع کرتا ہوں

آپ کو سجدہ کرتا ہوں اور زیادہ بُرا ہے چنانچہ صراط مستقیم میں تصور کا لفظ بھی نہیں ہے بلکہ لفظ صرف ہمت بسوئے شیخ ہے یعنی اپنے ارادے وخیال کو اللہ سے پھر اکر شیخ کی طرف ہمہ تن متوجہ کرنا اور خیال باندھنا اس کو پیر پرست تصور برزخی کہتے ہیں۔ غرض صراط مستقیم میں پیر پرستوں کے اس عقیدہ کی اصلاح کی گئی ہے کہ اس خیال سے تو ذلیل اشیاء گاؤ خر کا ذلت کے طور پر خیال لانا اور استغراق ہی بہتر ہے کہ اس میں شرک کا تو احتمال نہیں اور بزرگوں کی صورت میں ہمہ تن متوجہ ہو کر صورت پرستی کرنا اور برزخ بنانا اور ان کی تعظیم واجلال ارکان نماز رکوع وسجدہ وغیرہ میں مقصود وملحوظ کرنے سے شرک تک نوبت پہنچتی ہے عبارت یہ ہے۔ وارباب مکاشفات نہ انکارند کہ توجہ ہم در نماز بہ برزخیہ شیخ یا تجسس ملاقات ارواح و ملائکہ تحصیل ہمان نماز است کہ معراج مومنین است نے این توجہ ہم شعبہ ایست از شرک گو شرک خفی بلکہ اخفی باشد و نہ باید دانست کہ سنوح مسائل غریبہ وکشف ارواح وملائکہ در نماز قبیح است بلکہ توجیہ ہمت وقصد این کار در طویت وامتزاج این مُدعا در نیت مخالف خلوص مخلصان است و صرف ہمت بسوی شیخ وامثال آن از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند بچندین مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است کہ خیال آن با تعظیم واجلال بسویدائے دل انسان مے چسپد بخلاف خیال گاؤ خر کہ آنقدر چسپیدگی مے بود ونہ تعظیم بلکہ مہان ومحقر مے بود واین تعظیم واجلال غیر کہ در نماز ملحوظ ومقصود می شود بشرک می کشد بالجملہ منظور بیان تفاوت مراتب وساوس است انسان را باید کہ آگاہ شدہ ہیچ عائق از قصد حضوری حق منجم ولپا نگردد انتہی۔ لفظ گاؤ خر کی اصطلاح کے متعلق اسی صراط مستقیم میں ہے گاؤ خر تمثیل است ہر چہ سوائے حضور حق است گاؤ باشد یا خر، فیل باشد یا شتر البتہ رابطہ دوسری چیز ہے اور یہ بہت بڑی نعمت ہے جس کو خدا دے یعنی ذکر احوال واوصاف سنتے سنتے بوجہ غلبۂ عشق وفرط محبت کے اکثر صورت محبوب کا بلکہ ہر وقت بلا قصد نقشہ ذہن میں جما رہتا ہے یہاں تک کہ نماز میں بھی ہر چند یہ دھیان دور کیا جاتا ہے پر صورت غائب نہیں ہوتی اور یہ صورت دیوار مسجد یا محراب مسجد یا سترہ کی طرح صرف سامنے مسجود الیہ بنکر رہتی ہے اس کے لئے نماز میں برزخ بنا کر تعظیم ہرگز ملحوظ ومقصود نہیں مسجود لہ ومعظم لہ صرف اللہ جل شانہ ہی ہے جیسا کہ مکتوب مجددی جلد ۲ ص۴۶ میں مصرح ہے۔ اور خود علامہ شہید صراط مستقیم ص۱۰ میں لکھتے ہیں از جملہ آن شدۂ تعلق است بمرشد خود استقلالاً انتہی۔ اور پیر پرستوں کے عقیدے تصور برزخی کے متعلق حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے اپنی تفسیر ص۱۲۷ میں مقام بیان انواع شرک وفرقہائے مشرکین میں لکھا ہے۔ چہارم پیر پرستان گویند چون مرد بزرگے کہ بہ سبب کمال ریاضت و مجاہدہ مستجاب الدعوات ومقبول الشفاعۃ عند اللہ شدہ باشد ازین جہان میگذرد روح او را قوتے عظیم

دوسعتی بس فخیم بہم میرسد ہر کہ صورت اورا برزخ سازد یا مکان نشست و برخاست او یا بر گور او سجود تذلل تام نماید روح او بہ سبب وسعت و اطلاق بران مطلع شود و در دنیا و آخرت درحق او شفاعت نماید۔ انتہیٰ۔ پس جب یہ تصور برزخی خارج از نماز شرک ہے تو نماز میں صرف ہمت بسوئے شیخ بایں طور کہ ارکان نماز میں اس شکل اور صورت کی تعظیم بھی ملحوظ اور مقصود ہو بدرجۂ اولیٰ شرک ہے فتفکر۔

(۱۶) صراط مستقیم کے دیباچہ میں ہے از بسکہ نفس عالی حضرت ایشان بر کمال مشابہت جناب رسالتمآب علیہ افضل الصلوات والتسلیمات در بدو فطرۃ مخلوق شدہ بنا٪ً علیہ لوح فطرۃ ایشان از نقوش علوم رسمیہ مصفی ماندہ بود (ملخصًا) بیشک جیسے کہ ظاہری اُمّی ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے ایسے ظاہری نقوش کا ناخواندہ ہو کر علوم لدنی کا عالم ہونا ایک کامل متبع امتی کی کرامت ہے۔ پس ظاہری نقوش سے ناخواندہ ہونا جبکہ اس کو علوم لدنی حاصل ہوں عیب نہیں ہے البتہ جہل عیب ہے اور کسی کی جہالت کو حضور علیہ السلام کے وصف اُمّیت سے مناسبت دینا سخت خطا ہے۔ فتدبر ولاتکن من الجاہلین المفترئین۔

(۱۷) صراط مستقیم ص۲۸ سے منقول ہے۔ صدیق من وجہ مقلد انبیاء می باشد و من وجہ محقق در شرائع یعنی مثلاً صحت و بطلان عقائد و اعمال وغیرہ بنور جبلی و بشہادت قلب خود دریافت می نماید و دیگر بہ سبب اندراج او در کلیات شرع علم کہ بوجہ اوّل حاصل شدہ تحقیقی است و ثانی تقلیدی پس او را شاگرد انبیاء ہم میتوان گفت و ہم استاذ انبیاء۔ و نیز طریق اخذ آن ہم شعبۂ ایست از شعب وحی، و بعضے اہل کمال آنرا بوحی باطنی می نامند و علم ایشان را کہ بعینہٖ علم انبیاء است (نہ دیگر) لیکن بوحی ظاہری متلقی نشدہ بحکمت می نامند۔ (ملخصًا) عصمت و وجاہت و حکمت تینوں کو اولیاء اللہ کے لئے ثابت کیا ہے اور اس کے بعد یہ لکھا ہے۔ از بسکہ این مقامات ثلاثہ بالذات سہم انبیاء است و غیر ایشان را بجز ظلے ازیں کمالات و نمونہ ازین مقامات رسائی نہ۔ انتہیٰ۔ **ناظرین** ملاحظہ فرمائیں بعض معترضین نے کس قدر اتہام باندھا ہے کہ علامہ شہید نے یہ لکھا ہے کہ (بعض اولیاء کو احکام شرعی بے وساطت انبیاء بھی پہنچتے ہیں) کس قدر جھوٹ کہا ہے۔ ہاں البتہ انہی احکام شرعیہ کی تحقیق و تصدیق نور فراست اور الہام سے خود بھی ان کو ہو جاتی ہے اسی کو اصطلاح تصوف میں علم تحقیقی کہتے ہیں یہ دوسری بات ہے۔ (اور احکام شرعیہ میں اُن پر وحی آتی ہے) یہ بھی جھوٹ ہے۔ نور فراست اور الہام جو شعبۂ وحی ہے اور اور نور نبوۃ سے مستفاد ہے اور ہے۔ (وہ ایک طرح تقلید نبی سے آزاد) یہ بھی صریح تحریف ہے۔ تقلید نبی سے تو یہ مرتبہ اور نور فراست اور الہام کامل حاصل ہوتا ہے کہ جس سے انہیں احکام شرعیہ

اور وجوب تقلید پر ان کو حق الیقین ہوتا ہے۔ علامہ شہید رح کی طرح مجدد صاحب پر بھی بعض نے اسی قسم کا اعتراض کیا تھا۔ اس کا مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے جواب دیا ہے ملاحظہ ہو فتاوی عزیزی ص ۲۲۹۔ حضرت ایشان را نیز بسبب کمال مبالغہ آنجناب روزی شدہ عجب است از کسانیکہ بر حضرت ایشان طعن میکنند بایں حیلہ کہ حضرت ایشان دم استقلال میزنند و برزخ را از میان بر می دارند الخ (وہ علم میں انبیاء کے برابر ہوتے ہیں) معاذ اللہ صریح جھوٹ ہے۔ اور اغواء (اس کا اپنا علم نبی کے علم سے زیادہ وثوق کا ہے) کس قدر افتراء ہے۔ مکتوبات امام ربانی ص ۵۵ میں ہے۔ علومیکہ نبی را بالطریق وحی آمدہ است صدیق را بطریق الہام منکشف گشتہ است درمیان این دو علم غیر از فرق وحی والہام نیست۔ الخ اور ص ۴ میں ہے۔ آن علوم را از اصل اخذ کنند انتہی۔ اور مبدا و معاد ص ۵۲ میں فرماتے ہیں متابعان انبیاء از علماء و صوفیاء آن را بنور فراست کہ مقتبس از انوار نبوۃ است دریافتہ۔ انتہی۔ اولیاء اللہ کو علم تقلیدی بھی ہے اور علم تحقیقی بھی (مبدء و معاد ص ۱۴ سے ظاہر ہے۔

اور یواقیت کے باب ۴۶ میں ہے اما وحی الاولیاء فیکون علی لسان ملك الالہام الخ عصمت و وجاہت و حکمت کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے تفہیمات الہیہ میں غیر انبیاء علیہم السلام کے لئے ظلی طور پر ثابت کیا ہے کیونکہ صوفیاء کے نزدیک ان کے معانی اصطلاحیہ اور ہیں۔ اس کی تفصیل فتاوی عزیزی ص ۱۲۸ میں دیکھو۔

(۱۸) صراط مستقیم ص ۱۶۵ سے منقول ہے روزے حضرت جل وعلا دست راست ایشان را بدست قدرت خاص خود گرفتہ و چیزے را از امور قدسیہ کہ بس رفیع و بدیع بود پیش روئے حضرت ایشان کردہ فرمود ترا این چنین دادہ ام و چیزہائے دیگر خواہم داد انتہی۔ اور ص ۱۳ سے منقول ہے خلعت مکالمہ و مسامرہ بدست می آید۔ اور ص ۱۵۴ میں ہے گاہے کلام حقیقی ہم میشود انتہی۔ جواب مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اولیاء اللہ کے مقام خلت کے بیان میں فتاوی عزیزی ص ۲۲۵/۱ میں لکھتے ہیں و معنی خلت یارانہ است اینجا صحبت یارانہ است و سابق عاشقی و معشوقی بود دریں جا راز و نیاز از جانبین است سرگوشیہا از طرفین واقع می شود۔ انتہی۔ اور مکتوبات امام ربانی ص ۹۹ جلد ثانی اور ص ۱۲۲ جلد ثالث میں ہے کہ بعض کاملین بھی بغیر الہام اور القاء کے اور بغیر فرشتہ کے مکالمہ و مخاطبہ الہی سے مشرف ہوتے ہیں (ملخصاً) ہاں مکالمہ شفاہاً خاص نبیوں کیلئے ہے نہ مطلق مکالمہ المکالمۃ شفاھا منصب النبوۃ۔ (شرح عقائد جلالی و مکتوبات ص ۹۹/۲) اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مہنبہ قول جمیل میں اور حضرت مجدد صاحب مبدا و معاد میں علامہ شہید کی طرح فرماتے ہیں کہ بعض اولیاء اللہ کو اللہ جل شانہ کا عالم مثال میں

تجلی اور شاہدہ ہوتا ہے نہ معاذاللہ اس کے مقابلہ میں شریک و مختار بن کے بیٹھنا۔ اور دوستی اور آشنائی
خلق کا سا معاملہ اور علاقہ سمجھکر گستاخی اور بے ادبی سے پیش آنا۔ کس کا منہ ہے کہ ایسی حرکت کرے بلکہ
باوجود اس قرب کے ادب و رعب عظمۃ جلال کبریائی بدستور غالب رہتا ہے بلکہ جس قدر قرب بڑھتا ہے
اسی قدر ادب رعب عظمۃ الٰہی غالب ہوتا ہے۔ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎ بہ تہدید گر برکشد تیغ حکم
بمانند کروبیان صم و بکم ۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ جب آسمان پر کوئی حکم الٰہی نازل ہوتا ہے تو خوف
و رعب کے مارے فرشتے پر مارتے ہیں اور جب خوف دور ہوتا ہے تب ایکدوسرے سے پوچھکر تحقیق کرتے
ہیں ماذا قال ربکم قالوا الحق (بخاری) تقویۃ الایمان میں بعینہ یہی مضمون ہے فتفکر۔

حضرت پیران پیر قدس سرہ الفتح الربانی مجلس ۲ میں فرماتے ہیں انت والخلق کلہ عبادہ ھو
ملکک وملکہم ان اردت صحبتہ فی الدنیا والاخرۃ فعلیک بالسکون والسکوت والخرس بین
اولیاء اللہ عزوجل متادبون بین یدیہ الخ اور شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے الانبیاء
خائفون منہ اکثر من غیرھم لانھم اعرف بما لہ من صفات الجلال الخ۔

اعلان ضروری مولانا کرامت علی صاحب مرحوم جونپوری نے رسالہ اطمینان القلوب میں فرمایا ہے
کہ ایضاح الحق علامہ شہید رح کی تصنیف نہیں ہے (از حاشیہ وسیلہ جلیلہ ص۳۵) اور تذکیر الاخوان ترجمہ اردو
وفوائد کے مصنف مولوی سلطان خانصاحب حنفی مرحوم شاہ آبادی مصنف تحفۃ العجم ترجمہ کنز الدقایق ہیں
لہٰذا ان ہر دو رسائل کے لفظی گرفتوں کے جواب کی چنداں ضرورت نہیں۔

تنبیہ اولیٰ۔ ناظرین یہاں تک تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم کی لفظی گرفتوں کے جوابات سن چکے
جن کی بنا پر معترض نے کوکبہ شہابیہ ص۶۲ پر یہ جرنیلی حکم تحریر فرمایا ہے۔ بلا شبہ جماہیر فقہاء کرام و اصحاب
فتویٰ اکابر و اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر۔ اور ص۵۹ میں ہے انہیں کافر کہنا فقہاً
واجب ہے۔ اور ص۵۸ میں ہے اور ماخوذ للفتویٰ اور فتویٰ بہ پر بھی اس طائفہ تالفہ پر صراحتاً کفر لازم،
پھر خود ہی جماہیر فقہاء کرام کے برخلاف اجتہاد کیا۔ انہیں کافر کہنا فقہاً واجب اسکو توڑ ڈالا یعنی
کوکبہ شہابیہ میں ص۶۲ میں فرماتے ہیں ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (کافر کہنے) سے کف لسان
(زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب، اور تمہید ص۴۳ میں سبحان السبوح ص۹۰ سے لکھا ہے حاشا
للہ حاشا للہ ہزار بار حاشا للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا اور امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے کفر پر
بھی حکم نہیں کرتا۔ اب کوئی پوچھے پھر آپ نے کیوں اسقدر دردسری کی اور خود ہی آپ کوکبہ شہابیہ ص۵۷ میں
لکھ چکے کہ کسی مسلمان کو کافر کہے خود کافر ہوگیا (خود کردہ را علاجے نیست) شاید اپنے لئے یہ داؤں رکھا ہو

کہ کوکبہ شہابیہ ص۵۹ میں یہ بھی تو لکھدیا ہے کہ اگر صرف دشنام دہی کا ارادہ کرے اور دل میں کافر بجانے تو کافر ہوگا۔ لیکن اس کے بعد جب حسام الحرمین کو شائع کیا اور حید افترار باندھکر قطعی کفر کا ڈنکا بجایا تو صاف صاف لکھدیا کہ جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے یا کافر کہے یا نہیں کافر کہنے میں توقف کرے خود کافر ہے (تمہید ص۴۵ و ۸۲) اور ان دشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی سنہ ۱۳۲۰ھ سے ہوئی ہے (تمہید ص۴۴) پھر خواہ مخواہ کوکبہ شہابیہ میں وقت ضائع کیا۔ معلوم ہوا مسلمانوں میں محض فتنہ اٹھانا اور بدظن کرنا مقصود تھا۔ پھر تمہید ص۴۴ میں لکھتے ہیں ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نکہا جبتک یقینی قطعی واضح روشن جلی طور سے ان کا کفر صریح آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہولیا۔ جس میں اصلا اصلا ہرگز ہرگز کوئی گنجائش نہ نکل سکی انتہی۔ حالانکہ خود ہی لکھتے ہیں کتب فتاوی میں جتنے الفاظ پر حکم کفر کا جزم کیا ہے ان سے مراد وہ صورت ہے کہ قائل نے ان سے پہلوئے کفر مراد لیا ہو ورنہ ہرگز کفر نہیں (تمہید ص۳۷) لا یفتی بکفر مسلم ما امکن حمل کلامہ علی محمل حسن (تمہید ص۳۶) اب سیف اہل اللہ الغنی علی منخر الکذاب الدنی میں ملاحظہ فرمائیں کہ آیا واقعی معترض صاحب سچ فرماتے ہیں یا کوکبہ شہابیہ کیطرح محض فتنہ برپا کرنا اور تفریق بین المسلمین ہی مقصود ہے۔

تنبیہ ثانی :- فاضل بریلوی کی الکوکبۃ الشہابیہ اور دیگر رسائل محی بدعۃ میں کوئی نئی بات نہیں ہے وہی فاضل بدایونی کا پس خوردہ ہے جن کا جواب ان کی پیدائش سے بھی پہلے ہو چکا۔ تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم پر جملہ شبہات کے مفصل دندان شکن جوابات صیانۃ الناس من وسوسۃ الخناس میں حضرت مولانا مفتی حیدر علی صاحب ٹونکی شاگرد رشید حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہما دے چکے ہیں اور مولانا حسین شاہ صاحب بخاری نے رد بوارق میں اور صاحب تفہیم المسائل نے تفہیم المسائل میں تصحیح المسائل فی رد مائۃ مسائل واربعین مسائل للفاضل البدایونی کے خوب دندان شکن جوابات دئے ہیں جن کے جواب سے پیر پرست تاہنوز عاجز ہیں اور مولانا سہارنپوری دام مجدہ نے تو براہین قاطعہ میں ہمیشہ کیلئے اہل بدعت پر حجت ہی قائم کردی ہے۔ خاکسار نے اکثر انہی سے استفادہ کیا ہے۔

تنبیہ ثالث :- فاضل بریلوی تمہید وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ صریح میں تاویل مقبول نہیں اگر حضور علیہ السلام کو صریح گالیاں دے تو قطعی کافر ہے جو ایسے شخص کے کافر ہونے میں شک کرے یا کافر نکہے یا توقف کرے وہ خود کافر ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے اور جو اسے کافر نکہے وہ بھی ایسا ہی کافر ہے (تمہید ص۲۵ و ۲۸) نوٹ۔ بیشک اس پر تمام اہل ایمان کا ایمان ہے، اب کوکبہ شہابیہ ص۲۷ دیکھو **قولہ** مسلمانو للہ انصاف کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان وقلم سے نکلنے کا ہے

حاشا اللہ پادریوں پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں مشرکوں کی کتابیں دیکھو جو انہوں نے بزعم خود اسلام جیسے روشن چاند پر خاک ڈالنے کو لکھی ہیں شاید ان میں بھی اسکی نظیر نہ پاؤ گے کہ ایسے کھلے ناپاک لفظ تمہارے پیارے نبی تمہارے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھے ہوں کہ انہیں مواخذۂ دنیا کا اندیشہ ہے۔ مگر اس مدعی اسلام بلکہ مدعی امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے کہ اس نے کس جگرے سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بیدھڑک یہ **صریح سب و دشنام** کے لفظ لکھدیئے اور معاذ اللہ عزیز غالب قہار کے غضب عظیم اور عذاب الیم کا اصلا اندیشہ نکیا مسلمانو کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر ان سے انہیں ایذا نہ پہونچی۔ ہاں ہاں واللہ واللہ انہیں اطلاع ہوئی۔ واللہ واللہ انہیں ایذا پہونچی۔ واللہ واللہ جو انہیں ایذا دے اسپر دنیا و آخرت میں اللہ قہار جبار کی لعنت اس کے لئے سختی کا عذاب شدہ کی عقوبت۔ انتہی۔

لیکن فاضل بریلوی کے نزدیک باوجود ان صریح گالیوں اور کھلے ناپاک سب و دشنام کے علامہ شہید کو اکفار یعنی کافر کہنے سے کف لسان زبان روکنا ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب (کوکبہ ص۶۲) گویا فاضل مذکور کے نزدیک جو حضور علیہ السلام کو منہ بھر بھر کر صریح گالیاں اور کھلے ناپاک دشنامی الفاظ بکے اس کو کافر نہ کہنا مختار و پسندیدہ ہے۔ اس کا نتیجہ خود ناظرین نکال سکتے ہیں۔ اقرار بالکفر اسی کا نام ہے۔ سچ فرمایا حضور علیہ السلام نے کہ جو کسی مسلمان کو کافر کہتا ہے خود اسی پر کفر لوٹ پڑتا ہے یہ علامہ شہید کی زندہ کرامت ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ والحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ علی رسولہ باطناً و ظاہراً

احقر محمد عبد الغنی الحنفی عفا اللہ عنہ ما جناہ
واوصلہ غایۃ متمناہ
سنہ ۱۳۴۳ھ

باب ثانی

در توضیح عبارات ملقب بہ سیف اہل اللہ الغنی علی منخر الکذاب الدنی ۱۳۴۳ھ

حامِدًا و مُصَلِّیًا و مُسَلِّمًا اما بعد جب اہل بدعت نے سمجھا کہ علامہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی خاندانی شہرت علمیت و وجاہت و دیانت کی وجہ سے بدنام کرنے میں ہم زیادہ کامیاب نہیں ہوئے مگر معدودے چند پیر پرست جو پہلے سے ہی مخالف تھے یا خالی الذہن اشخاص کا کچھ اضافہ ہو گیا تب انکے مجدد نے دوسرا داؤں کھیلا کہ شاہ ولی اللہ کے نونہال و سر سبز پودے یعنی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی محدث قدس سرہ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہٗ اور حضرت مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی دامت برکاتہ پر بے سروپا بہتانات اور بیجا اتہامات لگا کر چاہا کہ عوام اہل اسلام کی نظروں میں ان حضرات کو بے وقعت کریں اور بدعات و عقائد پیر پرستی کی رکاوٹ کو دور کر کے خوب ہاتھ ماریں اور اپنی شہرت کا ذریعہ حاصل کریں۔ چنانچہ حسام الحرمین اور تمہید میں حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہٗ کے ذمہ یہ بہتان جڑا کہ آپ نے تحذیر الناس میں معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھلا نبی نہیں مانا اور ختم زمانی کا انکار کیا ہے۔ اور حضرت محدث گنگوہی علیہ الرحمۃ پر یہ اختراع کیا کہ آپ نے خدا کو بالفعل جھوٹا کہنا اہل سنت کا مذہب قرار دیا ہے۔ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب دامت برکاتہ پر یہ جڑا کہ آپ نے براہین قاطعہ میں تصریح کی ہے کہ شیطان خبیث کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ اور حضرت مولانا تھانوی مدظلہٗ کے ذمہ یہ چپکایا کہ آپ نے حفظ الایمان میں تصریح کی ہے کہ حضور علیہ السلام کا علم چوپاؤں جانوروں کے علم کے برابر اور مساوی ہے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ حالانکہ یہ عقائد باطلہ نہ ان کی کتابوں میں ہیں نہ وہ اُن کے اقراری بلکہ قطعی انکاری ہیں۔ یہ حضرات خود ایسے عقائد رکھنے والے کو مسلمان نہیں جانتے پھر اس مدعائے فاسد کے اثبات اور الزام میں بعض ان حضرات کی کتابوں کی عبارات پیش کیں مگر اُلٹ پُلٹ۔ قطع و برید کمی زیادتی کر کے اور آگے پیچھے کی عبارت اور تعلق ماقبل و مابعد کو دور کر کے کفری معنی پہنا کر ایک مطلب فاسد اور غلط اور خلاف مارضی بہ قائلہ نکالا۔ اور بعض حضرات کی نسبت جعلی فرضی فتوی بنا کر ظاہر کیا۔ اور پھر ان حضرات پر بوجہ ان عقائد فاسدہ باطلہ مخترعہ خود ہی ایک فتوی تکفیر

تیار کیا جس کے سائل اور مجیب خود ہی ہیں چونکہ یہ سوال و جواب محض افترائی تھا اس لئے نہ علماء زمانہ سے اس بارہ میں فتوی طلب کیا گیا اور نہ علماء ہند کی اس پر تصدیقات اور تقریظات تھیں حالانکہ مفتی صاحب کے مقتدا پیشوا مولانا مولوی عبدالقادر صاحب بدایونی مرحوم و دیگر علماء ان کے ہم مشرب موجود تھے۔ دل میں جانتے تھے کہ یہ کچا چھٹا کھلجا دے گا، اس میں کامیابی ذرا مشکل ہے۔ میری کون سنے گا تو یہ ترکیب سوجھی کہ اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے سفر حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کی مشقت برداشت کر کے ان عقائد مخترعہ پر علماء حرمین شریفین کا فتوی حاصل کیا جائے وہ بیچارے خالی الذہن فحوائے کلام اردو اور سیاق و سباق سے بے خبر۔ اور عقائد منسوبہ نہایت ہی بھونڈے کہ ایک ادنی درجہ کا مسلمان بھی تکفیر میں شک و شبہ نہ کر سکے چہ جائیکہ علماء بلکہ ان عقائد کے مہمل اور غلط ہونے میں کھلے کافروں اور مشرکوں کو بھی تامل نہ ہو فوراً ہی تکفیر کا فتوی دیدیں گے اس صورت میں کچھ کامیابی کی اُمید ہے ورنہ ان عقائد مخترعہ بدیہی البطلان پر فتوی حاصل کرنے کے کیا معنی۔ کیا ان عقائد مخترعہ کے کفر ہونے میں کچھ خفا تھا یا ان میں کچھ علمی دقائق تھے جو علماء عرب ہی ان مسائل کو حل کر سکتے تھے۔ اور علماء ہند باوجودیکہ سباق و سیاق اور فحوائے کلام اُردو سے بکلی باخبر تھے کافی نہ تھے۔ بلکہ ادنی مسلمان بھی ان عقائد مخترعہ پر فتوئ کفر دے سکتا ہے مگر علماء حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کس قدر محتاط ہیں اور کس قدر نور فراست رکھتے ہیں کہ تحریر دیکھتے ہی کچھ کھٹک گئے انہوں نے صاف لکھدیا کہ اگر یہ اقوال اور عقائد صحیح ہیں اور سائل سچا ہے تو ان کے کفر ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد وہاں کے ایک عالم محقق نے دریافت فرمایا کہ ایک ہندی شخص نے آکر تمہاری نسبت بہت برُے برُے عقیدے منسوب کئے ہیں ہم اُردو زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے پوری طرح مطلب نہیں سمجھ سکتے لہذا بعینہ ان عبارتوں کا مطلب عربی میں ظاہر کرو۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ نے بعینہ مطالب عربی میں لکھکر اور اکثر علماء دیوبند و دیگر علماء کے دستخط اور مہر تصدیقات ثبت کرا کر پیش کیا سب علماء حرمین شریفین اور مصر و شام نے اتفاق کیا کہ بیشک یہی عقیدے ہمارے اور ہمارے مشائخ اہل سنت کے ہیں اس کے خلاف خود بدعتی ہیں چنانچہ یہ فتوی علماء عرب و حجاز و مصر و شام وغیرہ ۲۹ مہروں سے مزین ہو کر مھند کے نام سے شائع ہو چکا بلکہ حضرت مولانا علامہ سید احمد برزنجی مفتی آستانہ نبویہ نے دو رسالوں میں ایک تحقیق الکلام مسئلہ مقدوریت ما اخبرہ یعنی امکان کذب میں۔ اور دوسرا غایۃ المامول علم غیب میں فاضل بریلوی صاحب کا خوب رد لکھا ہے اور تشنیع کی ہے اور تمام علماء مدینہ کی ان پر مہریں ثبت ہیں اور انہوں نے تقریظیں لکھی ہیں اور فاضل بریلوی کو بری طرح یاد کیا ہے

چنانچہ فاضل بریلوی نے اس کے بعد علم غیب میں اپنا مسلک کچھ بدل بھی ڈالا ہے حالانکہ یہ وہی علماء ہیں جو حسام الحرمین میں اس غلط بیانی پر تصدیق یقین کر چکے تھے۔ الغرض فتاوی حسام الحرمین دو وجہوں سے قابل اعتبار نہیں اوّل اس میں اظہار امر واقعی اور عقائد اقراری و مسلّمہ حضرات اربعہ کا نہیں بیان کیا گیا حالانکہ اس کے خلاف پر خود ان حضرات کی تصریحات موجود ہیں اور ایسے عقائد رکھنے والے کو اپنی کتابوں میں خود ان حضرات نے کافر لکھا ہے۔ المہند۔ الختم علی لسان الخصم۔ قطع الوتین۔ بسط البنان۔ تحذیر الناس۔ مناظرہ عجیبہ وغیرہ ملاحظہ ہوں۔ اور جس عنوان فرضی سے استفتار کیا اور فتوی حاصل کیا گیا اس پر تو یہ حضرات اربعہ بہ تصریحات خود اور جملہ علماء کرام اس کی تکفیر پر متفق ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فتوی المہند بعد حسام الحرمین کے لیا گیا۔ اور اکثر انہی علماء کرام نے اس کی تصدیق کی ہے۔ تو اب بعد تصدیق المہند کے مضمون حسام الحرمین کی تردید ہو گئی لہٰذا قابل اعتبار نہ رہا۔ اور پھر ان عبارات کی توضیحات خود مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ السحاب المدرار وغیرہ میں اور مولانا اشرف علی صاحب سلمہ بسط البنان میں فرما چکے ہیں اور ان افترارات کا جواب مفصل رجوم المذنبین اور الشہاب الثاقب میں حضرت مولانا شاہ حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ اور السحاب المدرار و توضیح البیان وغیرہ میں ابن شیر خدا مولانا سید مرتضی حسن صاحب مدظلہ دے چکے ہیں مگر اب بھی بعض معاندین جن کے قلوب پر عناد کی مہر لگی ہوئی ہے بفحوائے ؎

مہ فشاند نور و سگ عوعو کند۔ کچھ نہ کچھ چون و چرا کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا خاکسار نے بھی ارادہ کیا کہ اپنی طرز پر ان عبارتوں کی توضیح اور باقاعدہ شرح لکھدی جائے شاید اسی سے مہر عناد لوٹ کر خدا کا خوف ان کے خیالات میں کوئی جنبش پیدا کردے ورنہ کم از کم جیسے ان کے قلوب پر مہر لگی ہوئی ہے ان کے منہ پر بھی مہر لگ جائے۔ وھا انا اشرع واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

(۱) توضیح عبارت تحذیر الناس للعلامۃ النانوتوی رح

حسام الحرمین اور تمہید میں حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ پر یہ اتہام لگایا ہے کہ مولانا مرحوم نے رسالہ تحذیر الناس میں جناب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم زمانی ہونے سے انکار کیا۔ اور آپ کو سب سے پچھلا نبی نہیں مانا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ حالانکہ اسی رسالہ میں حضرت مولانا قدس سرہ خاتمیت زمانی کو اوّل قرآن کی آیت خاتم النبیین سے بدلالت مطابقی پھر التزامی اور پھر حدیث متواتر اور پھر اجماع امت سے ثابت فرما کر جو منکر خاتم زمانی ہو اس کو کافر فرما رہے ہیں لیکن باوجود اس اقرار صریح کے انکار ختم زمانی کا الزام لگا کر حضرت مولانا ہی کو نہیں بلکہ

جو ان کو کافر نہ کہے اس کو بھی کافر کہتے ہیں۔ عبارت تحذیر الناس صفحہ ملاحظہ ہو۔ **قولہ** سو اگر اطلاق اور عموم ہے تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالۃ التزامی ضرور ثابت ہے ادہر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ انتہی اور پھر ص۹ سے ص۱۰ تک ملاحظہ ہو جسمیں وہ تقریر زبردست لکھی ہے جس سے خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی اور خاتمیت مرتبی تینوں بدلالت مطابقی ثابت کی ہیں اور اسی تقریر کو اپنا مختار قرار دیا ہے **قولہ** اور مجھ سے پوچھئے تو میرے ناقص خیال میں تو وہ بات ہے کہ سامع منصف انشاء اللہ انکار ہی نکر سکے سو وہ یہ ہے کہ تقدم تاخر یا زمانی ہوگا یا مکانی یا مرتبی یہ تین نوعیں ہیں باقی مفہوم تقدم و تاخر ان تینوں کے حق میں جنس الخ۔۔۔۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب سنئے کہ ذوات انبیاء علیہم السلام تو بذات خود اس قابل ہی نہیں کہ ان میں تقدم و تاخر کی گنجائش ملے مگر بواسطہ زمان و مکان و مراتب البتہ مقدم و مؤخر کہہ سکتے ہیں بہر حال حذف مضاف کی ضرورت ہو گی سو لفظ زمان کی جا پر اگر موصوف و تاخر بھی کوئی مفہوم عام ہی تجویز کیا جائے تو بہتر ہے بلکہ ضرور ہے کیونکہ حذف بے قرینہ دالہ علی المحذوف الخاص دلائل تعمیم میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ للہ الامر من قبل و من بعد اور اللہ اکبر میں کل شئ یا من کل شئ محذوف سمجھا جاتا ہے بہر حال مؤنثہ دونوں صورت میں برابر لفظ زمان ہو یا کوئی مفہوم عام پر تخصیص زمان ہی کی کیا ہے۔ اس صورت میں ہر نوع میں مفہوم خاتمیت جدی طرح ظہور کرے گا جیسے آیت انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان میں مفہوم رجس جنس عام ہے کہ اس کی خمر جدی نوع ہے اور میسر وغیرہ جدی۔ وہاں رجس نے اور طرح ظہور کیا یہاں اور طرح یعنی خمر میں نجاست ظاہری بھی ظاہر ہوئی اور انواع باقیہ میں فقط نجاست باطنی ہی رہی الخ۔۔۔ ایسی ہی یہاں قصہ ہے بلکہ یہاں تینوں نوعوں کا موصوف بتقدم و تاخر ہونا ایسا ظاہر ہے جیسا شراب کا موصوف برجس ہونا مثل اتصاف افعال برجس خفی محتمل تجوز نہیں سو اگر یہاں خاتم مثل رجس جنس عام رکھا جائے تو بدرجہ اولیٰ قابل قبول ہے اسمیں خاتمیت زمانی اور مرتبی کو تو ضرورت تعیین مبدا بتقدم نہیں ہاں مکانی میں ہے سو بقیاس تاخر مرتبی یہاں بھی نیچے

سے شروع سمجھا جائیگا اور زمین علیا اختتام ہوگا الخ.... اب دیکھئے کہ اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدراک (آیت خاتم النبیین میں) اور استثنا مذکور (حدیث الا انہ لا نبی بعدی) بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت خانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی انتہی پھر مناظرہ عجیبہ کے ص۵ پر فرماتے ہیں **قولہ** حاصل مطلب یہ کہ خاتمیت زمانی سے مجھکو انکار نہیں بلکہ یوں کہیئے منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنیوالوں کے لئے پاؤں جمادیئے اور نبیوں پر ایمان ہے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔ انتہی۔ آخر میں اسی کتاب کے ص۱۰۳ پر ارشاد فرماتے ہیں **قولہ** بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تأمل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔ انتہی۔ مسلمانو! ملاحظہ فرمایا ختم زمانی کا اس سے زیادہ کیا اقرار ہوگا کہ ختم زمانی کا مفہوم آیت خاتم النبیین کے معنی مطابقی میں داخل ہے اور آیت مذکورہ مطابقۃً ختم زمانی پر دلالت کرتی ہے اور یہی مختار ہے اور ختم زمانی کے منکر کو کافر کہتے ہیں مگر خانصاحب فرماتے ہیں کہ نہیں یہ تو ختم زمانی کا انکار ہی ہے ان کو ضرور کافر کہو۔

تنبیہ:۔ مولانا مرحوم آیت خاتم النبیین کے اول تو وہ عام معنی فرماتے ہیں جو ختم زمانی اور ختم مکانی اور ختم رتبی سبکو بالمعنی المطابقی شامل ہو اور اسی معنی کو اپنا مختار قرار دیا ہے ورنہ اس آیت کو ختم رتبی میں بالمعنی المطابقی لیکر ختم زمانی کو اسی آیت سے بالمعنی الالتزامی اور احادیث متواترہ اور اجماع اُمت سے ثابت فرماتے ہیں اور منکر ختم زمانی کو کافر قرار دیتے ہیں ہاں ایسے معنی جس میں ختم رتبی کا مفہوم ملحوظ نہ ہو فقط ختم زمانی ہی مراد لیا جائے عوام کا خیال اور نا پسند فرماتے ہیں کیونکہ صرف نفس خاتمیت زمانی میں کچھ فضیلت نہیں اور یہ مقام مقام مدح ہے۔ حالانکہ ختم رتبی پر گو علیحدہ طور پر ہی تمام اُمت عوام و خواص سب کا اجماع ہے۔ مگر عوام اس آیت کو ختم رتبی کے مفہوم سے خالی سمجھتے ہیں ص۲ سے ملاحظہ ہو **قولہ** بعد حمد و صلوۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین کے معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا (فقط) بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی الخ... بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے

تأخر زمانی اور سدّ باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے انتہیٰ۔

اب اس کے بعد مولانا مرحوم ختم مرتبی کے مفہوم کو واضح طور پر بیان فرماتے ہیں جس سے فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے اور شایان شان محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور پھر ختم مرتبی ختم زمانی کو مستلزم ہے اس کو مدلل ثابت فرمایا ہے **قولہ** تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا ...... الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے ...... سو اسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوۃ بالعرض، اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے، پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے غرض جیسے آپ نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں اور یہی وجہ ہوئی کہ بشہادت **واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ** الخ اور انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع اور اقتداء کا عہد لیا گیا، ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے علاوہ ہزیں بعد نزول حضرت عیسیٰ آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے ...... الخ ختم مرتبی کی تقریر فرماتے ہوئے ص۹ پر ختم مرتبی کو تأخر زمانی کا لازم ہونا مدلل بیان فرماتے ہیں **قولہ** بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوۃ میں موصوف بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض۔ اس صورت میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوّل یا اوسط میں رکھتے تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا۔ حالانکہ خود فرماتے ہیں **ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا** اور کیوں نہ ہو یوں ہو تو اعطاء دین منجملہ رحمت نہ رہے، آثار غضب میں سے ہو جائے، ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجہ کے علماء کے علوم ادنیٰ درجہ کے علماء کے علوم سے کمتر اور ادون ہوتے ہیں تو مضائقہ بھی نہ تھا، پر سب جانتے ہیں کہ کسی عالم کا عالی مراتب ہونا علو مراتب علوم پر موقوف ہے یہ نہیں تو وہ بھی نہیں اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی سو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدۂ محکم **انا نحن نزلنا**

الذکر وانا له لحفظون کے جو بہ نسبت اس کتاب کے جس کو قرآن کہئے اور بشہادت آیۃ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیٔ جامع العلوم ہے کیا ضرورت تھی اور اگر علوم انبیار متأخرین علوم محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا تبیانا لکل شیٔ ہونا غلط ہو جاتا بالجملہ جیسے ایسی نبی جامع العلوم کے لئے ایسی ہی کتاب جامع چاہیئے تھی تاکہ علو مراتب نبوۃ جو لاجرم علو مراتب علمی ہے چنانچہ معروض ہو چکا میسر آئے ورنہ یہ علو مراتب نبوۃ بیشک ایک قول دروغ اور حکایت غلط ہوتی، ایسے ہی ختم نبوۃ بمعنے معروض کو تأخر زمانی لازم ہے چنانچہ اضافت الی النبیین باین اعتبار کہ نبوۃ منجملہ اقسام مراتب ہے یہی ہے کہ اس مفہوم کا مضاف الیہ وصف نبوۃ ہے زمانۂ نبوت نہیں اور ظاہر ہے کہ درصورت ارادۂ تاخر زمانی مضاف الیہ حقیقی زمانہ ہوگا اور امر زمانی اعنی نبوت بالعرض ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور مرتبی سے عام لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا (اور یہی معنی مولانا کے نزدیک مختار ہیں) پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی انتہیٰ (کیونکہ خاتم مرتبی خود بخود خاتم زمانی کو مستلزم ہے اس صورت میں ختم زمانی بطور دلالت التزامی قرآن کے منطوق میں داخل ہوگا لیکن اگر صرف ختم زمانی ہی مراد لیجائے اور ختم مرتبی مقصود نہ ہو تو مقام مدح میں کچھ مناسب نہیں کیونکہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں)۔

پھر صنہ و ۲۱ پر فرماتے ہیں۔ **قولہ** غرض ایک سلسلہ نبوۃ تو فوق و تحت میں واقع ہے اور باعتبار فرق مراتب مکانی اس کے فرق مراتب کیطرف اشارہ کیا گیا ہے اور ایک سلسلہ نبوت ماضی و مستقبل میں واقع ہے اور باعتبار فرق مراتب زمانی اس کے فرق مراتب کی طرف اطلاع کی گئی شرح اسکی یہ ہے کہ اہل فہم پر روشن ہے کہ زمانہ ایک حرکت ارادۂ خداوندی ہے اور یہی وجہ ہے کہ محققین صوفیہ کرام علیہم الرحمۃ تجدد امثال کے قائل ہوئے کیونکہ حرکت میں مقولہ حرکت کا ایک فرد ہر آن میں جدا متحرک کو عارض ہوتا ہے والعاقل تکفیہ الاشارۃ الخ... مگر درصورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جائے تو اس کے لئے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے آنے پر حرکت منتہی ہو جائے سو حرکت سلسلۂ نبوۃ کے لئے نقطۂ ذات محمدی منتہی ہے اور یہ نقطہ اس ساق زمانی اور اس ساق مکانی کیلئے ایسا ہے جیسے نقطہ راس زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان و زمین و زمان کو شامل ہے۔ رہا یہ شبہ کہ زمانہ تو بعد ختم نبوت بھی باقی ہے اگر حقیقت زمانہ حرکت مذکورہ ہے تو لازم آتا ہے کہ مقصود تک ابھی نہیں پہونچی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر نہوں کیونکہ

مقصود و مطلوب نہیں جو منتہائے حرکت مذکورہ ہوگا وہی افضل ہوگی سو یہ شبہ قابل اس کے نہیں کہ اہل فہم کو موجب تردد ہو مگر بااین ہمہ دفع خلجان کیلئے یہ معروض ہے کہ ہر حادث زمانی کیلئے ایک عمر ہے کہ جس کی وجہ سے محققان صوفیہ کرام ہر حادث میں قائل تجدد امثال ہوئے کیونکہ زمانہ ایک حرکت ہے چنانچہ اس کا متجدد غیر قار الذات ہونا بھی اس کے مؤید ہے اس صورت میں مسافات متعددہ ہیں اور حرکات متعددہ۔ منجملہ حرکات سلسلہ نبوۃ بھی تھی سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم وہ حرکت مبدل بسکون ہوئی البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک یہ بھی وجہ ہے۔ غرض باعتبار زمانہ اگر شرف ہے تو مستقبل میں ہے کہ وہ طرف مقصود ہے نہ یہ کہ زمانہ مستقبل فی حد ذاتہ اشرف ہے اور باعتبار مکان جانب فوقانی تاکہ فوقیت مراتب پر دلالت کرے انتہی۔ مسلمانو! دیکھا غیر مختار طور پر جو مولانا نے صرف مفہوم ختم مرتبی مراد لیا اس کو کس کس طرح ختم زمانی کا مستلزم قرار دیا ہے۔ اگرچہ یہ معنی مولانا کے نزدیک مختار نہیں کیونکہ اگر صرف ختم مرتبی ہی خاص طور پر مراد لیا جائے تو اس کے معنی مطابقی میں ختم زمانی بالمطابقہ داخل نہ ہوگا بلکہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بالالتزام ضرور ثابت ہوگا۔ لیکن صرف بالمطابقہ ختم زمانی مراد لینے سے ختم مرتبی پر کوئی دلالت نہ رہے گی جو مقام مدح کے خلاف ہے۔ اس لئے پہلی صورت تو غیر مختار ہے۔ اور دوسری صورت افضل الانبیاء تسلیم کرتے ہوئے غیر مناسب ہوگی اور تیسری صورت جو مختار ہے وہ یہی ہے کہ لفظ خاتم النبیین بالمعنی الاعم والمطلق ختم مرتبی اور ختم زمانی اور ختم مکانی تینوں پر مطابقتاً دلالت کرے یا کم از کم عموم مجاز کے طور پر تینوں معنی کو مشتمل ہو۔ بہر حال اس صورت میں ختم مرتبی مستقلاً اپنے معنی مطابقی اور ختم زمانی و مکانی مستقلاً اپنے معنی مطابقی ادا کریں گے اور آیت میں تینوں معنی بالمطابقہ مقصود ہوں گے۔ پھر مولانا نے ختم مرتبی اور زمانی اور مکانی تینوں کے معنی مطابقی کی پوری پوری مفصل و مدلل علیحدہ علیحدہ تقریریں فرمائیں۔

مولانا مرحوم صرف مفہوم مطابقی ختم مرتبی کا بیان فرماتے ہوئے ص۱۲ پر لکھتے ہیں۔ قولہ بااندیشہ تطویل قدر ضرورت پر اکتفا کر کے عرض پرداز ہوں کہ اطلاق خاتم اس بات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہوتا ہے جیسے انبیاء گذشتہ کا وصف نبوۃ میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گذشتہ ہوں یا کوئی اور اسی طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوۃ میں آپ ہی کا محتاج ہوگا

اور اس کا سلسلۂ نبوۃ بہر طور آپ پر مختتم ہوگا۔ اور کیوں نہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہو لیا تو پھر سلسلۂ علم و عمل کیا چلے، غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا (یعنی خاتم بالذات نہ خاتم بالزمان) تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض (ای فرض محال) آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا (یعنی خاتم بالذات ہونا نہ خاتم بالزمان یہاں دعوی اوّل کا ہے نہ ثانی کا) بدستور باقی رہتا ہے۔ انتہی اور ص۲۸ پر ہے قولہ ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوۃ لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلعم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض (بالفرض بتلا رہا ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ ثابت کر چکے کہ ختم زمانی بھی نص قطعی قرآن اور تواتر حدیث اور اجماع اُمت سے ثابت ہے اور اس کا منکر کافر ہے) بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی (یعنی خاتمیت بالذات میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ انتہی۔ کیونکہ ختم مرتبی اور ختم بالذات کے یہ معنی ہیں کہ تمام مدارج اور مراتب اور کمالات نبوۃ کے سلسلہ آپ پر ختم ہو گئے آپ وصف نبوۃ میں متصف بالذات ہیں اور آپ کے ماسوا جس قدر بھی انبیاء کے افراد ہوں گے خواہ وہ افراد خارجیہ ہوں یا افراد مقدرہ مفروضہ فرض کر لئے جائیں سب وصف نبوت میں متصف بالعرض آپ کے تابع ہوں گے۔ الغرض مفہوم خاتمیت زمانی اس کے معنی مطابقی میں داخل نہیں ہے لیکن مولانا مرحوم نے ختم مرتبی و ذاتی کے ساتھ ہی ختم زمانی کو اسی آیت کی تفسیر میں بطور دلالت التزامی مدلل اور مبرہن ثابت فرمایا ہے قولہ ایسے ہی ختم نبوۃ بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے (تحذیر ص۹ وغیرہ دیکھو) قولہ بلکہ بنار خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے (تحذیر ص۳)

حاصل کلام یہ ہے کہ آیت خاتم النبیین جیسے بالمطابقت ختم ذاتی و رتبی پر دلالت کرتی ہے ایسے ہی بالمطابقت ختم زمانی پر بھی دلالت کرتی ہے یا کم از کم ختم زمانی پر دلالت التزامی ہے جیسے حضور علیہ السلام کے ختم زمانی پر تمام امت کا اجماع ہے ایسے ہی حضور کے اشرف الانبیاء ہونے اور ختم مرتبی پر ایمان اور اجماع ہے لیکن عوام الناس ختم مرتبی کے مفہوم کو آیت کے منطوق سے خارج

سمجھتے ہیں اور فقط ختم زمانی ہی کو منطوق ٹھہراتے ہیں اسی لئے تحذیر الناس ص۳ میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محققین کے نزدیک تو آپ جیسے خاتم زمانی ہیں ویسے ہی خاتم ذاتی ومرتبی بھی ہیں اور آپ کو فقط خاتم زمانی کا اعتقاد کرنا یہ تو عوام کا خیال ہے کیونکہ صرف نفس خاتمیت زمانی میں کچھ فضیلت نہیں۔

تنبیہ: ان عبارات سے واضح ہوگیا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس افترا مفتری سے بالکل بری الذمہ ہیں، اب خاں صاحب نے جو عبارتین تحذیر الناس کی نقل کی ہیں ملاحظہ ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس طرح جوڑ توڑ کیا ہے اور سبکو ایک جا اکٹھا کر دیا ہے اور ان کے پیچھے کی عبارتین درج نہیں کی ماقبل اور مابعد کے تعلق سے قطع کر کے کفر کے معنی پہنا کر خلاف یا یرضی بہ قائلہ مطلب نکال لیا۔ عبارت حسام الحرمین ص۱۳ سطر، ملاحظہ ہو۔

قولہ بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا باین معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں الخ

اب اہل عقل غور کریں کہ خانصاحب کو علماء ربانی کی تکفیر کا کس قدر شوق دامنگیر ہے کہ جناب نے جو عبارت تحذیر الناس کی نقل فرمائی ہے وہ حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ کی تحذیر الناس میں نہیں ہاں اگر قرآن شریف میں اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ہے تو بیشک یہ عبارت منقولہ بھی تحذیر الناس کی ہے ورنہ نہیں کیونکہ جیسے قرآن شریف کی متفرق جگہ کی آیات کو ایک جگہ کر کے غلط اور کفریہ مطالب نکل آیا۔ اسی طرح تحذیر میں سے بھی تین جگہ اول ص۱۴ اور پھر ص۲۸ اور پھر ص۳ کی عبارات کو ایک جگہ کر دیا ہے وہ بھی قطع وبرید کر کے اور کوئی قرینہ ایسا نہیں ہے جس سے کوئی دیکھنے والا یہ سمجھ سکے کہ یہ عبارت کئی جگہ کی ہے بلکہ اس عبارت کی روانی بتلا رہی ہے کہ ایک ہی جگہ کی عبارت ہے اور اسی ترتیب پر تحذیر الناس میں بھی موجود ہے کوئی لفظ ونشان تعدد عبارت کا موجود نہیں نہ تقدم وتاخر کا نہ صفحہ وسطر کا اس میں حوالہ ہے جن جن مقامات کی یہ عبارات منقولہ ہیں اُن کو میں بالتصحیح مع آگے پیچھے کی عبارت کے نقل کرچکا تاکہ عوام الناس صحیح مطلب سمجھکر دہوکے میں نہ پڑیں اور مفتری کا افترا اظہر من الشمس ہو جائے اور وہ بھی ص۱۴ اور ص۲۸ سے وہ عبارات لائے ہیں جنمیں صرف مفہوم مطابقی خاتمیت ذاتی کی بحث کی ہے

اور خاتمیت زمانی سے جو اس کے مفہوم مطابقی میں داخل نہیں ہے تعرض نہیں کیا اور قرائن کو حذف کرکے ناقص عبارت نقل کردی۔ دوسرے ان عبارتوں میں لفظ بالفرض بھی موجود ہے یعنی اگر بفرض محال ایسا ہو اگرچہ ایسا ہو نہیں سکتا کیونکہ ختم زمانی بھی اسی آیت کے بالمطابقہ یا کم ازکم بالالتزام منطوق میں داخل ہے اور پھر تواتر اور اجماع اُمّت سے بھی ثابت ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ خانصاحب نے ناقص عبارت نقل کی اس سے پہلے کی عبارت چھوڑ گئے جس کی وجہ سے مدعا مولانا مرحوم کا خبط کردیا۔ آپ کا دعویٰ اس جگہ پر صرف بیان مفہوم مطابقی خاتم بالذات کا تھا تو اس میں کسی طرح کا نقصان اس فرض سے نہیں آتا۔ اگرچہ یہ فرض فرض محال ہے اور ص۲۵ کی عبارت تو ایسی ناقص نقل کی کہ مولانا مرحوم کا مدعا بالکل ہی خبط کر ڈالا اور ختم زمانی کے انکار کا الزام لگادیا حالانکہ اس کے بعد ہی یہ عبارت موجود ہے **قولہ** بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے خاتم زمانی (بالمطابقہ یا بالالتزام) اور سدّباب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہوجاتی ہے۔ اور پھر عبارات ناقص نقل کرنے کے باوجود بہت سے لفظ اڑادیئے ص۱۴ کی عبارت میں بجائے "بلکہ اگر بالفرض" کے بجائے بلکہ بالفرض۔ اور ص۲۸ کی عبارت میں "بعد زمانہ نبوی صلعم" کی جگہ صرف بعد زمانہ نبوی اور لفظ صلعم کو درمیان سے اُڑادیا۔ اور "تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا" کی جگہ تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ اور لفظ پھر کو درمیان سے اڑادیا اور ص۳ کی عبارت میں پانچ لفظ اُڑادیئے (۱) سو (۲) صلی اللہ علیہ وسلم (۳) آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد (۴) ہوگا (۵) زمانی۔ عبارات منقولہ کو اصل سے ملالو تاکہ خانصاحب کی دیانت واضح ہوجائے۔ **مسلمانو!** یہ ہے خان صاحب کی دیانت کہ اسی کو کمال جانتے ہیں اور اسی پر فخر کرتے ہیں۔ نہ آخرت کا خوف ہے نہ خدا کا ڈر۔ اور مؤلف تحقیقات شاہجہانپوری تو بیچارے اندھی تقلید میں پھنس گئے ہیں کیا کریں مگر پھر بھی حضرت نانوتوی قدس سرہ کو اپنے پیرو استاد مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب رامپوری مرحوم کی زبانی لنترانیات سُنکر تکفیر نہیں کرتے اور رسالہ الصار الغیب میں فرماتے ہیں کہ میں مولوی قاسم صاحب کو کافر نہیں کہتا مگر یاد رہے کہ آپ کے مسلم عالم اہل سنت کے نزدیک تو آپ اور آپ کے اُستاد و پیر ڈبل کافر ہوچکے کیونکہ ان کے نزدیک جو مولانا نانوتوی مرحوم کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے لہذا جو کافر کہنے سے صاف انکار کرے وہ اشد کافر ہونا چاہیئے۔ وما علینا الا البلاغ۔

تنبیہ:۔ حضرت مولانائے روم علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی مثنوی شریف میں خاتم النبیین کے

یہ معنی بعینہ تحذیر الناس کی طرح بیان فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو سہ

بہر این خاتم شد است او کہ بجود | مثل او نے بود و نے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست | نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

(۲) سُبحان القدوس

حضرت قطب الوقت محدث گنگوہی قدس اللہ سرہ کے ذمہ یہ بہتان جڑا گیا ہے کہ آپ ایک فتوی میں لکھتے ہیں کہ خدا جھوٹ بولتا ہے اور جو شخص خدا کو جھوٹا کہے اس شخص کو فاسق بھی نہ کہو۔ اور فوٹو گراف فتوی کا موجود ہے۔ معاذ اللہ۔ جو امر نہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی تصنیف میں موجود اور نہ ان کے کسی معتقد اور مرید و تلمیذ کو معلوم اور نہ کہیں کسی نے سُنا نہ دیکھا وہ آپ کی طرف نسبت کر دینے سے اور جعلی فتوی بنا لینے سے کیسے ثابت ہو سکے گا یہ ایک ایسی جھوٹی نسبت اور بہتان بندی حضرت مولانا کی طرف کی گئی ہے کہ جس کا کبھی کسی کو خواب وخیال بھی نہوا تھا اور نہ ہو۔ خود حضرت مولانا فتاوی رشیدیہ جلد اول ص۱۹ میں ایسے شخص کو کافر و زندیق تحریر فرما رہے ہیں **جواب** ذات پاک حق تعالی جل جلالہٗ کی پاک اور منزہ ہے اس سے کہ متصف بصفت کذب کیا جاوے معاذ اللہ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب نہیں ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا۔ جو شخص حق تعالی کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے وہ کذب بولتا ہے وہ قطعی کافر و ملعون ہے اور مخالف قرآن اور حدیث اور اجماع کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان سب کا ہے کہ خدا تعالی نے مثلاً فرعون وہامان وابی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نکرے گا مگر وہ حق تعالی قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دیدے عاجز نہیں ہو گیا۔ قادر ہے۔ اگرچہ ایسا اپنے اختیار سے نکریگا قال اللہ تبارک وتعالیٰ ولو شئنا لآتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین اس آیت سے واضح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا سبکو مومن کر دیتا مگر جو فرما چکا ہے اس کے خلاف نکرے گا اور سب اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں وہ فاعل مختار فعال لما یرید ہے یہ عقیدہ تمام علماء امت کا ہے چنانچہ بیضاوی تحت تفسیر قولہ تعالیٰ ان تغفر لہم الآیۃ لکھتا ہے کہ عدم غفران شرک کا مقتضے وعید کا ہے ورنہ کوئی امتناع ذاتی نہیں اور یہ ہے عبارت اسکی وعدم غفران الشرک

مقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ واللہ اعلم بالصواب | رشید احمد ۱۳۰۰ھ

مہر مفتی حنفیہ مکہ معظمہ	مہر مفتی شافعیہ مکہ معظمہ	مہر مفتی مالکیہ مکہ مکرمہ	مہر مفتی حنبلیہ مکہ مکرمہ

یہ فتویٰ عربی ہوکر مکہ معظمہ میں بھی گیا جو جنیہ ص۱۹ا میں منقول ہے اور اسکی تصدیق چاروں مذہب کے مفتیان مکہ معظمہ نے بھی کی ہے۔ اور نیز علامہ گنگوہی کے اخیر زمانہ حیات میں جب آپکے بعض متوسلین کو اہل بدعت کی اس افترا پردازی کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے عریضہ لکھکر اس کے متعلق دریافت کیا تو جواب میں اپنی برأت اور جعلی فتوے کے لغتی مضمون سے کامل بیزاری ظاہر فرمائی اور مجدد مدعۃ کو اسکی اطلاع بھی ہوئی لیکن کفر کا فتویٰ پھر بھی جوں کا توں رہا، اور حضرت مرحوم کی وہ جوابی تحریر بعینہٖ دکھلائی بھی گئی مگر پتھر کے اس دل پر جو تکفیر کا خوگر ہو چکا تھا، کوئی اثر نہ ہوا اور خدا کا خوف اس کے خیالات میں کوئی جنبش پیدا نہ کر سکا۔ یہی وہ حالات اور واقعات ہیں جن کی وجہ سے ہم یہ سمجھنے اور کہنے پر مجبور ہیں کہ خاں صاحب کے فتویٰ کفر کی بنیاد پہلے دن سے کسی غلط فہمی یا علمی لغزش پر نہ تھی بلکہ درحقیقت اس کی تہ میں صرف جاہ پرستی اور شہرت پسندی اور نفس پروری کا بے پناہ جذبہ کارفرما تھا۔

الحاصل مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس شد و مد سے اپنے فتاویٰ میں اسکو تحریر فرمایا کہ جو شخص نسبت کذب باری عز شانہ کی طرف کریگا وہ کافر ملعون ہے ہرگز مومن نہیں پھر نہ معلوم کہاں سے یہ خبیث فتویٰ اختراع کیا۔ ہاں البتہ مسئلہ مقدوریت خلاف ما اخبرہ اور قدرۃ علی خلاف منصوص کے جسکو مخالفین الزاماً امکان کذب سے تعبیر کرتے ہیں حضرت مولانا اور ان کے متبعین حسب رائے اکابر سلف صالحین قائل تھے اور ہیں مگر امکان ذاتی کے مع امتناع بالغیر امکان وقوعی کے جملہ حضرات منکر ہیں چنانچہ اس فتویٰ میں بھی اس کو فرمایا البتہ بعض متکلمین نے صرف خلف وعید کو عقلاً جائز الوقوع بھی مانا ہے اور اس کو حسن سمجھا ہے نہ شرعاً۔ لیکن سیزدہم صدی کے بعض علما نے یہ خلاف کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو خبریں دی ہیں اس کے خلاف کرنے پر اس کو قدرت نہیں محال ذاتی ہے اور اس باب میں رسائل تصنیف کئے جیسے مولوی احمد حسن صاحب مرحوم پٹیالوی ڈسکوی ثم کانپوری کا رسالہ تنزیہ الرحمن اور مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم ٹونکی کا رسالہ عجالۃ الراکب وغیرہ اور ان رسالوں کے جوابات بھی دئے گئے اور چھپکر شائع ہوئے چونکہ یہ رسائل مضامین علمیہ سے پُر اور طریقہ تہذیب علما سے مملو تھے ان کے جوابات کی طرف توجہ ہوئی اور خانصاحب کے رسالہ سبحان السبوح میں سوائے بازاری باتوں کے اور کوئی مضمون علمی ایسا نہیں تھا کہ جس کا جواب دوسرے

رسائل میں نہ آچکا تھا - علاوہ ازیں علما میں ان کا کچھ شمار ہی نہ تھا اور علما نے کبھی قابل خطاب ہی نہیں سمجھا تھا لیکن پھر بھی کسی عالم نے سبحان السبوح کے دنداں شکن جواب تنزیہ الہٰ میں دیئے البتہ ان کی گالیوں اور دشنام کا جواب نہیں دیا گیا کہ فعل اہل علم ہی نہیں ہے۔

یہ جدید عقیدہ قرآن مجید کے صریح خلاف ہے قال اللہ تعالیٰ ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم ۲ الایۃ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بدولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں ان پر عذاب نازل نہ فرمائیگا - اور قل ھو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابًا الآیہ یعنی اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرنے پر قادر ہے - عاجز نہیں ہے، پس اس خبر کی وجہ سے دنیا میں عذاب بیشک ہرگز ہرگز نہ آئے گا - مگر آیت ثانیہ سے اس کا قدرۃ الٰہی میں داخل ہونا معلوم ہوا - اور اس عقیدہ حقہ پر امکان کذب کا الزام معتزلہ بھی اہل سنت پر لگا چکے ہیں جس کا جواب اہل سنت کی طرف سے شرح مواقف میں یہ ہے استحالتھما ممنوعۃ کیف وھما ای الکذب والخلف من الممکنات التی تشملھا قدرتہ تعالیٰ اور منہیہ مسلم الثبوت میں ہے انا لانسلم امتناع الکذب علی اللہ تعالیٰ وامتناع اظہار المعجزۃ علی ید الکاذب امتناعًا عقلیًا لانھما من الممکنات وقدرتہ شاملۃ انتہیٰ اور شرح مختصر الاصول میں ہے، ولا یلزم الکذب اذ لو وقع خلاف الخبر یلزم الکذب وکلا نقول بوقوعہ بل بامکانہ وھو لا یستلزم الوقوع انتہیٰ - اور منہاج السنۃ میں ہے قال الجمہور وھو قول کثیر من اصحاب ابی حنیفۃ ومالک والشافعی واحمد وغیرھم ان الظلم مقدور وکان الجمہور قالوا ان خلف الوعد جائز ممکن وان کان اللہ لا یخلف وعدہ ابدًا دائمًا انتہیٰ اور شرح مواقف میں اس مسئلہ کو اسی طرح تین جگہ ذکر کیا ہے - مسائرہ میں بھی تفصیلاً مذکور ہے - تقریر الاصول شرح تحریر الاصول میں محقق ابن ہمام صاحب فتح القدیر اور ان کے تلمیذ ابن امیر الحاج رحمہما اللہ نے اس مسئلہ کو اور یہ کہ یہی رائے اکابر اہل علم اور معاشر اہل سنت اشاعرہ وماتریدیہ کی ہے نہایت وضاحت سے بیان کر کے یہ دکھا دیا ہے کہ بعض لوگوں نے جو درمیان اشاعرہ وماتریدیہ کے اس مسئلہ میں خلاف ثابت کیا ہے وہ محض نزاع لفظی ہے اور اسکی تقریر فرمائی ہے - علامہ کلنبوی نے حاشیہ شرح عقائد جلالی میں اس مسئلہ کی پوری تقریر کی ہے اور جمہور اشاعرہ کا یہی مذہب ثابت کر کے دکھلا دیا ہے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اس مسئلہ میں مخالف مذہب نہیں ہے علاوہ اس کے اور بھی کتابیں علم کلام کی اس مسئلہ کی توضیح کر رہی ہیں کہ ممتنع اور محال بالغیر ہے نہ امتناع ذاتی مگر اعتماد کیواسطے یہ کتب مذکورہ بھی کافی ہیں اگر زیادہ تحقیق منظور ہو تو جہد المقل دونوں حصوں کو ملاحظہ کریں - البتہ ہمارے علما امکان کذب کے لفظ کو ایہام سوء ادب کی وجہ سے بیضرورت اطلاق کرنے کو منع فرماتے ہیں جیسے لفظ خالق الخنازیر

والقدرۃ والقاذورات وغیرہا کے اطلاق کو منع کیا جاتا ہے بوقت ضرورت پر مجبور ہیں۔

دراصل تقویۃ الایمان کی ایک عبارت پر یہ بحث چھڑی ہے وہ عبارت یہ ہے "اللہ صاحب وہ قادر مطلق ہے کہ اگر چاہے تو ایک آن میں کروروں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل پیدا کر دے" او کما قال اس پر پیر پرستوں کی امداد میں معقولیوں نے یہ اعتراض جمایا کہ اللہ جل شانہ ہرگز آپ کے مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے آپ کا نظیر محال بالذات ہے، اور معتزلیوں سے سیکھ کر یہ دلیل پیش کی کہ قرآن میں آپ کو خاتم النبیین فرمایا ہے۔ اگر آپ کے مثل ممکن ہو تو امکان کذب باری تعالیٰ لازم آتا ہے اور دوسرے تکذیب نص لازم آئے گی اور یہ محال، پس آپ کی نظیر بھی محال ہے کہ مستلزم محال کا محال ہوتا ہے لہٰذا امکان نظیر کا عقیدہ کفر ہے۔

اہل حق نے یہ جواب دیا کہ خدا تعالیٰ حضور علیہ السلام کے مثل پیدا کرنے پر قادر ہے عاجز نہیں ہے کیونکہ آپ کے مثل ممکن بالذات ہے۔ خدا کی قدرت میں داخل ہے۔ ہاں اپنے وعدہ کے مطابق آپ کے مثل ہرگز ہرگز پیدا نہ کریگا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ، وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا۔ لہٰذا محال بالغیر ہے نہ محال بالذات جو قدرت کے تحت میں داخل نہ ہو کیونکہ جب ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ممکن ہے واجب اور ممتنع نہیں تو آپ کی نظیر بھی ممکن ہے کہ نظیر ممکن کی ممکن ہی ہو سکتی ہے۔ واجب بالذات یا ممتنع بالذات ممکن بالذات کی نظیر نہیں ہو سکتی چنانچہ حضرت یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ بعینہ تقویۃ الایمان کی طرح مکتوب ۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "اگر خواہد در ہر لحظہ صد ہزار چون محمد بیافریند" ان پر بھی کچھ فتوی لگائیں اور فلسفی معتزلی دلائل کا جواب اہل حق نے وہی دیا ہے جو اہل سنت معتزلیوں کو ہمیشہ سے دیتے آئے ہیں

اس مسئلہ میں بعض شبہوں کے مختصر جوابات

واضح ہو کہ کلام نفسی صفت ازلی و قدیم غیر مختار ہے اسمیں کسی کو اختلاف نہیں اور کلام لفظی باتفاق اشاعرہ وماتریدیہ حادث ہے۔ (دیکھو فتاوی عزیزیہ ص ۱۲۹) اور شرح مواقف میں ہے۔ نسمیہ کلامًا لفظیًا ونعترف بحدوثہ انتہی۔ اور شرح عقائد نسفیہ میں بھی اسی طرح مفصل موجود ہے اور اسی میں بحث ہے۔ انزال اور تنزیل فعل الٰہی ہے انا انزلناہ قرآنًا عربیًا۔ اور افعال الٰہی سب مقدور۔ شرح مقاصد میں نظام معتزلی کا عقیدہ لکھا ہے المنکرون لشمول قدرتہ طوائف منہم النظام واتباعہ القائلون بانہ لا یقدر علی الکذب والظلم الخ اور شرح مواقف اور شرح عقائد نسفیہ وغیرہ میں فرقہ ابو القاسم بلخی معتزلی کا یہ عقیدہ لکھا ہے قالوا

لایقدر علی مثل فعل العبد- اور شرح مواقف میں فرقہ اسواریہ کا یہ عقیدہ لکھا ہے ان اللہ لا یقدر علی ما اخبر بعدمہ او علم بعدمہ والانسان قادر علیہ لیکن اہل سنت وجماعت ان سب پر یعنی کذب اور ظلم پر اور مثل فعل عبد پر اور خلاف خبر و خلاف علم پر اللہ تعالیٰ کو قادر مانتے ہیں اور ہر فعل الٰہی اور ہر فعل عبد جو راجع صفت فعل کیطرف ہو سبکو مقدور اور سب پر قدرۃ ثابت کرتے ہیں- چنانچہ متکلمین نے جملہ صفات سلبیہ کو جن سے تنزیہ باری تعالیٰ ضروری ہے باوجود غیر متناہی ہونے کے تین اقسام راجع الی الذات- راجع الی الصفات- راجع الی الافعال پر منقسم کیا جیسا کہ امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے اقسام السلوب بحسب الذات و بحسب الصفات و بحسب الافعال غیر متناھیۃ چونکہ ذات الٰہیہ اور اسکی صفات حقیقیہ احاطہ قدرت سے باہر ہیں لہذا اُن سلوب کو جن کے تحقق سے ذات وصفات خداوندی میں تغیر لازم آتا تھا قابل مقدوریت نہیں سمجھا اور افعال الٰہی چونکہ مقدور ہیں لہذا ان سلوب کو جو راجع الی الافعال ہیں تحت قدرت اور اختیار کے ممتنع الصدور قرار دیا اور ایسے افعال عباد کو جو مستلزم تغیر ذات و صفات ہیں غیر مقدور اور مابقی سبکو مقدور اور جو انمیں قبیح تھے وہ مقدور ممتنع الصدور- پس خانصاحب نے بے سوچے سمجھے بیجا اور غلط الزام کے بہانہ کس قدر اللہ جل شانہ کو مزے لیلیکر بے لفظ سُنایا ہے- زانی- مزنی- اُچکا- ڈاکو شرابی- کہکل- عیبی- سوتا ہے- اونگتا ہے- بہکتا ہے- بھولتا ہے- محتاج ہے- تہکتا ہے- خلق سے ہار جاتا ہے، کھاتا ہے- بھیک مانگتا ہے- اس کے جورو اور ماں باپ ہیں- لونڈیوں سے عزل کرتا ہے- بچے جنتا ہے- مرتا ہے- اچھلتا ہے- کودتا ہے- کلائیں کھاتا ہے ڈبکتا ہے- پھولتا ہے- سمٹتا ہے- ربڑ کی طرح پھیلتا ہے- مرد بھی ہے عورت بھی ہے خنثیٰ بھی ہے لواطت کرتا ہے- مفعول بھی بنتا ہے- محفل محفل کوڑی ناچ دکھاتا ہے وغیرہ وغیرہ (تصنیف الاستمداد وغیرہ) معاذ اللہ معاذ اللہ- خانصاحب نے اس کلیہ کو نہ سمجھا کہ مثل فعل عبد پر جو راجع صفت فعل کی طرف ہو خدا تعالیٰ قادر ہے ورنہ عبد کی قدرت خدا کی قدرت پر زائد ہو جائے گی نہ اُس فعل پر جو راجع الی الذات والصفات ہو علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رح حاشیہ شرح مواقف مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں- اذ لو کان ممتنعًا (ای بالذات) لما وقع الکذب من احد فھو ممتنع بواسطۃ انہ مناف لکمالہ تعالیٰ فیکون ممتنعا بالغیر والامتناع بالغیر لاینافی امکان الذاتی انتھی- اور بعض علماء اہل سنت نے امکان رویۃ باری تعالیٰ پر معتزلہ وغیرہ کے خلاف یہ حجت پکڑی ہے لنا فیہ الحجۃ علی صحۃ الرؤیۃ لانہ لو امتنعت رؤیتہ لما حصل التمدح بنفیھا عنہ اذ لا مدح للمعدوم

(شرح مواقف ۔ شرح عقائد نسفی) اس حجت پر علامہ خیالی نے نقضی نقض وارد کیا کہ یہ کلیہ صحیح نہیں کہ محال بالذات کی نفی سے تمدح حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ ممکن اور مقدور کی نفی سے جبکہ اس میں علو شان ہو مدح حاصل ہوتی ہے کیونکہ نفی ولد وغیرہ سے اللہ کی مدح کیجاتی ہے حالانکہ ممکن اور مقدور نہیں۔ اس لئے یہ کلیہ صحیح نہیں ہے۔ لیکن علامہ خیالی نے ان متکلمین علماء اہل سنت کو نہ کافر بنایا نہ تشنیع کی اور اب تک جس قدر علمائے کرام گذرے ہیں کسی نے بھی زبان درازی کی لیکن خالفین نے خیالی سے اخذ کرکے وہ کفر کا تومار باندھا کہ خدا کی پناہ۔ اور اس بہانہ سے اللہ جل شانہ کو وہ مغلظات سنائیں کہ العظمۃ اللہ۔ حالانکہ جو کلیہ مسئلہ مبحوث عنہا میں بخوبی چسپاں ہے اور علامہ شہید نے رسالہ یکروزی میں اور دیگر متکلمین نے یہاں مراد لیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ سلوب جو راجع الی الافعال ہیں انکی نفی سے باوصف قدرۃ تمدح ہے۔ اگر قدرۃ نہ ہو تو اس کی نفی کرنے سے کچھ بھی مدح نہ ہوگی اور یہ نزد جمیع عقلاء مسلم ہے۔

عدل۔ لطف۔ صدق کا شمار صفات اضافیہ میں ہے جو لوازم ذات نہ ہونے کی وجہ سے واجب بالذات نہیں ہیں بلکہ ممکن واجب بالغیر ہیں۔ مکتوب مجدد صاحب قدس سرہ ۲۴۱ میں ہے،

"این وجوب کہ از زوال طرف عدم در ممکن بیدا شدہ است وجوب بالغیر است کہ قسمی از ممکن است نہ وجوب بالذات۔ انتہی۔ اگر صدق کو واجب بالذات غیر مقدور سمجھا جائے اور چونکہ خدا تعالیٰ فعال بھی ہے تو فعل بھی واجب بالذات غیر مقدور ہوا یعنی فعل بھی صفۃ ہے جس کی وجہ سے فعال کہلایا ہے تو مخالفین کے نزدیک کوئی فعل بھی اختیاراً صادر نہیں ہوگا۔ پس ایسی صورت میں جناب باری تعالیٰ محض عاجز ہو جائیگا نہ کسی فعل پر قادر نہ کسی چیز پر یہ فرقہ اسماعیلیہ کا مذہب ہے (دیکھو تحفہ اثنا عشریہ) اور بیشک صدق کلام نفسی علت اور کلام لفظی کا صدق معلول ضرور ہے لہٰذا زوال معلول سے اگرچہ زوال علت لازم آسکتا ہے مگر امکان زوال معلول سے زوال علت کا امکان ہرگز ہرگز لازم نہ آئے گا۔ ورنہ امکان زوال عقل اول سے امکان زوال واجب تعالیٰ بھی ماننا پڑے گا وہو کما تری فقد بطل ما توسوست بہ صدور بعض الفضلاء الاعلام۔

(۳) توضیح عبارات البراھین القاطعہ

اول معلوم کرنا چاہیے کہ جمیع علماء اہل سنت والجماعۃ کا اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃً زندہ ہیں کھاتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں نہ مثل شہداء کے مجازاً چنانچہ شیخ قدس سرہ نے

شرح مشکوۃ میں فرمایا ہے۔ حیات انبیاء متفق علیہ است۔ ہیچ کس را دروے خلافے نیست۔ حیات دنیوی جسمانی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چنانکہ شہدا راست انتہیٰ۔
پھر علمائے محققین نے تصریح کی ہے کہ انبیاء علیہم السّلام بیشک اپنی ہی قبروں میں زندہ ہیں اُن کو وہاں سے نقل نہیں کیا جاتا بلکہ بغیر نقل کئے جنت کی طرف دروازہ کھولدیا جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں بھی ہے الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون یعنی انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں البتہ علامہ قونوی کو کچھ تردد ہے جس کا شیخ نے جذب القلوب میں خوب جواب دے کر قطعی فیصلہ کر دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کا قبور میں رکھا جانا معائن اور مشاہد ہے اور اصل باقی رہنا ہے اپنے حال پر نہ منتقل ہونا جب تک کہ کوئی دلیل قطعی اُس کے خلاف پر قائم نہو اور حقیقت میں قائم نہیں ہوئی۔ پس ثابت ہوا کہ جس حیات کی کہ قطعیت ثابت ہوئی ہے وہ قبور میں ہوگی نہ سماوات میں، اور پھر جو حدیث علامہ قونوی نے نقل کی ہے اس حدیث کو محققین اہل حدیث اور شراح نے ضعیف لکھا ہے اور اس کے ایک راوی کو مطعون کہا ہے۔ انتہیٰ۔ اور نیز جمہور علماء اہل سنت والجماعۃ نے اتفاق کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ اور سلام ملائکہ کے ذریعہ سے پہنچایا جاتا ہے اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علیّ نائیا ابلغتہ۔ اور ابن حجر مکی شرح ہمزیہ میں لکھتے ہیں اذا صلی وسلم علیہ عند قبرہ سمعہ سماعا حقیقیا ویرد علیہ من غیر واسطۃ وان صلی وسلم علیہ من بعید لا یسمعہ الا بواسطۃ یدل علیہ احادیث کثیرۃ۔ انتہیٰ۔ اور شیخ عبد الحق رح ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں۔ سلام زائران نفس شریف خود بے واسطہ سماع فرمایند ورد سلام نمایند و دیگران بوساطت ملائکہ سیاحین بود انتہیٰ اور امام احمد مجتہد تقی الدین السبکی رح نے اپنی کتاب شفاء السقیم میں اس کے علاوہ بہت سی احادیث نقل فرمائی ہیں ان تمام احادیث کا حاصل مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک جماعۃ ملائکہ سیاحین فی الارض کی اللہ عزوجل نے اس لئے مقرر کی ہے کہ میری وفات کے بعد میرے امتی کے درود و سلام مجھ تک پہونچائیں۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس آکر درود و سلام مجھ پر کہتا ہے میں خود بلا واسطہ سُن لیتا ہوں اور جواب دیتا ہوں اور جو دُور سے درود و سلام بھیجتا ہے اس کو خود تو نہیں سُنتا لیکن فرشتوں کے ذریعہ سے اسکو میرے پاس

پہنچا دیا جاتا ہے لیکن حضور علیہ السلام نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ میں خود وہاں تشریف لیجاتا ہوں باوجود اس کے ان مبتدعین کا احادیث نبوی کے خلاف یہی عقیدہ ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذکر ولادت شریفہ میں موجود اور حاضر ہوتے ہیں۔ دیکھو ان کا مشہور اور بہت مستند مجموعۂ فتاوی غایۃ المرام ص۵۵ و ۵۶ و ۶۷ و ۱۷ میں تصریح کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ہر محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں تعظیم کیواسطے کھڑا ہونا فرض ہے۔ قیام نکرنیوالا کافر ہے۔ احتمالات عقلی اور قیاس فاسد سے عقیدہ کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اور عالم برزخ عالم دنیا کے مغائر ہے اور مکاشفہ اولیاء کرام اول تو شرعاً حجت نہیں پھر مکاشفہ بھی مشاہدہ تمثال ہوتا ہے نہ عین حقیقت جو اولیاء اللہ کے لئے بطور کرامت کبھی کبھی کشف ہو جاتا ہے، عالم غیب یا برزخ میں دیدار پرتو جمال جہاں آرا سے مشرف ہو جانا یا مشاہدہ تمثال ہونا وہ اس بحث سے خارج ہے جیسا کہ مدارج النبوۃ میں بعد حکایات اولیا اور کشف الغطا میں مفصل مذکور ہے کہ یہ سب منام اور یقظہ میں مشاہدہ تمثال ہے نہ عین حقیقت۔ ہاں باری تعالیٰ اگر چاہے تو روح مبارک کو ہر جگہ حاضر کر سکتا ہے اور باری تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہے لیکن کلام فعلیت حضور اور تشریف آوری دائمی میں ہے کہ کس نص سے ثابت ہے تاکہ اس پر عقیدہ کیا جائے ورنہ باری تعالیٰ تو ممکنات پر ہر طریقہ پر قادر ہے۔ اس عقیدہ کا بدعت ہونا اظہر من الشمس ہے اور اگر اس میں عقیدہ حضور روح فخر عالم کا بعلم غیب غیر عطائی ہو تو شرک ہو گا۔ (۱) فتاوی بزازیہ میں ہے قال علمائنا من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر انتہی۔ (۲) اور حضرت سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری استاذ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہما توشیح میں فرماتے ہیں منهم الذين يدعون الانبياء والاولياء عند الحوائج والمصائب باعتقاد ان ارواحهم حاضرة تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلك شرك قبيح وجهل صريح انتہی۔ (۳) اور مفتاح القلوب میں ملا حسین خباز قدس سرہ نے لکھا ہے و از کلمات کفر است ندا کردن اموات غائبات را بگمان آنکہ حاضر اند مثل یا رسول اللہ الخ انتہی۔ (۴) اور حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ محدث دہلوی سورۂ مزمل کی تفسیر میں فرماتے ہیں قولہ اول احاطہ علمی باذکار قلبیہ و لسانیہ ذاکرین باوصف تخالف امکنہ واز منہ الخ دوم قوۃ نزدیک شدن الخ کہ در عرف شرع آنرا دنو و تدلی و نزول و قرب خوانند این ہر دو صفت خاصۂ ذات پاک او تعالیٰ است ہیچ مخلوق را حاصل نیست آرے بعض کفرہ در حق بعضے از معبودان خود و بعضے پیر پرستان

از زمرہ مسلمین درحق پیران خود امر اول کا ثابت میکنند و در وقت احتیاج بہ ہمیں اعتقاد بآنہا استعانت می نمایند انتہیٰ۔ اور اسی سورت میں ہے۔ مخلوقات ہر چند روحانیات باشند اول علم محیط ندارند کہ بر ذکر ہر ذاکر مطلع شوند اور تفسیر سورۂ بقرہ ص۱۲۲ پر فرماتے ہیں یا رتبہ ائمہ و اولیا را برابر رتبہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام گرداند و انبیاء و مرسلین علیہم السلام را لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند انتہیٰ۔

(۵) اور حضرت قاضی شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ فتاوی تحفۃ القضاۃ میں فرماتے ہیں۔ یقومون عند ذکر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم و یزعمون ان روحہ صلی اللہ علیہ وسلم یجیئ و حاضر فزعمھم باطل بل ھذا الاعتقاد شرک انتہیٰ (۶) خود فاضل بریلوی خالص الاعتقاد ص۲۸ میں لکھتے ہیں قولہ علم یقیناً ان صفات میں سے ہے کہ غیر خدا کو بعطاء خدا مل سکتا ہے اور ص۳۲ پر فرماتے ہیں بلاشبہ غیر خدا کیلئے ایک ذرے کا علم ذاتی (یعنی غیر عطائی) نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر ہے انتہیٰ اور دولت مکیہ نظر اول ص۶ پر بھی اسی طرح رقمطراز ہیں ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو متعدد جگہ آن واحد میں بغیر ثبوت شرعی محض اپنی طرف سے حاضر ناظر جاننا اور ان مواقع اور ان امور کا علم بغیر نصوص کے اپنی طرف سے غیر عطائی ثابت کرنا اور سمجھنا پھر حقیقتاً مخاطب سمجھکر خطاب کرنا کفر و شرک ہے۔ حضرات! مولوی عبدالجبار صاحب مرحوم نے اسی اُصول مسلمہ تمام علماء اہل سنت کے ماتحت ایک استفتا کے جواب میں تحریر فرمایا ہے قولہ حضرت کی نسبت (یعنی اپنی طرف سے بغیر ثبوت شرعی کے اور جب ثبوت شرعی نہیں ہے تو وہ غیر عطائی ہی ہوگا جیسا کہ پیر پرستوں کا عقیدہ ہے) یہ اعتقاد رکھنا کہ جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں تشریف لاتے ہیں شرک ہے ہر جگہ موجود خدا تعالیٰ ہے۔

پھر شرک کی وجہ یہ بتلائی قولہ اللہ سبحانہ نے اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی انتہیٰ۔ یعنی صفت خداوندی کو غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا موجب شرک ہے۔ اور ہر صفت باری تعالیٰ کی ذاتی حقیقی غیر عطائی ہے۔ پس چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کسی نص قرآنیہ یا حدیثیہ سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ آپ ہر موقعہ ذکر ولادت میں تشریف لیجاتے ہیں اور یہ وصف حضوری امکنہ متعددہ خداوند عالم نے آپ کو عطا فرما دیا ہے اور نہ ان بعض جزئیات دنیہ یعنی امکنہ اور مواقع کا علم دئے جانے کے متعلق کوئی نص اور نہ یہ وصف خدمتی اور علم دنی کوئی باعث کمال اور نہ شایان شان ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ لہذا اگر کوئی باوجود اس کے اپنی

طرف سے یہ علم اور یہ صفت غیر عطائی ثابت کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ مولود شریف میں تشریف لاتے ہیں پھر حقیقتاً مخاطب جان کر خطاب کرے تو شرک ہے۔ لیکن صاحب انوار ساطعہ نے اس کا مطلب نہ سمجھا اور وجہ شرک پر یہ اعتراض جمایا کہ عقیدہ اہل سنت والجماعۃ کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت اسی طرح اور اسی حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ دوسرے میں نہیں ہوتی اور خصوصیت کے معنی یہ ہیں یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ، اور روئے زمین پر کل جگہ حاضر ہونا تو کچھ خاص مخصوص خدا کے ساتھ نہیں بلکہ ملک الموت ہر جگہ قبض ارواح کے لئے اور شیطان اغواء بنی آدم کے لئے ہر جگہ موجود ہے اور یہ صفت اور یہ علم ان کو حاصل ہے تو پھر حضور علیہ السلام جو تمام مخلوقات سے افضل اور اعلیٰ ہیں ان کو یہ صفت اور یہ علم حاصل نہ ہوں۔ اگر ہر جگہ خصوصاً ہر مجلس مولود میں موجود ہوں تو کیا بعید ہے۔ ملخصاً)۔ دیکھو فقط قیاس سے ثابت کرنا چاہا ہے نہ کوئی آیت قطعی نہ حدیث متواتر نہ مشہور نہ خبر واحد پیش کی اگر کوئی آیت یا حدیث ہوتی تو ضرور پیش کرتے حضرت مولانا سہارنپوری دام مجدہٗ نے اول اس اعتراض پر مواخذہ فرمایا اور پھر قیاس کو رد کر کے فیصلہ فرمایا ہے۔ مواخذہ کا خلاصہ یہ ہے۔ عنقریب ہے کہ مؤلف صاحب شرک میں مبتلا ہوا چاہتے ہیں کیونکہ مؤلف کی تحریر سے اُس کا یہی عقیدہ مفہوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی کوئی صفت دوسرے کو اگر کماً کیفاً مساوی ثابت کریگا تو شرک ہوگا اور اگر کوئی صفت حق تعالیٰ کی بندہ میں ثابت کرے لیکن کماً کیفاً مساوی نہ ہو تو شرک نہیں جیسے ظلّی طور پر ثابت کرنے سے شرک نہیں ہوتا حالانکہ عقیدہ اہل سُنّت کا یہ ہے کہ کوئی صفت حق تعالیٰ کی بندہ میں کسی طرح نہیں ہوسکتی اور جو بندوں کو عنایت کرتا ہے وہ ظل کہلاتا ہے عین صفت حق سبحانہ کی نہیں کیونکہ صفت باری تعالیٰ ذاتی حقیقی ہے اور بندہ میں ذاتی ہو نہیں سکتی بلکہ ظلّی ہوگی اور یہ حق تعالیٰ کی صفت نہیں اور پھر اس میں کماً کیفاً مساوات صفت الٰہی کی بھی شرط نہیں بلکہ مطلقاً صفت ذاتی خاصہ خداوندی ہے۔ اور ان اشیاء کو جو صفت حاصل ہے وہ بھی ذاتی نہیں بلکہ عطا کردہ ہے اور جو کچھ عطا کیا گیا اس سے ذرہ برابر بھی زائد ذاتی طور پر ثابت کر دینا شرک ہوگا۔ الغرض مولوی عبدالجبار صاحب مرحوم نے صاف تصریح کردی اور وجہ شرک یہ بیان فرمادی تھی کہ اللہ سبحانہ نے اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی اُپنی صفت کی اضافت سے صاف معلوم ہے کہ مطلقاً صفت خداوندی غیر اللہ کو ثابت کرنا شرک ہے لیکن مولوی عبدالسمیع صاحب مرحوم کو وجہ شرک میں یہ کلام ہے کہ صفۃ الٰہی

کو غیر اللہ کیلئے مطلقاً ثابت کرنا شرک نہیں بلکہ اگر صفت الٰہی کو ثابت کیا جائے مگر کماً کیفاً مساوی نہ ہو تو شرک نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت جس طرح اور جس حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے وہ ذاتی محیط علی کل شئی ہے پس اثبات شرک کیلئے کماً کیفاً مساوات صفت الٰہی ضروری ہے ذاتی غیر محیط کی صورت میں شرک نہیں ہوگا جیسے ظلی طور پر شرک نہیں ان کی عبارت موجود ہے ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت الخ کی اضافت سے مطابق ظاہر ہے ورنہ مولوی عبد الجبار صاحب مرحوم کی اس تحریر پر قولہ اللہ سبحانہ نے اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی انتہی۔ اعتراض کرنے کے کیا معنی۔ اور پھر مولوی عبد السمیع صاحب مرحوم بھی **قولہ** اللہ تعالیٰ کی صفت الخ سے مواخذہ کر کے ثابت کرتے ہیں اور اگر ان اوصاف کو جو بندوں کو عنایت کرتا ہے یعنی ظلی کو اللہ سبحانہ کی صفت قرار دیتے ہیں تو اور بھی زیادہ کج فہمی پر دال ہے فتفکر **خلاصہ کلام** یہ ہے کہ اگر مولوی عبد السمیع صاحب نے اپنے اس مواخذہ میں (اللہ تعالیٰ کی صفت اسی طرح اور اسی حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے الخ) صفت سے صفت ذاتی مراد لی ہے تو لازم آتا ہے کہ ذاتی غیر محیط علی کل شئی کی صورت میں شرک نہیں ہے اور شیطان ملعون وغیرہ کے لئے صفت ذاتی غیر محیط تسلیم کی ہے جو کماً کیفاً مساوی نہیں ہے فہو باطل۔ اور اگر صفت ظلی مراد لیجائے تو صرف مثال تو صحیح ہوگی لیکن اوّل تو یہ صفت الٰہی نہیں اور نہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے بلکہ محال ہے۔ صفت ظلی اس لفظ سے کیسے سمجھ میں آئی نہایت تعجب ہے اور پھر اس کو نقض دلیل میں کیا دخل ہے۔ دلیل پر کیسے نقض ہوگا۔ یہ تو دعوی ہی دوسرا بن گیا اور اتصال ہی بدل گیا اگر اتصال وہی رہتا اور پھر رفع اسی اتصال کا ہوتا تو نقض بجا تھا، بھلا ایک اتصال دوسرے اتصال کی نقیض کیسے ہو سکتا ہے مولوی عبد الجبار صاحب تو اثبات صفت خداوندی کی تقدیر پر حکم لگاتے ہیں اور مولوی عبد السمیع صاحب اثبات صفت ظلی کی تقدیر پر حکم دیگر لگاتے ہیں۔ ہذا بعید من شان العلماء فافہم ولا تزل فانہ مزال الاقدام —

اب اس قیاس کا حال سنئے پہلے یہ واضح ہو کہ مؤلف انوار ساطعہ کی عبارت بقرینہ اعتراض بر مولوی عبد الجبار صاحب شیطان اور ملک الموت کیلئے صفت ذاتی کا الہام ڈالتی ہے جو اصل مبحوث عنہا ہے اور جسکو کہ مقیس علیہ صفت ذاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹھیرایا ہے ورنہ یہاں اس کا کچھ موقع نہ تھا۔ اسکی تقریر ماسبق میں معلوم کر چکے۔ لیکن مولانا مدظلہ نے علی سبیل تنزل بھی ان کی صفت کو صفت ظلی عطائی قرار دیکر پھر بھی اس قیاس کو باطل فرمایا ہے کیونکہ اصل مبحوث عنہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم ذاتی کا ثابت کرنا ہے جیسے کہ مولوی عبدالجبار صاحب کی دلیل شرک اور مؤلف انوار کے مواخذہ سے ظاہر ہے۔ چنانچہ عبارت براہین میں صاف طور سے فرمائے ہیں ۵۵ میں ہے قولہ شیطان کو جس قدر وسعت دی اور ملک الموت کو الخ۔ اور ۵۱ میں ہے قولہ اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی الخ وغیرہ وغیرہ۔ یعنی ان بعض جزئیات حادثہ کا علم ان دونوں کو ذاتی نہیں بلکہ باعطاء اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ لفظ دی دینے کا متعدد جگہ موجود ہے۔ پھر ان کے صفت ظلی کو نفیس علیہ صفت ذاتی رسول اللہ صلعم کا ٹھیرایا ہے یہ نہیں جیسے کہ خانصاحب سمجھ گئے کہ شیطان کیلئے تو شرک نہ ہو اور حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کیا جائے تو شرک ٹھیرے۔ بعد الملتیا والتی مولانا مد ظلہ نے اس قیاس کو رد کر کے اس بحث میں دو شق پر بحث کی ہے اور ان دو علماء میں اس طرح فیصلہ فرمایا ہے، اول علم ذاتی کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ثابت کر کے یہ عقیدہ رکھنا جو اصل مدعا مولانا عبدالجبار صاحب مرحوم کا ہے ثانی علم عطائی ظلی کا۔ اول شق کو شرک کہا ہے کہ صرف یہ خیال کر کے کہ آپ افضل الخلق اور اشرف الانبیاء ہیں اور حضرت ملک الموت وغیرہ سے بہت افضل ہونے کی وجہ سے ان کے برابر جو ان کو عطا کیا گیا ہے یا ان سے زیادہ بلکہ ان سے کم بھی اگر علم غیر عطائی ذاتی کا حصول مان لیا جائے تو شرک ہے کیونکہ علم غیر عطائی ذاتی مطلقاً خاصۂ خداوندی ہے۔ اور شق ثانی کو یعنی بغیر ثبوت شرعی کے محض عقلی ڈھکوسلوں سے یا کسی جہالت سے باعطاء اللہ تعالیٰ ظلی طور پر ثابت کر کے عقیدہ جما لینا شرک تو نہیں لیکن نادرست اور معصیت ہے۔ چنانچہ آپ تصریح فرماتے ہیں انتہا تک خوب غور سے ملاحظہ ہو قولہ (۱) تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوقات کو جس قدر علم حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اس سے ایک ذرہ بھر بھی زیادہ علم (وہ غیر عطائی ذاتی ہی ہوگا) ثابت کرنا شرک ہے سب کتب شرعیہ سے یہی مستفاد ہے۔ (۲) اور مسئلہ مشہور بحر الرائق اور عالمگیریہ اور در مختار وغیرہ میں ہے کہ اگر کوئی نکاح کرے بشہادت حق تعالیٰ اور فخر عالم علیہ السلام کے کافر ہو جاتا ہے بسبب اعتقاد علم غیب کے فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پس فقط مجلس نکاح کے اعتقاد علم غیب (اور صرف مجلس نکاح کے اعتقاد حضوری) میں کافر لکھا ہے (کیونکہ یہ علم اور صفت بھی غیر عطائی ہے کہیں ثابت نہیں کہ محفل نکاح میں حضور علم پا کر تشریف لاتے ہیں۔ (۳) ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم (اللہ نے) دی اس کا حال شاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا۔ اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اسمیں بھی مثل یا زائد اس سے افضل ہے

(غیر عطائی ذاتی) ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں۔

(۴) اگر فضیلت ہی موجب اس کی ہے تو تمام مسلمان اگرچہ فاسق ہوں اور خود مؤلف بھی شیطان سے افضل ہے تو مؤلف سب عوام میں یہ سبب فضیلت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو اس کے برابر تو علم غیب برغم خود ثابت کر دیوے الخ

(۵) اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جائیں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں الخ (چنانچہ شرح عقائد نسفیہ میں ہے لاعبرة بالظن فی باب الاعتقادیات) دوسرے قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے۔ اب دیکھو فاضل بریلوی کا یہ کہنا کس قدر غلط ہے کہ مولانا مدظلہ نے اپنے اس دعوی کفریہ کے اثبات کے لئے صرف ایک حدیث سے استدلال کیا ہے کہ مجھکو دیوار پیچھے کا بھی علم نہیں ہے جو شیخ دہلوی نے اس روایت کو بے اصل بتلایا ہے حالانکہ یہ روایت اگرچہ باعتبار اسناد بے اصل ہے لیکن بوجہ دلائل اُخر قطعیہ صحیحہ مقبول المعنی ہونے میں کسی کو انکار نہیں ہو سکتا پس بحسب المعنی یہ حدیث بھی قابل احتجاج ہے۔ چنانچہ خود شیخ رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوۃ جلد اول باب صفۃ الصلوۃ آخر فصل ثالث میں بلا جرح نقل فرما کر اپنے دعوے کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ پھر کیا مولانا مدظلہ نے اپنے دعوی کو اسی پر منحصر رکھا ہے۔ افسوس۔

اب اس کے بعد متنازعہ فیہا عبارت دیکھیئے۔ الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھکر (یعنی ان کو جو بعض جزئیات حادثہ دنیاویہ کا علم کہ جن سے ان کا مقصد اغواء اور قبض ارواح حاصل ہو دیا گیا اور اسی کے لئے یہ پیدا بھی کئے گئے ہیں اس پر قیاس کر کے) علم محیط زمین فخر عالم کو (یعنی علم غیر عطائی ذاتی جس کو محیط ہونا لازم ہے تاکہ روئے زمین میں جہاں بھی مجلس مولود ہو وہیں آپ تشریف لائیں۔ ناظرین لفظ علم محیط زمین دیکھکر اس کو شیطان اور ملک الموت کیطرف منسوب کر کے یہ نہ سمجھ لیں کہ صاحب براہین دونوں کے لئے جملہ جزئیات ارضیہ حادثہ کے علم کے قائل ہیں یہ مخصوص باری تعالی کے ساتھ نہیں) خلاف نصوص قطعیہ کے (جو درباره علم غیب غیر عطائی ذاتی بکثرت موجود ہیں) بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے (غیر عطائی طور پر) ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا حصہ ایمان کا ہے شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت (دیکھو اس عبارت میں بھی لفظ یہ وسعت موجود ہے جس کا مشار الیہ ضرور کوئی ہے یعنی ملک الموت کا متعدد جگہ حاضر ہونا قبض ارواح کے لئے اور شیطان کا اغواء کے لئے کہ ان ہی امور کے لئے یہ پیدا کئے گئے ہیں) نص سے (یعنی عطائی ظلی طور پر) ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم (غیر عطائی ذاتی یعنی چونکہ قرآن و حدیث

سے ان جزئیات حادثہ دنیویہ محضہ کا علم اور پھر امکنہ متعددہ میں صفت حضوری کا باعطاء اللہ تعالیٰ ثبوت نہیں توان جزئیات حادثہ دنیاویہ کا علم اور یہ صفت حضوری غیر عطائی ذاتی کی کون سی نص قطعی ہے (یعنی حضور کو ہر مجلس روئے زمین کا علم تفصیلی ہونے اور پھر مجلس مولد میں تشریف لانے کے متعلق کیونکہ اسی میں بحث ہو رہی ہے) کہ جس سے تمام نصوص (علم و صفت غیر عطائی ذاتی) کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے اور خاصہ کی تعریف تہذیب منطق پڑھ کر مولف نے یاد کر کے بے تہذیبی عقیدے کی اختیار کی مگر فہم سے ماشاء اللہ ہنوز بہت دور ہیں۔ خاصہ حق تعالیٰ کے علم کا یہ ہے کہ اس کا علم ذاتی حقیقی ہے کہ جس کا لازم احاطہ کل شئی کا ہے اور تمام مخلوق کا علم مجازی ظلی کس قدر عطا کی حق تعالیٰ کی طرف سے مستفاد ہے پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کے تشریف رکھنا (کہ ہر ہر مجلس کے علم تفصیلی ہونے کے بعد تمام مجالس میں آن واحد میں سب جگہ تشریف لائیں کیونکہ بحث مجالس مولد میں آپ کی تشریف آوری کے اور ان امکنہ متعددہ کے علم تفصیلی کے متعلق ہے) اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم (غیر عطائی ذاتی) آپ کا ان امور میں (دیکھو یہاں بھی لفظ ان سے اشارہ کیا ان عبارات سے واضح ہو گیا ہوگا کہ گفتگو خاص علم میں ہو رہی ہے نہ مطلق علم میں) ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ الخ۔ پھر آگے چند سطر بعد صاف طور سے فرماتے ہیں **قولہ** یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسا کہ جہلا کا یہ عقیدہ ہے اگر یہ جانے کہ حق تعالیٰ اطلاع دیکر حاضر کر دیتا ہے تو شرک تو نہیں مگر بدون ثبوت شرعی کے اس پر عقیدہ درست بھی نہیں اور بدون حجت ایسی بات کو عقیدہ کرنا موجب معصیت کا ہے۔ انتہی۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا مدظلہٗ فقط علم غیر عطائی ذاتی کو شرک فرما رہے ہیں اور باعطاء اللہ سبحانہ کے مجالس کا علم تفصیلی اور تشریف آوری کو فی نفسہ جائز فرماتے ہیں مگر بوجہ عدم ثبوت نصوص شرعیہ قطعیہ اس کے اعتقاد سے منع فرماتے ہیں **ناظرین کرام** اس عبارت نے تو خانصاحب کی عمر بھر کی کوشش کو یک لخت خاک میں ملا دیا۔ افسوس کہاں اسقدر اور اس زور کا یہ دعویٰ تھا کہ براہین میں تصریح کی ہے کہ ابلیس لعین کا علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اور اس کے خلاف شرک ہے کہ تاویل تک باقی نہ تھی اور کہاں یہ کہ اشارۃً وکنایۃً بھی اس نجس اور کفری مضمون کا پتہ نہیں مفاد ہونا کجا۔

تنبیہ: یہ بھی واضح رہے کہ حضور فخر عالم علیہ السلام کو جو کمالات اللہ جل شانہ نے عطا فرمائے

ہیں اُن کے مقابلہ میں ملک الموت وغیرہ کے یہ بعض جزئیات ارضیہ حادثہ دنیاویہ (کما فی تفسیر فتح العزیز ص۲۵۷) کے کمالات جو اسی خدمت کیلئے یہ پیدا کئے گئے کچھ قدر نہیں رکھتے یہ کمالات خدمتی ہیں اور حضور کے کمالات اعزازی اور شرفی ہیں۔ اور جس قدر اقصیٰ مراتب نبوۃ اور کمالات نبوۃ کے لیے علوم ضروری و لابدی اور موجب فضل تھے وہ بکمالہا آپ کو حاصل تھے۔

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بحث ان بعض جزئیات ارضیہ حادثہ دنیاویہ کونیہ میں ہے جن کے متعلق حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتم اعلم بامور دنیاکم فرمایا ہے۔ اور علامہ نووی نے اس کی شرح میں اور حضرت قاضی عیاض نے شفا شریف میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے کہ جمیع علما نے اتفاق کیا ہے کہ ایسے ویسے بعض امور دنیاویہ کونیہ کے عدم علم اور وقوع خطا سے آپ کی شان رسالتمآب میں کوئی عیب لازم نہیں آتا۔ اور ان امور کے نہ جاننے سے علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں (جو کہ کروروں علوم شریفہ وکمالیہ و اسرار غیبیہ و جملہ علوم دینیہ اور معظمات ومہمات امور دنیاویہ اور دیگر نفیس اور شریف معلومات کو مشتمل ہے کہ کوئی خلق نہ جن نہ فرشتہ نہ بشر اُس تک پہونچا نہ پہونچ سکے چہ جائیکہ ابلیس لعین) کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ شفا شریف کی عبارت یہ ہے فاما ما تعلق منہا بامر الدنیا فلا یشترط فی حق الانبیاء العصمۃ من عدم معرفۃ الانبیاء ببعضہا او اعتقادہا علی خلاف ما ہی علیہ ولا وصم علیہم فیہ اذ ہمہم متعلقۃ بالاخرۃ وانبائہا وامر الشریعۃ وقوانینہا وامور الدنیا تضادہا بخلاف غیرہم من اہل الدنیا الذین یعلمون ظاہرا من الحیاۃ الدنیا وہم عن الاخرۃ غافلون انتہی۔ اور پھر شفا شریف کے اسی باب میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو زمین وآسمان اور اشراط ساعۃ اور ما کان وما یکون وغیرہا کے تفصیلات کا علم ہونا شرط نہیں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی او بہ الحدیث کے تحت میں فرمایا ہے مراد عدم دریافت احوال عاقبت است چہ در دنیا وچہ در آخرت چہ در دنیا وچہ در آخرت بہ تفصیل چہ علم باحوال غیب بہ تفصیل جز بپروردگار تعالیٰ را نباشد اگرچہ مجملاً معلوم است کہ عاقبت انبیاء علیہم السلام بخیر است انتہی۔ اور بخاری شریف میں ہے فیقال لا علم لک بما احدثوا بعدک انتہی۔ اور فتاوی عزیزی جلد اول ص۲۲۸ میں۔ اعمال اُمت در جریدۂ اعمال پیغمبر محسوب میشود و آنحضرت فی نفسہ مستغنی اند از کسب این کمالات بحصول کمال ارفع منہ واین معنی ہیچ قباحت ندارد انتہی۔ اور ص۲۲۳ میں ہے آنحضرت را علوم اولین وآخرین بطریق اجمال حاصل بود چنانچہ در صحاح ستہ وارد است کہ اُوتیت علم الاولین والاخرین لیکن تصرف در علم

کلام مثلاً بتوسط شیخ ابوالحسن اشعری وشیخ ابو منصور ماتریدی آنجناب را حاصل شد وہمچنین تصرف درعلم فقہ بتوسط حضرت امام اعظم و امام شافعی آنجناب را حاصل شد (ملخصاً)۔
پس معلوم ہوا کہ بعض علوم دنیاویہ کونیہ کے نہ جاننے سے انبیاء علیہم السلام کی شان رسالت پناہ میں کوئی نقص لازم نہیں آتا کیونکہ اوصاف کمالیہ حقیقتاً فقط علوم اُخرویہ اور معارف دینیہ ہی میں منحصر ہیں اور یہی علوم علوم کہے جانے کے مستحق ہیں اور علوم دنیاویہ کا علم نام رکھنا ہی بیجا ہے۔ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح بخاری باب العلم میں فرمایا ہے۔ ان العلم لا یطلق الا علی علم الشریعۃ ولھذا لو اوصی رجل للعلماء لا یصرف الا علی اصحاب الحدیث والتفسیر والفقہ۔ انتہیٰ۔
اور جو چیزیں کہ خلاف شان نبوۃ ہوں یا کمالات نبوۃ میں اسکی وجہ سے کوئی زیادتی ومدح نہو اس کا محض قیاس فاسد سے ثابت کر کے اسپر عقیدہ کرنا خلاف عقل ہوگا۔ خود باری تعالیٰ فرماتا ہے وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ہم نے حضور علیہ السلام کو شعر نہیں سکھلایا کہ آپ کی شان کے لائق نہ تھا۔ پس معلوم ہوا کہ بعض علوم خبیثہ یا دنیہ کا نہ جاننا انبیاء علیہم السلام کے کمالات میں نقص نہیں ڈالتا۔ اگر کوئی رذیل شخص اسکو جانتا ہو تو اس کا انبیاء علیہم السلام سے اعلم ہونا لازم نہیں آتا۔
دیکھیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں ہدہد کا یہ قول اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے احطتُ بما لم تحط بہ یعنی مجھکو ایسی چیز کا علم ہوا ہے کہ جس کا آپ کو علم نہیں ہوا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام کا اس جزئی کو نہ جاننا آپ کے علوم نبوۃ میں کوئی نقصان نہیں ڈالتا اور نہ ہدہد کو حضرت سلیمان علیہ السلام سے اعلم کہہ سکتے ہیں اور نہ آپ کی کوئی توہین تصور کی گئی۔ کیونکہ بعض علوم رذیلہ کا علم کوئی کمال نہیں جیسے شراب بنانے کا علم اور جوا کا۔ اور دیگر خبیث علوم، زمین کے کیڑے مکوڑوں مچھروں، درختوں کے پتوں، ریگ کے ذروں، دریا کی مچھلیوں مینڈکوں اور دیگر حشرات الارض کی تعداد شمار اور ان کی نقل و حرکات اور دیگر تفصیلات اور حالات اور کیفیات اور دیگر تمام مخلوقات کے بول وبراز اور اُن کے کیڑوں کی پوری کیفیات کا علم۔ بفرمودہ خدا شعر کا علم تو آپ کی شان کے لائق نہ تھا اور یہ رذیل اور خبیث علوم اپنے قیاس فاسد سے ثابت کئے جائیں تو توہین نہ ہو معاذ اللہ اسقدر جرأت فاضل بریلوی خود ملفوظات حصہ دوم ۶۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔ سیمیا ایک ناپاک علم ہے، کیا یہ ناپاک علم بھی دیا گیا معاذ اللہ۔ الغرض خاں صاحب اور ان کی ذریات برخلاف اتفاق جمہور علما ایسے ویسے علوم ردیہ ذلیلہ کو بھی آپ کے علوم مبارکہ وشریفہ میں محض اپنے قیاس فاسد سے داخل کئے دیتے ہیں کہ کہیں ہر شے کے علم کے ثبوت میں کسر نہ رہجائے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اور زیادہ تعجب

یہ ہے کہ حضرات علماء ربانیین کی نسبت تو یہ خبیث جھوٹا الزام لگایا۔ اور خود شیطان خبیث کے علم کو علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وسیع اقرار کرتے ہیں چنانچہ خالص الاعتقاد ص۵ میں اپنے عقائد میں سے اس عقیدہ کی بھی صراحت کی ہے دیکھو قولہ شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع تر نہیں ہے انتہی۔ یعنی وسیع تو ہے لیکن تر نہیں ہے کما قرر فی الاصول فاعتبروا یا اولی الابصار

اس کے متعلق خود جناب مولانا مدظلہ کا فتویٰ

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے جو بندہ پر الزام لگایا ہے بالکل بے اصل اور لغو ہے میں اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ اللعن کیا کسی مخلوق کو بھی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں زیادہ کہے۔ یہ کفریہ مضمون کہ شیطان علیہ اللعن کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے براہین کی کسی عبارت میں نہ صراحتاً ہے نہ کنایتاً مجھکو تو مدۃ العمر کبھی وسوسہ بھی اس کا نہیں ہوا کہ شیطان کیا، ولی فرشتہ بھی آپ کے علوم کی برابری کر سکے چہ جائیکہ علم میں زیادہ ہو۔ یہ عقیدہ جو خاں صاحب نے بندہ کی طرف منسوب کیا ہے کفر خالص ہے۔ اس کا مطالبہ خاں صاحب سے روز جزا ہوگا میں اس سے بالکل بری ہوں اور پاک وکفی باللہ شہیداً۔ اہل اسلام عبارات براہین کو بغور ملاحظہ فرماویں مطلب صاف اور واضح ہے۔ (مختصراً ملتقطاً) خلیل احمد

(۴) توضیح عبارت حفظ الایمان

ناظرین کرام۔ بخاری شریف جلد ثانی میں حدیث ہے کہ چند لڑکیاں دف بجا کر گا رہی تھیں، فینا نبیٌ یعلم ما فی غد یعنی ہم میں ایک نبی ہے جو آنے والے واقعات کو جانتے ہیں۔ آپ نے منع فرمایا کہ ایسا مت کہو۔ اس حدیث کے تحت میں علامہ حافظ ابن حجر تصریح فرماتے ہیں :۔
فیہ کراھۃ نسبۃ علم الغیب لاحد من المخلوقین اور اسی حدیث کے تحت میں فرمایا انما انکر علیھا ذکرہ من الاطراء حیث اطلق علم الغیب وھی صفۃ تختص باللہ تعالیٰ۔
انتہی۔ یعنی اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ علم غیب چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کی صفت مخصوص ہے لہذا علم غیب کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا مکروہ ہے اس لئے آپ نے لڑکیوں کو منع فرمایا۔

اور حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد الطالبین ص۱۹ میں فرماتے ہیں
مسئلہ :۔ اولیاء را علم غیب نباشد مگر از مغیبات بطریق خرق عادات بکشف یا الہام آنہا را علم

دہند وعلم غیب مراولیار را گفتن کفر است قال اللہ تعالیٰ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ
ولا اعلم الغیب انتہی - قرآن مجید اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دلائل نقلیہ بےشمار ہیں
کہ علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کی صفت مخصوص ہے اور حضور علیہ السلام سے علم غیب کی نفی کرنا صاف
صاف مذکور ہے - لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ الآیۃ، عندہ مفاتح
الغیب لا یعلمہا الا ہو الآیۃ - ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی
السوء الآیۃ وغیرہا من الآیات - ہاں البتہ مُظہر علی الغیب یا مطّلع علی الغیب یہ انبیاء علیہم
السلام کی صفت ہے اور اس کا اطلاق بھی جائز ہے - لا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ
من رسول الآیۃ - ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء
الآیۃ - نہ کہ علم غیب کا اطلاق جائز ہے کیونکہ غیب اطلاقات شرعیہ میں وہ پوشیدہ چیز ہے کہ جس
کو عقل دریافت نہ کر سکے اور نہ کسی واسطہ اور کسی کے معلوم کرانے سے معلوم ہو - چنانچہ تفسیر بیضاوی
اور تفسیر کبیر وغیرہما میں ہے - المراد بہ الخفی الذی لا یدرکہ الحس ولا یقتضیہ بداہۃ
العقل وہو قسمان قسم لا دلیل علیہ وہو المعنی بقولہ تعالیٰ وعندہ مفاتح الغیب
لا یعلمہا الا ہو وقسم نصب علیہ دلیل الخ اور تفسیر مدارک میں ہے والغیب ہو مالم
یقم علیہ دلیل ولا اطلع علیہ مخلوق یعنی غیب وہ پوشیدہ چیز ہے جس کو عقل نہ پا سکے
اور نہ حس معلوم کر سکے اور نہ کوئی دلیل اس پر قائم ہو اور نہ کوئی مخلوق اس پر مطلع ہو اور ایسی چیز
جاننے کا نام علم غیب ہے - اس سے ثابت ہوا کہ جو چیز کسی کے معلوم کرانے سے معلوم ہو اس کو اطلاقات
شرعیہ یعنی قرآن و حدیث اور عقائد دینیہ میں علم غیب نہیں کہتے اور نہ اس کے مُطّلع کو عالم الغیب
کہہ سکتے ہیں چنانچہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے لم یبق بعد الاعلام غیب یعنی معلوم کرا دینے کے
بعد وہ علم غیب نہیں رہتا - پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو غیب کی جو باتیں وحی
سے معلوم کرائی ہیں اس اطلاع سے ان کو عالم الغیب ہرگز نہیں کہہ سکتے - اسی لئے باوجودیکہ
حضور علیہ السلام کو تمام مخلوقات سے زیادہ غائبات کے علوم عطا فرمائے گئے مگر اطلاقات شرعیہ
میں کہیں حضور کو عالم الغیب نہیں فرمایا گیا - بلکہ علم غیب کی حضور سے بتاکید اور بکثرت نفی فرمائی
گئی ہے مولوی احمد رضا خان صاحب کے دادا پیر جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم و مغفور اپنی
کتاب خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور ص۱۵ میں ارشاد فرماتے ہیں قولہ علم غیب صفت ہے رب العزۃ کی
جو عالم الغیب والشہادہ ہے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہے وہ بے دین ہے اسواسطے

کہ آپ کو بذریعہ وحی امور مخفیہ کا علم ہوتا تھا جسے علم غیب کہنا گمراہی ہے ورنہ جمیع مخلوقات نعوذ باللہ عالم الغیب ہے (از الشہاب الثاقب ط۱۲۱ و ۱۲۲) اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ جس کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہا اُس نے اللہ تعالی پر سفید جھوٹ باندھا عن عائشۃ من قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب فقد اعظم علی اللہ الفریۃ (بخاری)

پس اسی کے مطابق باوجودیکہ حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باعطاء الٰہی تمام مخلوق سے زیادہ اطلاع علی الغیوب ہے اور جس قدر اقصیٰ مراتب نبوۃ کے لئے علوم شریفہ لازم وضروری اور شایان شان خاتم النبیین تھے وہ آپ کو بہ تمامہا حاصل تھے چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہے **قولہ** نبوت (یعنی آپ کی نبوت کاملہ) کیلئے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے۔ **قولہ** یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں (بسط البنان) لیکن اس تسلیم کے بعد پھر بھی آپ کو بلا قرینہ عالم الغیب کہنے سے منع کیا ہے اور اطلاق لفظ عالم الغیب کو جبکہ بلا قرینہ ہو تو ہم شرک کی وجہ سے ناجائز بتلایا ہے درمختار میں ہے مجرد ایہام اللفظ ما لایجوز کاف فی المنع کما قدمنا (شرح کرہ بحوالہ سلک) کیونکہ سوال میں مقصود اصل مسئلہ کی تحقیق نہیں ہے بلکہ عالم الغیب کے اطلاق کو پوچھا ہے اور اسی کا جواب دیا گیا ہے ملاحظہ ہو **سوال ۳**۔ زید کہتا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں بالذات اس معنی کر عالم الغیب خدا تعالی کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور بواسطہ اس معنی کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ انتہیٰ۔ **قولہ جواب**۔ مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کیلئے کوئی واسطہ اور سبیل نہو۔ اسی بناء پر لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ اور لو کنت اعلم الغیب وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا۔ قرآن مجید میں لفظ راعنا کی ممانعت اور حدیث مسلم میں لفظ عبدی وامتی و ربی کہنے سے نہی اسی وجہ سے وارد ہے اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا۔ اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور رزاق وغیرہما بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہوگا کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں بلکہ خدا بمعنی مالک اور معبود بمعنی مطاع کہنا بھی درست ہوگا

جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل خاص سے جائز ہوگا اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی حق جل وعلیٰ شانہ سے بھی جائز ہوگی یعنی علم غیب بالمعنی الثانی بواسطہ اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت نہیں پس اگر اپنے ذہن میں معنی ثانی کو حاضر کرکے کوئی شخص یوں کہتا پھرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حق تعالیٰ شانہ عالم الغیب نہیں نعوذ باللہ منہ تو کیا اس کلام کو منہ سے نکالنے کی کوئی عاقل متدین اجازت دینا گوارا کر سکتا ہے۔ انتہیٰ۔

عبارت مذکورہ بالا سے روشن ہے کہ باوجودیکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ مسلّم ہے کہ آپ کو جو علوم لازم وضروری نبوۃ کاملہ کے لئے تھے وہ سب حاصل تھے مگر آپ کو بلا قرینہ عالم الغیب کہنا جائز نہیں کیونکہ یہ بحث بلا قرینہ لفظ عالم الغیب کے اطلاق کرنے میں ہے کہ آیا بلا قرینہ عالم الغیب کہنا جائز ہے یا نہیں اور گفتگو بھی بلا قرینہ میں ہے اور قرائن کے ساتھ اطلاق جائز ہوگا۔ اس دعوی پر ایک دلیل تو عبارت بالا میں مذکور ہو چکی۔ دوسری دلیل عبارت ذیل میں جو متنازعہ فیہا ہے بیان کیگئی ہے

قولہ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا یعنی محض اس بنا پر کہ آپ کو علوم غیبیہ بواسطہ حاصل ہیں آپ کو عالم الغیب کہنا یہ نہیں فرمایا کہ نفس الامر میں حضور کے لئے علوم غیبیہ کا حاصل اور ثابت ہونا کیونکہ ان علوم غیبیہ میں بحث نہیں جو نفس الامر اور واقع میں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں یہ تو مسلّم امر ہے ہاں لفظ عالم الغیب کا اطلاق کرنا یعنی آپ کو عالم الغیب کہنا اور علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے دیکھو لفظ اس سے اشارہ ہے یعنی وہ غیب جو لفظ عالم الغیب میں داخل ہے جس کے اطلاق میں گفتگو ہے اور جو علوم غیبیہ کہ نفس الامر میں حضور کے لئے ثابت اور متحقق ہیں اس غیب سے تو یہاں بحث ہی نہیں مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ تمام اہل علم پر ظاہر اور باہر ہے کہ کل کے مقابلہ میں جب بعض کا لفظ آتا ہے تو اس سے مطلق مراد ہوتا ہے یعنی ایک فرد پر بھی صادق آئیگا اور ایک کم کل کو بھی شامل ہوگا اور دلیل کا حسن اسی میں ہے کہ کل سے ایک ادنیٰ فرد بھی نہ نکلنے پائے تمام ہی افراد کو شامل ہو اور بعض سے ادنیٰ سے ادنیٰ یہانتک کہ ایک فرد پر بھی صادق آجائے اس سے اعلیٰ درجہ میں تو لامحالہ ضرور متحقق ہوگا اور حفظ الایمان میں تو اگلی ہی سطر میں موجود ہے **قولہ** کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے انتہیٰ۔ یعنی اس پر ما غاب عن الحس صادق آجائے گا۔ کیونکہ غیب امر اضافی ہے یعنی کسی کی حس سے غائب ہو وہ غیب کے افراد میں سے ہو جائے گا۔ **وجہ حصر** یہ ہے کہ لفظ عالم غیب بلا اضافۃ یا باللام ہیں اضافت یا لام یا تو استغراقی ہوگا یعنی ہر ہر فرد غیب غیر متناہی کا علم تو یہ خاصہ خداوندی ہے

اس کا اطلاق سوائے خدا وحدہ لاشریک لہ کے کسی پر جائز نہ ہوگا۔ یا جنسی ہوگا جو ایک کو بھی شامل ہوگا اور عہد ذہنی حکم میں جنسی ہی کے ہوتا ہے اور عہد خارجی یہاں مراد ہی نہیں ہو سکتا یہ شق اس حصر سے خارج رہے گی کیونکہ گفتگو اس صورت میں ہے جہاں اطلاق لفظ کا بلا قرینہ ہو اور بعض افراد معین مراد نہ ہوں اور گفتگو بھی اسی صورت میں ہے کہ اطلاق بلا قرینہ ہو اس وجہ سے یہ علوم مغیبات معتدہ یا جملہ مخلوقات سے زائد مخاطب اور متکلم کے درمیان متعین ہی نہیں لہذا لفظ الغیب سے یہ مراد ہی نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے اس صورت کو علیحدہ بیان فرمایا ہے بالکل ترک نہیں فرمایا۔ **قولہ** نبوۃ کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو تمامہا حاصل ہو گئے تھے انتہی۔ ان شقوق ثلاثہ کا ذکر حفظ الایمان میں صراحتًا موجود ہے پھر یہ اعتراض کہ مطلق علم اور علم مطلق ہی میں حصر کر دیا خاں صاحب کے شایان شان ہے۔ ان لفظ عالم کے حصر میں یہ شق خارج نہیں ہو سکتی کیونکہ عالم کا اطلاق باعتبار علوم معتدہ بہا کے متعارف اور شائع ہے اور یہ اطلاق عالم کا شرع میں وارد ہے اور عالم الغیب کا اس بنا پر اطلاق وارد نہیں تا کہ یہ کہا جائے کہ یہاں بھی امور معتدہ کا علم غیب مراد ہے لہذا یہ مقدمات عالم میں جاری ہی نہیں ہو سکتے۔ دوسرے مولانا مدظلہ نے اس کی طرف مع جواب کے اس قول میں بھی اشارہ کر دیا ہے کہ **قولہ** اگر التزام نہ کیا جائے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے یعنی اگر آپ کو عالم الغیب کہئے اور دوسروں کو عالم الغیب نہ کہنے کا التزام کیا جائے مثلاً اسی کو اصطلاح قرار دیا جائے کہ علوم کثیرہ شریفہ کے عالم کو عالم الغیب کہا جائے اور علوم قلیلہ خسیسہ کے عالم کو عالم الغیب نہ کہا جائے تو شرعًا اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے یعنی یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ عالم علوم شریفہ کثیرہ پر شریعت نے عالم الغیب کو اطلاق کرنے کی اجازت دی ہے الحاصل مولانا مدظلہ حفظ الایمان میں صاف صاف بالتصریح مراتب ثلاثہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ علم بے واسطہ اور علم محیط جمیع اشیاء یہ تو باری تعالی کے ساتھ خاص ہے اور جو علوم لازم اور ضروری مقام نبوۃ کاملہ کیلئے ہیں وہ بتمامہا آپ کو حاصل ان میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا کہ آپ نبی الانبیاء ہیں مگر اس پر یہ محذور ہے کہ اطلاق عالم الغیب کیلئے شرعًا یہ فرق ثابت نہیں ہے اور تیسرا درجہ مطلق بعض علم غیب کا ہے جو سب کو حاصل ہے اس میں کوئی کمال نہیں۔ اگر بعض علوم

غیبیہ مراد ہیں تو اس میں پہلے بھی اس کا لفظ آیا ہے اور یہاں پھر وہی لفظ اِس آیا ہے ان دونوں کا اشارہ ایک ہی طرف ہے یعنی جو غیب لفظ عالم الغیب اسم کے اندر ہے وہی مراد ہے حضور علیہ السلام کے علوم غیبیہ جو حضور کو ثابت اور متحقق ہیں وہ ہرگز مراد نہیں کیونکہ گفتگو لفظ عالم الغیب کے اطلاق

میں ہورہی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ لفظ غیب جو عالم الغیب میں ہے اور اس لفظ کے اطلاق کی علت ہے اگر اس سے بعض علوم غیبیہ مراد ہیں جو کم از کم ایک کو بھی شامل ہے تو اس بعض میں حضور کی کیا تخصیص ہے اگرچہ حضور علیہ السّلام کے سینہ میں کروروں کیا اربوں غیب کے علوم ہیں مگر وہ غیب جو لفظ عالم الغیب کے اطلاق کی علت ہوتا ہے وہ تقدیر مذکور پر زید کے نزدیک مطلق بعض ہے جو کہ اربوں کے ساتھ بھی متحقق ہوگا اور ایک فرد غیب پر بھی ہر صورت میں اپنے عالم کو عالم الغیب کہلائیگا ایسا علم غیب لفظ ایسا سے وہی مراد ہے جو اوپر مذکور ہے یعنی مطلق بعض جو ایک ادنی درجہ کے فرد کو بھی شامل ہے یعنی جو عالم الغیب کہلانیکی علت اور وجہ واقع ہوا ہے اور زید نے اس کو علت قرار دیا ہے پھر وہ حقیقی غیب ہو یا اضافی۔ اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ عبارت مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مشابہ معاذاللہ علم زید عمر وغیرہ کو نہیں کیا گیا اور لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کیلئے نہیں آتا بقرینہ مقام مطلق بیان کے لئے بھی آتا ہے۔ مثلاً اہل لسان اپنے محاورات فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے مثلاً تو کیا یہاں خدا تعالیٰ کے قادر ہونے کو دوسرے کے قادر ہونے سے تشبیہ دنیا مقصود ہے ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں۔ داغ کا شعر ہے ؎ جلوے مری نگاہ میں کون و مکان کے ہیں ٭ مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں۔ دوسرا شاعر کہتا ہے ؎ وصلِ بتِ خودسر کی تمنا نکریں گے ٭ ہاں ہاں نکریں گے کبھی ایسا نکریں گے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان اشعار میں لفظ ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے چنانچہ بعض مطلق علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے الخ یعنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید و عمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک و مشابہ ہوجائینگے حالانکہ آپ کی صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی آپ کا شریک و مشابہ نہیں ہے اس لئے یہ شق باطل ہوئی۔ انصاف شرط ہے جو شخص آپ کو جمیع علوم عالیہ شریفہ متعلقہ نبوۃ کا جامع کہہ رہا ہی کیا وہ نعوذ باللہ زید و عمر و صبی و مجنون و حیوانات کے علم کو مماثل آپکے علم کے بتلاویگا۔ کیا زید و عمرو وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء و ملائکہ علیہم السّلام کو بھی حاصل نہیں۔ ابن شیر خدا حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ نے توضیح البیان میں لکھا ہے کہ امیر مینائی نے امیر اللغات جلد ۲ ص ۳۰۲ میں لفظ ایسا کے پانچ معنی لکھے ہیں (۱) اس قسم کا اس شکل کا فقرہ ایسا قلمدان ہر ایک سے بننا دشوار ہے۔ (۲) اس قدر اتنا فقرہ ایسا مارا کہ ادھ موا کردیا

(۳) ہمہ مثل اور مانند۔ فقرے، تم ایسے بہتیرے ملجائینگے۔ ہم ایسوں سے تو وہ بات بھی نہیں کرتے (۴) اس طرح یوں۔ فقرے میں نے ایسا سنا ہے کہ آج دونوں بھائیوں میں چل گئی۔ تم اُن سے صاف کہدینا کہ میر صاحب ایسا کہتے ہیں (۵) اور کبھی اچھائی برائی کی جگہ بطور مبالغہ بھی استعمال کرتے ہیں فقرے ایسا وقت قسمتوں سے ملتا ہے۔ کوئی ایسی بات منہ سے نکالتا ہے۔ انتہی۔

پھر بھی یہ کہنا کہ لفظ ایسا تشبیہ ہی کیلئے آتا ہے کس قدر الضاف ہے۔ تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سبکو عالم الغیب کہا جائے کیونکہ اس تقدیر پر جس قسم علم غیب کو عالم الغیب کہلانے کی علت فرض کی ہے وہ سب میں موجود ہے پھر وہ سب عالم الغیب کیوں نہ کہلائیں گے ورنہ افتراق معلول کا علت سے لازم آتا ہے۔

ناظرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ گفتگو اس مطلق بعض میں ہو رہی ہے جس کو زید نے اطلاق لفظ عالم الغیب کی علت قرار دیا ہے اور وہ مفہوم کا مرتبہ سب جگہ موجود ہے۔ اب اگر خانصاحب کے فرمانے کے مطابق لفظ غیب کا مفہوم مراد نہ ہو بلکہ وہ علم مراد ہو جو واقع اور نفس الامر میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے متحقق اور ثابت ہے اور لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو کیونکہ خاں صاحب کے افتراء اور کفر کے معنی پہنانے اور عوام کے لئے ان کی تلبیس کا منشأ صرف دو امر کا مجموعہ ہے ایک یہ کہ عبارت ایسا علم غیب میں ایسا کو تشبیہ کے لئے سمجھا جائے اور علم سے مراد علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مراد رکھی جائے اور لفظ جیسا علم کہ رسول اللہ صلعم کو ہے محذوف نکالا جائے جیسے کہ خانصاحب فرماتے ہیں کہ حفظ الایمان میں تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے (حسام صـ۲۱) کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ہی علم غیب دیا گیا تھا جتنا ہر پاگل اور ہر چوپایہ کو حاصل ہے (تمہید صـ۱) تو خانصاحب کے بیان کردہ معنی کی تشریح تو ذرا ملاحظہ فرمائیے خوب غور سے ملاحظہ ہو ایک شخص کا دعوی یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود علم غیب بالواسطہ حاصل ہونے کے عالم الغیب کہنا جائز نہیں کیونکہ اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے یعنی جو علم غیب حضور علیہ السلام کو واقع میں حاصل ہے اس سے آپ کے بعض غیب مراد ہیں یا کل۔ واہ واہ کیا مطلب ہے جب آپ کا ہی علم غیب مراد ہے تو آپ کا بعض علم غیب مراد ہے یا کل علم غیب اس کا کیا مطلب؟ پھر اگر آپ کا بعض علم غیب مراد ہے تو اس میں آپ کی کیا تخصیص اس سے زیادہ عجیب ہے جب آپ کا بعض

علم غیب مراد ہے تو وہ آپ کے ساتھ خاص ہوگا۔ پھر جیسا علم آپ کو حاصل ہے زید و عمرو وغیرہ کو حاصل ہونے کے کیا معنی؟ دوسری طرف سے لیجئے تو حاصل کلام یہ ہوگا کہ اطلاق عالم الغیب کا ذات مقدسہ پر صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے یا تو وہ بعض غیب مراد ہے جو آپ کے لئے ثابت ہے وہ زید و عمرو وغیرہ میں کیا، آپ کے سوا کہیں بھی متحقق نہیں ہو سکتا تو اس صورت میں علۃ اطلاق علم غیب کی آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہوگی اور اگر آپ کے کل علوم غیبیہ مراد ہوں جنسے آپ کے علم کا ایک فرد بھی نہ چھوٹے تو وہ بھی آپ ہی میں متحقق اور ثابت ہیں پھر ان کا بطلان کس دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہو سکتا ہے، بطلان کیسا وہ تو خود ثابت اور متحقق ہو لیا۔ غرض جو معنی خانصاحب نے حفظ الایمان کی عبارت کے کفر کے معنی پہنا کر بیان فرمائے ہیں وہ معنی ہو ہی نہیں سکتے بالکل لغو اور لایعنی ہیں۔ کیونکہ مقصود قائل یہ ہے کہ ایک صورت میں علت اطلاق علم غیب کی متعدد جگہ متحقق اور دوسری صورت میں علت بالکل معدوم ہے اور خانصاحب کی تجویز کے مطابق اوّل صورت میں جو علت ہے وہ آپ ہی کی ذات مقدسہ کے ساتھ خاص ہے تعدد اور اشتراک کیسا تاکہ تخلف حکم علت سے لازم آوے اور ثانی صورت میں علت بتمامہا متحقق ہے پھر بطلان کیسا؟ اور اگر وجہ تکفیر صرف مطلق تشبیہ علم نبوی بعلم زید و عمرو وغیر ہما ہے تو یہ اس پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کیلئے ہو حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے حذف کلام کا محتاج ہے بلکہ مسخ کا۔ جیسا کہ خاں صاحب نے لفظ جیسا کہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے محذوف نکالا۔ اور اگر بزعم معترض تشبیہ کے لئے بھی ہو تب بھی علم زید و عمرو وغیرہ کو علم رسول سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ مطلق بعض علوم سے جس کا اوپر ذکر ہے بلکہ بفرض محال اگر علم رسول سے بھی تشبیہ ہوتی تب بھی من کل الوجوہ نہ ہوتی بلکہ صرف اتنے امر میں کہ جس طرح مطلق بعض غیوب کا حصول آپ کے لئے علت ہوگئی عالم الغیب کے اطلاق کیلئے اسی طرح مطلق بعض غیوب کا حصول دوسروں کے لئے علت ہو جائے گی عالم الغیب کے اطلاق کے لئے اگرچہ یہ دونوں بعض بہت متغائر اور متفاوت ہوں ایسی تشبیہ من بعض الوجوہ تو نص قرآنی میں موجود ہے قل انما انا بشر مثلکم اس آیت میں نبی الانبیاء علیہ السلام کی ایک حالت کو کفار بت پرستوں کی ایک حالت سے تشبیہ دی ہے اور ان تکونوا تالمون فانھم یالمون کما تالمون میں کفار بت پرستوں کی ایک حالت کو نبی اللہ اور صحابہ کرام کی ایک حالت سے تشبیہ دی ہے اور اس سے زیادہ غضب کی بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ و مریم علیہما السلام کے بارے میں

تفسیر بیضاوی میں ہے کانا یاکلان الطعام ویفتقران الیہ کافتقار الحیوانات
اور جلالین میں ہے کغیرہما من الحیوانات ان کو کھانے کے احتیاج میں حیوانوں کے
مشابہ کہا ہے خود جناب فخر بنی آدم علیہ السلام نے فرمایا مثل صاحب القرآن مثل صاحب الجمل (بخاری جلد۲)
یعنی کلام الٰہی کو اونٹ سے اور صاحب قرآن کو اونٹ والے سے تشبیہ دی اور حدیث مشہور میں
اللہ تعالیٰ کی رویت کو قمر اور شمس کی رویت سے تشبیہ دی اور امام اعظم علیہ الرحمۃ نے اپنے قول مشہور
ایمانی کایمان الانبیاء میں اپنے ایمان کو انبیاء علیہم السلام کے ایمان کے مشابہ بتلایا اور حضرت
مولانا روم فرماتے ہیں ؎ گر بصورت آدمی انسان بدے ٭ احمد و بوجہل ہم یکساں بودے ٭
البتہ اگر کوئی صرف اسی تشبیہ پر اکتفا کر کے وجوہ تفاوت و تفاضل کو بیان نہ کرے تو بیشک قبیح اور
سوء ادب کا ایہام ہے لیکن جب اس کا بھی ساتھ ساتھ بیان ہو جیسا قرآن مجید میں مثلکم کے بعد یوحی
الیّ ہے اور تالمون کے بعد وترجون من اللہ مالا یرجون ہے اور جیسا کہ حفظ الایمان کی تقریر مذکور
میں کہ کلام متلاصق و متناصق ہے آپ کا جامع علوم لازمہ نبوت ذاتیہ کاملہ ہونا مصرح ہے یا
طرز بیان تفاوت پر دال ہو پھر کیا قباحت ہے اور جبکہ تشبیہ ہی نہ ہو تب تو شبہ کا کوئی موقع
ہی نہیں لیکن پھر بھی بعض مخلصین کے مشورہ سے حضرت حکیم الامۃ مدظلہ العالی نے کم فہموں کی
رعایت کر کے تاکہ انکو نہ خود شبہ ہو اور نہ قصداً شبہ ڈالنے والے مہربان شبہ ڈال سکیں معنون
محفوظ رکھکر عنوان کو بدل دیا ہے۔ **قولہ** اب حفظ الایمان کی عبارت کو اس طرح پڑھا جاوے
اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم
غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیئے کہ سبکو عالم الغیب کہا جائے اھ لیکن
ہٹ دھرموں کا کوئی علاج نہیں۔ **حاصل کلام یہ ہے** کہ اگر زید لفظ عالم الغیب کے اطلاق کی
علت فقط بعض مطلق علم غیب بالواسطہ کو قرار دیتا ہے تو ایسا علم غیب جس کو زید نے اطلاق
عالم الغیب کی علت قرار دیا ہے زید عمرو وغیرہ کو بھی حاصل ہے اگر سبکو عالم الغیب کہے تو پھر آمیز
کیا تعریف ہوئی اور کیا کمال ہوا اور یہ وصف اور اس کا اطلاق منجملہ کمالات نبوۃ نہ ہوا اور
اگر سبکو عالم الغیب نہ کہے تو وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے کہ جب اس کے نزدیک عالم الغیب
کہنے کی علت دونوں جگہ متحقق ہے تو پھر ایک جگہ اطلاق عالم الغیب جائز رکھے اور دوسری جگہ
ناجائز وجہ فرق کیا ہے؟ حفظ الایمان کی عبارت یہ ہے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں سبکو
عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن

بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبویہ سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نکیا جاۓ تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی وعقلی سے ثابت ہے۔ خانصاحب اس صاف اور سیدھے مطلب پر گوہر افشانی فرماتے ہیں **قولہ** کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جانوروں پاگلوں میں فرق نجاننے والا حضور کو گالی نہیں دیتا (تمہید ص۱۲) دیکھو اس شخص نے کیسا قرآن عظیم کو چھوڑا اور ایمان کو رخصت کیا اور یہ پوچھنے بیٹھا کہ نبی اور جانوروں میں کیا فرق ہے (حسام ص۲۳) خانصاحب افسوس ہزار افسوس! کیا حفظ الایمان کی عبارت کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام نبی الانبیاء اور جانوروں اور پاگلوں میں فرق نہیں یا یہ مطلب ہے کہ جب علت اطلاق لفظ عالم الغیب دونوں جگہ پائی جاتی ہے تو نبی کو عالم الغیب کہا جاوے اور غیر نبی کو عالم الغیب نکہا جاوے اسمیں وجہ فرق کیا ہے کیونکہ علت اطلاق دونوں جگہ پائی جاتی ہے۔ اس صورت میں نبی کی نبوت تو لفظ عالم الغیب کے اطلاق کی علت نہیں کہ نبی کو بوجہ نبوت عالم الغیب کہا جائے اور غیر کو نہ کہا جائے۔ ناظرین ذرا خانصاحب کی دیانت کو ملاحظہ فرمائیے۔

اس کے بعد جناب خانصاحب نے بہت زور شور سے اس تقریر کو انبیاء علیہم السلام کے مطلق علم میں بھی جاری فرمایا ہے یعنی جیسے اس تقریر سے حضور علیہ السلام کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتے چاہئے کہ عالم بھی نہ کہہ سکیں چنانچہ حسام ص۲۳ میں فرماتے ہیں۔ اور علم غیب میں جاری ہونے سے مطلق علم میں اسکی تقریر خبیث کا جاری ہونا زیادہ ظاہر ہے۔ انتہیٰ۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر اس عبارت میں کوئی توہین نہیں ہے تو اپنے اساتذہ کی شان میں جاری کریں۔ اس کا جواب وہی ہے جو مذکور ہو چکا کہ جب حضور علیہ السلام کے ادنیٰ امتیوں پر عالم کا اطلاق باعتبار علوم معتدہ بہا کے متعارف اور شائع اور شریعت سے ثابت ہے تو پھر ذات مقدسہ پر عالم کے اطلاق میں کیا تامل ہے۔ اور یہ تقریر ان دونوں جگہ چل ہی نہیں سکتی اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے جو اس کے بعد جناب خانصاحب تحریر فرماتے ہیں **قولہ** اسلئے کہ یہ گندی تقریر اگر علم اللہ عزوجل میں جاری نہ ہو تو وہ قدرت الٰہی میں بعینہ بغیر کسی تکلف کے جاری ہے جیسے کوئی بیدین جو اللہ سبحانہ کی قدرت عامہ کا منکر ہو۔ اس سنکے کہ علم محمد صلعم کا انکار رکھتا ہے سیکھکر یوں کہے کہ اللہ عزوجل کی ذات مقدسہ پر قدرت کا حکم کیا جانا اگر بقول مسلمانان صحیح ہے تو دریافت طلب

یہ امر ہے کہ اس قدرۃ سے مراد بعض اشیاء پر قدرت ہے یا کل اشیاء پر اگر بعض پر قدرت ہونا مُراد ہے تو اس میں اللہ عزوجل کی کیا تخصیص ہے ایسی قدرت تو زید عمرو بکر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے اور اگر کل اشیاء پر قدرت مراد ہے اس طرح کہ اسکی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہے کہ اشیاء میں خود ذات باری بھی ہے اور اسے خود اپنی ذات پر قدرت نہیں الخ (حسام ۲۳ و ۲۵) جو بیدین اللہ سبحانہ کی قدرت عامہ کا منکر ہو اور حفظ الایمان کی تقریر جاری کرے تو اُسے آپ ہم مسلمانوں کی طرف سے یہ جواب دیں کہ آپ کی مراد اس قدرت سے قدرت ذاتیہ ہے یا قدرت عرضیہ؛ اگر قدرت ذاتیہ مراد ہے تو اسکی بناء پر خداوند عالم ہی قادر بقدرت ذاتیہ ہیں جس کو محیط ہونا جمیع مقدورات پر لازم ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قادر ہی نہیں، اور اگر قدرت عرضیہ مراد ہے تو وہ کون پاگل بیدین ہے جو مسلمانوں کے ذمہ خدا تعالیٰ کیلئے بھی قدرت عرضیہ کا ثبوت دھرتا ہے، اور اگر باعتبار مطلق قدرت کے یہ تقریر جاری کرتا ہے تو اس سے صاف صاف کہدیجے کہ ہم خداوند تعالیٰ کو قادر بقدرۃ عامہ شاملہ باعتبار جمیع ممکنات کے کہتے ہیں ایک شے کو بھی استثنا نہیں کرتے علاوہ اس کے تیسرا یہ جواب سُنا دیجئے کہ یہاں قدرت کا اطلاق شریعت سے ثابت ہے، بخلاف علم غیب کے کہ یہاں اطلاق ثابت نہیں فافترقا۔

لیکن خانصاحب تو اس تقریر کو بعینہٖ بغیر کسی تکلف کے قدرت الٰہی میں جاری ہونے کو تسلیم کرتے ہیں کہ کوئی بیدین اللہ سبحانہ کی قدرت عامہ کا مُنکر ہو اور یہ تقریر کرے کہ چونکہ ذات باری قدرت باری سے خارج ہے اسلئے قدرۃ عامہ نرہی تو گویا ذات خدا کو مقدوریت سے خارج ماننا قدرۃ عامہ کا انکار ہے اور یہی اسکی بیدینی کی وجہ ہے تو معلوم ہوا کہ آپ خداوند عالم کو قادر مطلق بقدرت عامہ اس معنی کر جانتے ہیں کہ ذات باری بھی قدرت باری کے تحت میں داخل ہے دوسرے یا تو آپ زید عمرو غیرہ سب میں قدرت ذاتیہ ثابت فرماتے ہیں یا خداوند عالم کے لئے بھی قدرت عرضیہ ثابت کرکے اپنے جیسے مسلمانوں کے ذمہ دھرتے ہیں حالانکہ بجز آپ کے کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے وہ بھی غیر متناہی اُمور کی قدرت عرضیہ غیر متناہی طریقہ سے۔

اب میں بعض اکابر ملت مسلمہ علماء اہل سنت وامت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام سے حفظ الایمان کی عبارت کے مشابہ عبارتیں نقل کرتا ہوں۔ حفظ الایمان اور ان عبارتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں عبارتیں ایک ہی طرح کی ہیں گویا ایکدوسرے کا ترجمہ ہے۔

(۱) مطالع الانظار شرح طوالع الانوار للبیضاوی رحمہ اللہ میں ہے۔ فذھب الحکماء الی ان النبی من کان مختصاً بخواص ثلاث الاولی ان یکون مطلعاً علی الغیب بصفاء جوھر نفسہ وشدۃ اتصالہ بالمبادی العالیۃ من غیر سابقۃ کسب وتعلیم وتعلم۔ پھر فرماتے ہیں وقد اورد علی ھذا بانھم ان ارادوا بالاطلاع الاطلاع علی جمیع الغائبات فھو لیس بشرط فی کون الشخص نبیاً بالاتفاق وان ارادوا بہ الاطلاع علی بعضھا فلا یکون ذلک خاصۃ النبی اذ ما من احد الا ویجوز ان یطلع علی بعض الغائبات من دون سابقۃ تعلیم وتعلم وایضاً النفوس البشریۃ کلھا متحدۃ بالنوع فلا یختلف حقیقتھا بالصفاء والکدر فما جاز لبعض جاز ان یکون لبعض آخر فلا یکون الاطلاع خاصۃ النبی الخ۔

(۲) شرح مواقف کے موقف سادس فی النبوۃ مرصد اوّل مقصد اوّل میں ہے واما الفلاسفۃ فقالوا ھو ای النبی من اجتمع فیہ خواص ثلاث یمتاز بھا عن غیرہ۔ احدھا ای احد الامور المختصۃ بہ ان یکون لہ اطلاع علی المغیبات الکائنۃ و الماضیۃ والآتیۃ۔ پھر فرماتے ہیں وکیف یستنکر ذلک الاطلاع فی من قلت شواغلہ لریاضۃ انواع المجاھدات او مرض صارف للنفس عن الاشتغال بالبدن و استعمال الآلۃ او نوم ینقطع بہ احساساتہ الظاھرۃ فان ھؤلاء قد یطلعون علی مغیبات ویخبرون عنھا کما یشھد بہ التسامع والتجارب بحیث لا یبقی فیہ شبہ للمنصفین اس کے بعد فلاسفہ کو اہل سنت والجماعت جواب دیتے ہیں قلنا ما ذکرتم مردود بوجوہ اذ الاطلاع علی جمیع الغائبات لا یجب للنبی اتفاقاً منا ومنکم ولھذا قال سید الانبیاء لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء والبعض ای الاطلاع علی البعض لا یختص بہ ای بالنبی کما اقررتم بہ حیث جوزتموہ للمرتاضین والمرضی والنائمین فلا یتمیز النبی من غیر النبی انتہی یعنی جبکہ فلاسفہ نے اطلاع علی المغیبات کو (جو جوہر نفس کی صفائی اور مبادی عالیہ سے شدۃ اتصال کیوجہ سے مغیبات پر اطلاع حاصل ہوتی ہے) نبی کے لئے خاصّہ قرار دیا اور اسکو نبی اور غیر نبی میں مابہ الامتیاز ٹھیرایا تو اہل سنت الجماعۃ نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ تم جو نبی کیلئے اطلاع علی المغیبات کو خاصّہ اور مابہ الامتیاز قرار دیتے ہو اس سے کیا مراد ہے، کل مغیبات پر اطلاع یا بعض پر۔ اگر کل مراد ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ کل

مغیبات پر اطلاع بالاتفاق بیننا و بینکم ضروری نہیں لقولہ تعالیٰ لنبیہ قل لو کنت اعلم الغیب الخ اور اگر بعض مراد ہے تو بعض مغیبات پر اطلاع نبی کے ساتھ مخصوص نہیں اسواسطے کہ کوئی بھی ایسا نہیں جس کو بعض مغیبات پر اطلاع نہو (جس میں زید، عمر، بکر، پاگل، مجنون، صبی سب ہی داخل ہیں) اور شرح مواقف میں ہے جیسا کہ تم خود اقرار کرتے ہو کہ اطلاع بعض مغیبات پر تو ہر مرتاض اور نائم اور مالیخولیا والے مراقی کو بھی ہوتی ہے پس نبی غیر نبی میں اطلاع علی المغیبات کی بنا پر امتیاز نہ ہوگا۔

خانصاحب یہ جواب نہیں دیکھتے کہ یہاں شرح مواقف میں تو فلاسفہ کو بطریق الزام جواب دیا ہے کہ تم نے بعض مغیبات پر اطلاع غیر نبی کو جائز رکھی ہے مسلمانوں کا اعتقاد تھوڑا ہی بیان فرمایا ہے چنانچہ کما اقررتم کے لفظ سے ظاہر ہے، میں کہتا ہوں یہ بیان واقعی ہے ورنہ یہ مطلب نہیں کہ فلاسفہ کو بعض مغیبات کا علم غیر نبی کیلئے جائز کہتے ہیں اور اہل اسلام جائز نہیں رکھتے اسواسطے کہ اگر ایسا ہو تو فلاسفہ کا مدعیٰ ثابت ہو جائیگا کہ اطلاع لبعض مغیبات پر خاصہ نبی اور مابہ الامتیاز نبی وغیر نبی میں ہو سکتا ہے اور یہ قاضی عضد اور میر سیّد شریف رحمہما اللہ شارح اور ماتن دونوں کے مقصود کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں مطالع الانظار کی عبارت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے صاف صاف بیان واقعی اور نفس الامری ہے اس سے قطع نظر فلاسفہ کی اصل دلیل جو اتصال بالمبادی العالیہ اور صفائی جوہر نفس ہے وہاں بھی اسکی گنجائش نہیں علاوہ ازیں یہ امر تو مشاہد ہے اس کا کون منکر ہو سکتا ہے کہ اطلاع علی البعض مختص بالنبی نہیں ہے کسی نہ کسی غیب کا علم غیر نبی کو بھی ضرور ہوتا ہے۔ بہر حال حفظ الایمان اور شرح مواقف کی عبارت میں کوئی فرق نہیں۔ **اس کے بعد مناسب ہوگا** کہ اہل سنت کی اس تقریر پر شارح اصبہانی نے مطالع الانظار میں جو شبہ پیش کیا ہے وہ بھی نقل کر دوں تا کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ مجدد بدعت نے شارح مذکور سے اخذ کر کے کس قدر کفر اور سبّ وشتم کا طومار باندھا ہے گویا کسی نے اس شبہ کو دیکھا ہی نہیں مگر شارح اصبہانی اور تمام علماء اُمت، نے باوجود اس کے قاضی عضد اور میر سیّد شریف اور علامہ بیضاوی اور تمام متکلمین اہل سنت کو نہ کافر بنایا اور نہ سبّ وشتم کیا بلکہ جوں کے توں مسلّم علماء امت اور مستند اور پیشوا تسلیم فرمایا ہے اور فرماتے چلے آتے ہیں۔ عبارت یہ ہے

وفی هذه الایرادات نظر اما الاول فلانهم ارادوا بالاطلاع الاطلاع علی بعض مالم یجر العادة به من غیر سابقة تعلیم وتعلم ومن غیر عارض ولا شك ان مثل هذا البعض

لا یکون لغیر النبی الخ یعنی اس میں منظر ہے وہ یہ کہ فلاسفہ نے جو نبی کا خاصہ قرار دیا ہے وہ نہ مطلق بعض ہو اور نہ کل مغیبات کی اطلاع بلکہ انہوں نے وہ بعض مراد لیا ہو کہ جن کا علم لوگوں کو عادتاً بغیر تعلیم اور تعلم کے اور بغیر کسی عارض کے حاصل نہ ہوتا ہو وہ نبی کو غیر عادی طور پر حاصل ہو خاصہ نبی کا بن سکتا ہے لیکن بفضلہ تعالیٰ حفظ الایمان کی عبارت میں تو یہ بھی نہیں کہ کوئی احتمال بالکل متروک ہو چنانچہ اس کی تفصیل پہلے مذکور ہو چکی فتدبر حق التدبر فلا تزل ولاکن اللہ یہدی من یشاء

اس کے متعلق خود جناب مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ العالی کا

فتوےٰ

میں نے یہ خبیث مضمون (جو حسام اور تمہید وغیرہا میں میری طرف منسوب کیا ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ہی علم غیب دیا گیا تھا جتنا ہر پاگل اور ہر چارپایہ کو حاصل ہے) کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گذرا۔ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارتاً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے ؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (ملتقطاً)

تلک عشرۃ کاملۃ

ناظرین کرام - خان صاحب نے تو ان علماء باللہ پر محض حسد سے بیجا اتہامات اور بے موقع الزامات ہی تھوپے۔ اور بالکل تحریف لفظی و معنوی کر کے بہتان توہین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کے سر پر تھوپے جن کو وہ بھی قطعاً کفر کہتے تھے اور ان کے معتقد کو کافر سمجھتے تھے اور نہ ان کی عبارتیں ان کفریات کو متحمل تھیں ایک ادنیٰ طالب علم کو بھی ان میں کوئی شبہ پیش نہیں آسکتا۔ جیسے کہ آپ ان چاروں نمبروں میں ملاحظہ فرما چکے اور خانصاحب کی ہٹ دھرمی اور اُن کے حواریین کی محض کورانہ تقلید بھی معلوم کر چکے۔ اب مشتے نمونہ از خروارے خانصاحب کے چند ملفوظات بلفظہا ہدیہ ناظرین ہیں دیکھئے خانصاحب نے جو دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخیاں کی ہیں اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین و تنقیص کا ارتکاب کیا ہے اور اللہ جل شانہ کو بے نقط سنایا ہے ان کا کیا جواب اور کیا عذر پیش کیا جاتا ہے۔ خانصاحب

کے حوار میں ان کے اقوال ذیل اور ان کے سوق کلام کو ملاحظہ فرمائیں اور اصل سے ملائیں پھر خود ہی فیصلہ فرمائیں یا علماء کرام عرب وعجم سے دریافت فرمالیں اگر میرا کہنا صحیح نکلے تو اس کے صلہ میں صرف اتنی درخواست ہے کہ مہربانی فرما کر آئندہ سے علماء باللہ کی شان میں زبان درازی سے خود اپنی عاقبت خراب نہ کریں اور بس۔ وما علینا الا البلاغ۔

(۱) خانصاحب بریلوی کے ملفوظات حصہ دوم ص۲۵ میں ہے **قولہ** اُن کے (یعنی خانصاحب بریلوی کے) ایک پیر بھائی مولوی برکات احمد صاحب کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں عرض کی یارسول اللہ کہاں تشریف لئے جارہے ہیں فرمایا کہ برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے (خانصاحب فرماتے ہیں) الحمدللہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔ انتہیٰ۔

افسوس جس امام المرسلین نے شب معراج مسجد اقصیٰ میں از آدم تا عیسیٰ تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کی ہو اور ابوبکر صدیق خیر الخلائق بعد الانبیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہکر **ما لابن ابی قحافۃ ان یصلی بین یدیہ** (یعنی ابو قحافہ کے بیٹے کی یہ مجال نہیں جو حضور کے آگے نماز پڑھائے) رجعت قہقری کر کے صف میں ملجائیں مگر آج خانصاحب اس امام الانبیاء کی امامت کے بھی مدعی ہیں اور بڑے فخر سے اس تنقیص شان نبوی صلعم پر الحمدللہ پڑھتے ہیں۔

(۲) ملفوظات حصہ دوم صفحہ مذکورہ میں ہے **قولہ** جب ان کا (یعنی خانصاحب کے پیر بھائی مولوی برکات احمد صاحب کا) انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت اُن کی قبر میں اُترا تو مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی مرتبہ روضۂ انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب سے آئی تھی۔ انتہیٰ

مسلمانو۔ کیا مدینہ طیبہ کا وہ بقعۂ نور جو آخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو آغوش میں لئے حسب تصریح علماء اُمت عرش بریں پر بھی فوقیت رکھتا ہے وہ اسی قابل ہے کہ اپنے ایک پیر بھائی ہندی آدمی کی قبر کو خوشبو میں اس کے ہمسر کہا جائے .... اور ہم پلہ بنایا جائے وہ بھی بلا مبالغہ۔ العظمۃ للہ

(۳) حضرات علماء ربانیین کی نسبت تو یہ بنیت جھوٹا الزام لگایا کہ شیطان لعین کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ کہا اور خود شیطان خبیث کے علم کو حضور علیہ السلام کے علم سے وسیع اقرار کرتے ہیں اور اپنا عقیدہ بتلاتے ہیں چنانچہ خالص الاعتقاد ص۵ میں منجملہ عقائد کے اپنا ایک عقیدہ یہ بھی لکھتے ہیں۔ **قولہ** شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع تر نہیں ہے انتہیٰ۔ یعنی وسیع تو ہے مگر بہت زیادہ وسیع نہیں کما قرر فی الاصول۔ بہر حال

وسعت کو ثابت کیا ہے ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(۴) خانصاحب کے عقائد باطلہ میں سے یہ ہے کہ جنت و نار کی کنجیاں حضور کے دست اقدس میں دیدی گئیں ہیں کہ جس کو چاہیں خود ہی باختیار خود جنت عطا فرمائیں اور جس کو چاہیں دوزخ ۔ تو آخرۃ میں شفاعت کا کیا مطلب ہے ؟ یہ حضور علیہ السلام کی شفاعت کا اور تمام نصوص متعلقہ شفاعت کا درپردہ انکار ہے اس عقیدہ کو خانصاحب نے الامن والعلی اور سلطنۃ المصطفیٰ وغیرہ میں مفصل لکھا ہے اور بہار شریعت ص۲۲ حصہ اول میں بھی موجود ہے ۔ اور تمام فرقہ رضائیہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے ۔

(۵) جس شخص کی نسبت خانصاحب کا یہ اعتقاد اور مقولہ ہو کہ اُس نے کھلا کفر کہا اللہ تعالیٰ کا کذب جائز مانا (جو بالاجماع کفر و ارتداد ہے) خدا کا جھوٹ بولنا ممتنع بالغیر بھی نہ کہا، بلکہ محال عادی بھی نہ مانا (یہ صریح کفر اس میں دین و ایمان و شرائع کا ابطال ہے) صراحتاً اللہ تعالےٰ کو قابل ہر گونہ نقص و عیب و آلودگی مانا ۔ (زانی ۔ مزنی ۔ اُچکا ۔ ڈاکو، شرابی ۔ کمکل ۔ عیبی ۔ سوتا ہے اونگتا ہے ۔ بہکتا ہے ۔ محتاج ہے ۔ تھکتا ہے ۔ خلق سے ہار جاتا ہے ۔ کھاتا ہے ۔ بھیک مانگتا ہے ۔ اس کے جورو اور ماں باپ ہیں ۔ لونڈیوں سے عزل کرتا ہے ۔ بچے جنتا ہے ۔ مرتا ہے ۔ اُچھلتا ہے کودتا ہے ۔ کلائیں کھاتا ہے ۔ دبکتا ہے ۔ پھولتا ہے ۔ سمٹتا ہے ۔ ربڑ کی طرح پھیلتا ہے ۔ مرد بھی ہے عورت بھی ہے ۔ خنثیٰ بھی ہے ۔ لواطت کرتا ہے ۔ مفعول بھی بنتا ہے محفل محفل کوڑی ناچ دکھاتا ہے، وغیرہ وغیرہ از قصیدہ الاستمداد ۔ الکوکبۃ الشہابیہ ۔ فتاوی رضویہ جلد اول ص۷۴۵ وغیرہ) سب صفات الٰہیہ کو اختیاری مانا ۔ حادث کہا (جو کلمہ کفر ہے جو اس میں شک کرے وہ کافر) ۔ انبیاء علیہم السلام و ملائکہ و قیامت و جنت و نار وغیرہ تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا کھلم کھلا غیر نبی کو نبی بنایا ۔ اُس نے کس جگر سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بیدھڑک صریح سب و دشنام گالیوں کے لفظ لکھدئے ۔ اس کے بعد مکرر سہ کرر قسمیں کھا کر فرماتے ہیں مسلمانو کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر ان سے انہیں ایذاء نہ پہونچی ۔ ہاں واللہ واللہ انہیں اطلاع ہوئی ۔ واللہ واللہ انہیں ایذاء پہونچی (دیکھو الکوکبۃ الشہابیہ ص۱۵ ۔ ۱۶ ۔ ۱۷ ۔ ۲۲ ۔ ۳۱ ۔ ۳۹ وغیرہ وغیرہ ۔) اور ملاحظہ ہو ص۳۳ قولہ الا انصاف ہے اس کھلی ہوئی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں ۔ انتہی ۔ اسکے مہنیہ میں ارقام فرماتے ہیں ۔ قولہ یہاں اس کے پیرؤں کی غایۃ معذرت و سخن سازی جو کچھ ہے یہ ہے کہ یہ کلام اُس نے

بقصد توہین نہ لکھا۔ سوق سخن تاکید اخلاص کے لئے ہے مگر یہ بناوٹ اسی قبیل سے ہے ع
ولن یصلح العطار ما افسد الدھر۔ قصد قلب کلمات لسانی سے ظاہر نہ ہوگا تو کیا وحی اُترے گی
کہ فلان کے دل کا یہ ارادہ تھا۔ اور صریح لفظ شنیع و قبیح میں سوق کلام خاص غرض توہین ہونا کس نے
لازم کیا ہے کیا اللہ اور رسول کو برا کہنا اسی وقت کلمہ کفر ہے جب بالخصوص اس امر میں گفتگو ہو
ورنہ باتوں باتوں میں جتنا چاہے بُرا کہہ جائے کلمہ کفر نہیں۔ انتہی۔ دیکھا ان سب میں کفر کا لزوم
ہی نہیں بلکہ الزام ہے لہذا خاں صاحب اور ان کے حواری لزوم اور الزام کا فرق نہیں کر سکتے
اب اس کے بعد عبارات تمہید ملاحظہ ہ۲۲ و ص۲۵ ملاحظہ ہوں۔ **قولہ** احتمال وہ معتبر
ہے جسکی گنجائش ہو صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی۔ ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے انتہی۔
قولہ جو شخص حضور اقدس صلعم کی تنقیص شان کرے کافر ہے۔ اور جو اس کے کفر میں شک
کرے وہ بھی کافر ہے۔ انتہی۔ اور تمہید ص۲۵ و ۳۰ میں ہے **قولہ** جو ان کے کافر ہونے میں
شک کرے یا کافر کہنے یا انہیں کافر کہنے میں توقف کرے خود کافر ہے انتہی۔

بیشک یہ تمام امت کا مسلمہ مسئلہ ہے اور جن علما پر آپ نے فتوی تکفیر کسا ہے وہ تو
ایک منٹ کے لئے بھی ایسے شخص کو مسلمان نہیں کہہ سکتے مگر باوجود اس کے خود فاضل مذکور
کے نزدیک جو حضور علیہ السلام کو منہ بھر بھر صریح گالیاں دے اور کھلے ناپاک دشنامی الفاظ
بکے اور اللہ تعالیٰ کو ایسی مذکورہ بالا گندی گالیاں سنائے اس کو کافر نہ کہنا مختار اور پسندیدہ
ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ **قولہ** علمار محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وہو الجواب و
بہ یفتیٰ وعلیہ الفتوی وہو المذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد (تمہید ص۴۲ و
کوکبۂ شہابیہ ص۶۲) اس سے پہلے تمہید میں سبحان السبوح ص۸۰ سے لکھا ہے **قولہ** حاشا للہ
حاشا للہ ہزار بار حاشا للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے
کفر پر بھی حکم نہیں کرتا۔ انتہی۔ اب اس کا نتیجہ اور اس کا حکم ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں۔ یہ وہ
عبارتیں ہیں جن میں خانصاحب نے کم و بیش ۳۰ برس برابر غور و خوض کیا ہے۔

(۶) اب خاں صاحب کے نزدیک تمام ہی اُمت کافر ہے۔ ان کے مخالف تو ان کے
فتوی تکفیر سے کافر ہیں ہی۔ موافقین اور خود بدولت کو بھی آپ نے بالتصریح والوضاحت
اس فتوی میں داخل کرلیا ہے۔ الکوکبۃ الشہابیہ ص۱۲ میں رقمطراز ہیں کہ شفا شریف میں ہے کہ
جو کوئی ایسی بات کہے جس سے تمام اُمت کو گمراہ ٹھہرانے کی طرف راہ نکلے وہ یقیناً کافر ہے انتہی

یہ دوسری وجہ ہوئی - اب خانصاحب الکوکبۃ الشہابیہ وغیرہ وغیرہ ہیں جس قدر وجوہ تکفیر شہید مظلوم پر نکال نکال کر کسے تھے وہ سب مع زائد انپر اوران کے موافقین پر بھی عائد ہوگئے تفصیل اور تطویل کی ضرورت نہیں۔ اوران کے فتوے ازالۃ العار کی بنا پر سب ہی کے نکاح باطل محض، زنا خالص اور حرامی بچے - معاذ اللہ - معاذ اللہ

(۷) وصایا شریف ص۱۰ ملاحظہ ہو۔ **قولہ** رضا حسین اور حسنین اور تم سب محبت اور اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو - اور میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے اللہ توفیق دے - انتہیٰ دیکھو خانصاحب کے نزدیک شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک معمولی چیز ہے کہ جس کے لئے حتی الامکان کا لفظ لائے اوراس کے مقابلہ میں اپنے دین ومذہب کیلئے کس قدر سختی کیساتھ ارشاد فرماتے ہیں۔ یہاں سے خوب واضح ہوگیا کہ خاں صاحب کا دین ومذہب شریعت اسلامیہ سے ایک علیحدہ مذہب ہے جس کے لئے خانصاحب مستقل وصیت کرتے ہیں۔ **ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین** - اور حسام الحرمین ص۲۵ میں ہے اور شفا شریف میں فرمایا ہم اسے کافر کہتے ہیں جو ایسے کو کافر نہ کہے جس نے ملت اسلام کے سوا کسی ملت کا اعتقاد کیا یا ان کے بارے میں توقف کرے یا شک لائے انتہیٰ - آسی وصایا شریف ص۲۴ میں مولوی حسنین رضا خان لکھتے ہیں **قولہ** کہ زہد وتقوی کا یہ عالم تھا (یہ زہد وتقوی آپ کا خود اپنے ہی دین ومذہب میں ہوگا ورنہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو فسق کا یہ عالم تھا کہ بموجب حدیث **سباب المسلم فسوق وکفرہ کقتلہ** تمام ہی اُمت محمدیہ کو عموماً اور ہزاروں علما باللہ کو خصوصاً اپنی حسام بے نیام اور زبان بے لگام سے بیجا شہید کیا اور بغیر حق تمام ہی اُمت کو زخمی کرکے اپنی نفس پر بھی تکفیر کا خنجر چلایا) کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سُنا کہ ان کو (یعنی احمد رضا خاں کو) دیکھکر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہوگیا انتہیٰ - ان الفاظ سے صحابہ کرام کی تحقیر تو ظاہر ہے ہاں چونکہ صحابہ کرام شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ستاروں کی مانند ہیں اور خاں صاحب کا مذہب اور دین جو ان کی کتب سے ظاہر ہے وہ تلبیس وامحاق سنت سنیہ بترویج بدعت سیئہ وشنیعہ ہے اور متبعین سنت کی تکفیر اور بازاری سب وشتم ہے جو ان کے بالکل مخالف والضدان لایجتمعان تو کیسے ان کی زیارت کا شوق باقی رہ سکتا ہے لہذا صحابہ کرام کی نسبت ان کے قلوب سے سلب ہوجاتی ہے ورنہ جس میں ایمان محمدی

علی اللہ علیہ وسلم کا شمہ بھی ہوگا وہ تو اپنے مال وجان اور دنیا و مافیہا سب سے زیادہ حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کی زیارت کو محبوب رکھے گا۔ کما جاء فی الحدیث احب لہ ان یرانی۔ اور خاں صاحب کے مرید خاں صاحب پر مستقل طور پر درود بھی پڑھتے ہیں اللھم صل وسلم وبارک علی عبد المصطفےٰ مولانا احمد رضا و علی آل احمد رضا۔ اللھم صل وسلم وبارک علی اچھے میاں و علی آل اچھے میاں۔ اور نغمۃ الروح میں یوں نغمہ سرائی کرتے ہیں ؎۔ کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا ÷ جو دیا تم نے دیا احمد رضا ÷ جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے ÷ جام کوثر کا پلا احمد رضا ÷ ص۴ صاحب کوثر بنائے گئے۔ میری حالت آپ پر ہے سب عیاں ÷ آپ سے کیا ہے چھپا احمد رضا ÷ تیری عبدیت میں چہرہ لکھ گیا ÷ منہ اجالا ہوگیا احمد رضا ÷ ؎ نکیرین آکے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے ÷ ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا ص۲۵ ÷ یعنی من ربک کے جواب میں احمد رضا خاں کا نام بتلایا جائیگا۔ خاں صاحب خود تو عبد المصطفےٰ کہلاتے تھے۔ اور مرید عبیدۃ الرضا نام رکھتے تھے ؎ شفا بیمار پاتے ہیں طفیل حضرت عیسیٰ ÷ ہے زندہ کر رہا مردے خرام احمد رضا خاں کا ص۲۵ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت دیگئی ہے

(۸) وصایا شریف ص۹ ملاحظہ ہو جو انتقال سے دو گھنٹے پہلے وصیت فرماتے ہیں۔

قولہ اعزاء سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیجدیا کریں (۱) دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو (۲) مرغ کی بریانی (۳) مرغ پلاؤ (۴) خواہ بکری کا شامی کباب (۵) پراٹھے (۶) اور بالائی (۷) فیرنی (۸) ارد کی پھریری دال مع ادرک و لوازم (۹) گوشت بھری کچوریاں (۱۰) سیب کا پانی (۱۱) انار کا پانی (۱۲) سوڈے کی بوتل۔ دودھ کا برف۔ انتہی۔ شریعت اسلام میں ایصال ثواب کے یہ معنی ہیں کہ بندہ جو افعال نیک از قسم عبادت مالی و بدنی کرتا ہے خواہ قرآن شریف پڑھے یا کوئی دعا یا درود شریف یا استغفار یا روپیہ پیسہ خیرات کرے یا کسی محتاج غریب ننگے کو کپڑا پہنائے یا بھوکے کو کھانا کھلائے ہر ایک کا ثواب اسکو ملتا ہے چاہے اپنے لئے ذخیرہ آخرت کر رکھے یا کسی مردے کی روح کو ثواب پہونچائے۔ غرض وہاں ثواب پہونچتا ہے جو اللہ تعالی اپنے فضل سے نعیم جنت سے عنایت فرماتا ہے لیکن خانصاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ بذریعہ فاتحہ یہی کھانے مردے کو پہونچتے ہیں جنت میں ان کو یہی دنیا کے کھانے اور یہی کپڑے بھیجے جاتے ہیں یہ اہل ہنود کا عقیدہ ہوگا۔ اسلامی عقیدہ نہیں ہے اور خانصاحب شریعت اسلام کے مقابلہ پر جس اپنے دین اور مذہب کی سخت ترین تاکید مضبوطی

سے قایم رہنے کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں اور تمام فرائض سے اہم فرض قرار دیتے ہیں۔ اس مذہب اور دین کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔ باقی عقائد اور مسائل بالتفصیل باب اوّل وثالث میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۹) حسام الحرمین ص۲۳ و ۲۵ ملاحظہ ہو۔ **قولہ** یہ گندی تقریر (یعنی حفظ الایمان والی) اگر علم اللہ عزوجل میں جاری نہ ہو تو وہ قدرت الٰہی میں بعینہ بغیر کسی تکلف کے جاری ہے جیسے کوئی بیدین جو اللہ سبحانہ کی قدرۃ عامہ کا منکر ہو اس منکر سے کہ علم محمد صلعم کا انکار رکھتا ہی سیکھکر یوں کہے کہ اللہ عزوجل کی ذات مقدس پر قدرۃ کا حکم کیا جانا اگر بقول مسلمانان صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس قدرت سے مراد بعض اشیاء پر قدرت ہے یا کل اشیاء پر، اگر بعض پر قدرت ہونا مراد ہے تو اس میں اللہ عزوجل کی کیا تخصیص ہے ایسی قدرت تو زید عمرو بکر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے اور اگر کل اشیاء پر قدرت مراد ہے اس طرح کہ اسکی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہے کہ اشیاء میں خود ذات باری بھی داخل ہے اور اسے خود اپنی ذات پر قدرت نہیں۔ الخ انتہی۔

چونکہ خان صاحب اس تقریر کو بغیر کسی تکلف کے قدرۃ الٰہی میں جاری ہونے کو تسلیم فرماتے ہیں اور آپ کے نزدیک یہ تقریر بعینہ بلا تکلف جاری ہے۔ لہٰذا اگر آپ قدرت سے ذاتیہ مراد لیتے ہیں تو زید وعمر وصبی ومجانین بلکہ جملہ حیوانات کیلئے آپ نے قدرۃ ذاتیہ ثابت فرمائی یہ قطعی کفر ہے جس کو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور اگر قدرت سے مراد قدرۃ عرضیہ ہے جو ممثل لہٗ کے مطابق ہے تو پھر کیا کوئی مسلمان خدا کے لئے بھی قدرۃ عرضیہ ثابت کرتا ہے، آپ خواہ مخواہ مسلمانوں کے ذمہ دھرتے ہیں۔ آپ کے سوا کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے، کہ ایک امر کی بھی قدرۃ عرضیہ ثابت کرے چہ جائیکہ غیر متناہی امور کی قدرت عرضیہ غیر متناہی طریقہ سے یعنی آپ کے طرز اختیار کرنے پر غیر متناہی وجہ پر کفر ثابت ہوگا۔ اور حدوث واحتیاج واستعمال بالغیر اس کے علاوہ۔

(۱۰) اور سنو۔ آپ فرماتے ہیں کہ کوئی بیدین اللہ سبحانہ کی قدرۃ عامہ کا منکر ہو اور یہ تقریر کرے کہ چونکہ ذات باری قدرۃ باری سے خارج ہے اسلئے قدرت عامہ نہ رہی تو گویا ذات خدا کو مقدوریت سے خارج ماننا قدرت عامہ کا انکار ہے اور یہی اسکی بیدینی کی وجہ ہے تو معلوم ہوا کہ آپ خداوند عالم کو قادر مطلق بقدرۃ عامہ اس معنی کر جانتے اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ ذات باری بھی قدرت باری کے تحت میں داخل ہے۔ ناظرین آپ نے سنا کس قدر رب العزۃ

عز شانہ کی جناب میں گستاخی کی ہے۔ یہ وہ عبارت ہے جس میں خاں صاحب نے مدۃ العمر غور و خوض کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ نہایت گندے الزامات جو بیچارے علامہ شہید مظلوم پر بیجا اور غلط لگائے تھے جو نمبر ۵ اور نیز سبحان القدوس میں بعض شبہوں کے جواب میں مع جواب نقل کر چکا وہ سب حقیقتاً آنجناب ہی کے عقیدہ ہیں اسی لیۓ مزے لے لیکر شمار کیا کرتے ہیں اور بر رنگ وظیفہ و ورد اسماء الٰہی جپا کرتے ہیں۔ ورنہ دنیا میں کوئی مدعی اسلام ایسا نہیں جس کے ایسے گندے عقیدے ہوں، آپ خواہ مخواہ دوسروں پر زبردستی تھوپتے ہیں۔ ورنہ اگر کچھ غیرت ہو تو دکھلاؤ کہ کس مدعی اسلام نے آپ کی طرح اللہ جل شانہ کو مزے لیکر یہ مغلظات سنائی ہوں بلکہ کسی کے وہم میں بھی آئی ہو۔ ہاں آپ نے (بریلی کے پاگل خانہ میں یا کسی پاگل سے (جب وہ بڑ میں ہو گا) سن لیا ہو تو ممکن ہے مگر صحیح الدماغ انسان کے منہ سے یہ خرافات اور گھنونے الفاظ خداوند عالم کی نسبت نہیں نکل سکتے اور نہ وہم میں آسکتے ہیں۔

بابِ ثالث

دررد بدعات ملقب بہ جہد المہتدی فی ارشاد المعتدی

نحمد اللہ العلی العظیم ونصلی علی رسولہ النبی الکریم وعلی الہ الھادین واصحابہ الذین شادوا الدین اللھم اجعلنا لھدیھم وھدیھم متبعین۔ **امابعد** عقائد میں بحث کرنے کے بعد اب اُن اعمال اور افعال بدعیہ کو بھی بیان کرتا ہوں جو فی نفسہ مباح تھے مگر کچھ زمانے سے عموماً اختلاط امور ناجائز و حرام اور جہلا و عوام کے غلط اعتقاد اور تخصیص و التزام و خلاف سنت و رفع سنت و تغیر مشروع کیوجہ سے ناجائز ہو گئے۔

نماز فجر و عصر و جمعہ اور عیدین وغیرہا کے بعد بالتخصیص مصافحہ یا معانقہ کرنا بدعت ہے اور رافضیوں کا طریقہ ہے۔

(۱) شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ مشکوٰۃ باب المصافحہ میں لکھتے ہیں:۔ آنکہ بعضے مردم مصافحہ میکنند بعد از نماز یا بعد از نماز جمعہ چیزے نیست و بدعت است از جہت تخصیص وقت انتہی۔ (۲) علامہ طیبیؒ ترشیح میں لکھتے ہیں فی الملتقط یکرہ المصافحۃ

بعد اداء الصلوۃ علی کل حال لانہا من سنن الروافض وھکذا الحکم فی المعانقۃ انتھی۔ (۳) ایضاح المطالب میں ہے المصافحۃ بعد الصلوۃ من سنن الروافض انتھی (۴) محک الطالبین میں ہے۔ مصافحہ بعد نماز از سنن روافض است انتہی۔
(۵) خلاصۃ الفقہ میں ہے مکروہ است مصافحہ کردن بعد از فجر و عصر کذا فی الکافی۔ انتہی۔
(۶) وظائف النبی میں ہے وما یفعل العوام من المصافحۃ بعد الجمعۃ أو بعد الفجر او بعد کل مکتوبۃ او بعد العید فھو بدعۃ ممنوعۃ انتہی۔ (۷) اور فتاوی ابراہیم شاہی میں ہے یکرہ المصافحۃ بعد اداء الصلوۃ بکل حال لان الصحابۃ ما صافحوا بعد اداء الصلوۃ ولانہا من سنن الروافض انتہی۔ (۸) اور فتاوی شامی فصل دفن میت میں ہے۔ قد صرح بعض علمائنا وغیرھم بکراھۃ المصافحۃ المعتادۃ عقب الصلوات مع ان المصافحۃ سنۃ وما ذلک الا لکونہا لم توثر فی خصوص ھذا الموضع فالمواظبۃ علیہا فیہ توھم العوام بانہا سنۃ فیہ انتہی اور جلد خامس میں اس کو طریقہ روافض بھی بتایا ہے (۹) اور نیز خلاصۃ الفقہ میں ہے۔ مصافحہ کردن بعد از نماز گذاردن عید مکروہ است بدرستیکہ یاران پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نکردہ اند پس بدعت و نیز سنت رافضیان است کذا فی الملتقط[۱۱] والناصری[۱۲] والکافی[۱۳] وحاشیۃ المصابیح[۱۴] انتہی۔ (۱۴) شیخ المحدثین قاضی ابراہیم مجالس میں لکھتے ہیں اما المصافحۃ فی غیر حال الملاقاۃ مثل کونہا عقیب صلوۃ الجمعۃ والعیدین کما ھو العادۃ فی زماننا فالحدیث سکت عنہ فیبقی بلا دلیل وقد تقرر فی موضعہ ان ما لا دلیل علیہ فھو مردود ولا یجوز التقلید فیہ بل یردہ ما روی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہ علیہ السلام قال من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد ای مردود وعلی ان الفقہاء من الحنفیۃ والشافعیۃ والمالکیۃ صرحوا بکراھتہا و کونہا بدعۃ قال فی الملتقط یکرہ المصافحۃ بعد الصلوۃ بکل حال لان الصحابۃ ما صافحوا بعد الصلوۃ ولانہا من سنن الروافض[۱۵] وقال ابن حجر من الشافعیۃ ما یفعلہ الناس من المصافحۃ عقیب الصلوات الخمس بدعۃ مکروھۃ لا اصل لہا فی الشریعۃ المحمدیۃ ینبہ فاعلہا اولا بانہا بدعۃ ویعزر ثانیا ان فعلہا[۱۶] وقال ابن الحاج من المالکیۃ فی المدخل ینبغی ان یمنع الامام ما احدثوہ من المصافحۃ بعد صلوۃ الصبح وبعد صلوۃ الجمعۃ وبعد صلوۃ العصر بل زاد بعضھم فعل ذلک بعد الصلوات الخمس و ذلک کلہ من البدع وھذا التصریح منھم یشعر بالاجماع فلا یجوز المخالفۃ۔

وماذکرہ النووی ؒ فی الاذکار وان کان مشعراً باباحة المصافحة بعد صلوة العصر
والفجر فلا اصل له فی الشرع علی هذا الوجه ولکن لا باس به فانظر کیف اعترف
بان لا اصل له فی الشرع وبعد هذا الاعتراف لا یفیده ما ذکره من قوله ولکن لا باس به الخ
ولو لم یصرح الفقهاء بکراهتها بل کانت مباحة فی نفسها فحکمنا فی الزمان بکراهتها
اذ واظب علیها الناس واعتقدوها سنة لازمة بحیث لا یجترؤن بترکها انتهی ملخصاً
الغرض علامہ نووی شافعی کے سوا کسی نے بالتخصیص مصافحہ بعد عصر وفجر و عیدین و جمعہ وغیرہ
کو جائز نہیں کہا سب نے بدعۃ مذمومہ اور سنت روافض بتایا ہے اور علماء محققین مثل ملا علی قاری
و صاحب مجالس نے علامہ نووی کے قول کی تردید کی اور اُن کے کلام میں جرح کی اور علامہ نووی کا
لا اصل لہٗ فی الشرع کہکر اور اعتراف کر کے پھر لاباس کہنا بالکل غیر مفید بتایا اور علامہ کے کلام میں
صریح تناقض ہے۔ (۱۷) ملا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں قال النووی اعلم ان المصافحة
سنة مستحبة عند کل لقاء وما اعتاده الناس بعد صلوة الصبح والعصر لا اصل له فی
الشرع علی هذا الوجه ولکن لا باس به وان اصل المصافحة سنة وکونهم محافظین علیها فی
بعض الاحوال ومفرطین فیها فی کثیر من الاحوال لا یخرج ذلك البعض عن کونه عن المصافحة
التی ورد الشرع باصلها وهی البدعة المباحة وقد شرحنا انواع البدع فی اول کتاب الاعتصام
مستوفی انتهی۔ ولا یخفی ان فی کلام الامام نوع تناقض لان اتیان السنة فی بعض الاوقات
لا یسمی بدعة مع ان عمل الناس فی الوقتین المذکورین لیس علی وجه الاستحباب المشروع
فان محل المصافحة المشروع اول الملاقاة وقد تکون جماعة یتلاقون من غیر مصافحة
ویتصاحبون بالکلام ومذاکرة العلم وغیره مدة مدیدة ثم اذا صلوا یتصافحون فاین
هذا من السنة المشروعة ولهذا صرح بعض علمائنا بانها مکروهة حینئذ انها من البدعة
المذمومة نعم لو دخل احد فی المسجد والناس فی الصلوة او علی الشروع فیها فبعد
الفراغ لو صافحهم لکن بشرط سبق السلام علی المصافحة فهذا من جملة المصافحة
المسنونة بلاشبهة ومع هذا اذا مد مسلم یده للمصافحة فلا ینبغی الاعراض عنه
بجذب الید لما یترتب علیه من اذی یزید علی مراعاة الادب فحاصله ان الابتداء
بالمصافحة ح علی الوجه المشروع مکروه لا المجابرة وان کان قد یقال فیه نوع معاونة
علی البدعة انتهی۔ خلاصہ یہ ہے کہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ مصافحہ ہر ملاقات پر سُنت مستحبہ ہے

اور جو عوام الناس فجر اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرتے ہیں اس طرح پر شریعت میں اسکی کوئی اصل نہیں ہے لیکن اس میں کوئی حرج بھی نہیں کیونکہ اصل مصافحہ سنت ہے اور بعض وقت اسکی حفاظت کرنا اور اکثر اوقات اس میں افراط کرنے سے وہ بعض سنت سے نہیں نکلے گا۔

ملا علی قاری اس پر فرماتے ہیں کہ دیکھو امام نووی شافعی کے کلام میں تناقض ہے جبکہ بعض اوقات مطابق طریقہ سنت مصافحہ کیا گیا تو بدعت کیونکر ہوگا ہاں عوام الناس کا یہ مصافحہ طریقہ سنت پر نہیں ہے کیونکہ مصافحہ اوّل ملاقات پر مشروع ہوا ہے اور کبھی ایک جماعت کے لوگ بغیر مصافحہ کے تلاقی کرتے ہیں اور مدت تک آپس میں بات چیت کرتے رہتے ہیں، پھر جب نماز پڑھکر فارغ ہوتے ہیں تو آپس میں مصافحہ کرتے ہیں بھلا اسکو سنت مشروعہ سے کیا مناسبت؟ اسی لئے ہمارے بعض علماء نے (یعنی علمائے احناف نے) مکروہ اور بدعۃ مذمومہ ہونے کی تصریح کی ہے ہاں اگر کوئی شخص مسجد میں آیا اور لوگ نماز میں ہیں تو بعد فراغت سلام کرکے مصافحہ کرے تو بلاشبہ مصافحہ مسنونہ ہے۔ باوجود اس کے جب کوئی مسلمان مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھائے تو ہاتھ کو روکنا نہ چاہئے کیونکہ مراعات ادب سے اذیت مسلم کا زیادہ لحاظ ہے بہرحال ابتدار بالمصافحہ ایسی حالت میں مکروہ ہے نہ مجاسرہ اگرچہ اس میں معاونۃ علی البدعۃ بھی ہے اور معانقہ کی تو خود نووی نے بھی کراہت کی تصریح کی ہے چنانچہ ......

ملّا علی قاری و طیبی شرح مشکوٰۃ میں اور علامہ نووی شرح مسلم میں متفق اللفظ ہیں المعانقۃ وتقبیل الوجہ لغیر القادم من سفر ونحوہ مکروھان صرح بہ البغوی وغیرہ۔ انتہیٰ

اور نووی اذکار میں لکھتے ہیں اما المعانقۃ وتقبیل الوجہ لغیر الطفل ولغیر القادم من سفر ونحوہ فمکروھان نص علٰے کراھتہما ابو محمد البغوی وغیرہ من اصحابنا ویدل علی الکراھۃ ما رویناہ فی کتاب الترمذی وابن ماجہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رجل یارسول اللہ الرجل منا یلقٰے اخاہ او صدیقہ اینحنی لہ قال لا قال افیلتزمہ ویقبلہ قال لا قال فیاخذہ بیدہٖ ویصافحہ قال نعم قال الترمذی حدیث حسن انتہیٰ۔ اور جو حالت غیر قدوم میں معانقہ حدیث میں ثابت ہے اسکو منسوخ قبل از نہی یا حضور کیلئے مخصوص بتلاتے ہیں کما صرح بہ بعض الشراح۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ مختار مذہب ہمیں است کہ معانقہ وتقبیل در قدوم از سفر جائز است بے کراہت انتہیٰ۔

قبر پر دفن کے بعد اذان دینا مکروہ اور بدعت ہے

(۱) فتح القدیر و بحر الرائق ونہر الفائق و عالمگیری سب میں قریب قریب یکساں ہے یکرہ عند القبر مالم یعھد من السنۃ والمعھود منھا لیس الا زیارتہ والدعاء عندہ قائما کما کان یفعل صلی اللہ علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسأل اللہ لی ولکم العافیۃ انتہی۔ یعنی جو چیز معہود سنت سے نہیں ہے وہ قبر کے پاس مکروہ ہے اور جو سنت سے معہود ہے وہ زیارت قبر اور اُس کے پاس کھڑے ہو کر دُعا مانگنا ہے جیسے حضور علیہ السلام جب بقیع تشریف لیجاتے تھے تو فرماتے تھے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اَسْأَلُ اللّٰہَ لِیْ وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ پس حضور سے دو چیزیں ثابت ایک زیارت دوسرے دُعا۔ اور اس جگہ دُعا بمعنی ذکر یہ صرف فاضل بدایونی اور بریلوی کے دماغ کا نتیجہ ہو سکتا ہے اور بس، اسی لئے قراءت قرآن میں اختلاف ہوا ہے بعض کہتے ہیں کہ چونکہ یہ معہود سنت سے نہیں ہے لہذا یہ بھی بدعت ہے اتخاذ القاری عند القبر بدعۃ (نصاب الاحتساب) اور بعض کہتے ہیں کہ قراءت قرآن بھی دُعا کے حکم میں ہے کیونکہ دونوں سے ایصال ثواب مقصود ہوتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے واختلف فی اجلاس القاری فیقرأ عند القبر والمختار عدم الکراھۃ انتہی۔ اور اذان لغت میں بمعنی خبر دادن اور شرع میں اعلام بدر آمدن وقت نماز بالفاظ مخصوص کذا فی ترجمۃ المشکوۃ للشیخ رحمۃ اللہ علیہ اور اذان مولود بھی نوعے اعلام ہے لہذا اذان باعتبار ہر دو معنی بیان بے اصل اور غیر مستقیم ہے اور اگر بالفرض دُعا بمعنی ذکر مراد لیا جائے تو اس کا غیر معہود ہونا یقینی۔ اور وہ جو قسطلانی نے مواہب میں لکھا ہے زیارۃ القبور لتعظیم صحیح ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قبروں پر چراغ وغیرہ جلانا تعظیم نہیں جیسے کہ جہلا خیال کرتے ہیں بلکہ خود زیارت قبر تعظیم ہے۔

اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں سوائے تکبیر اور تسبیح کے اور کچھ مفہوم نہیں ہوتا۔ اذان علی القبر پر دلالت تو کیا اشارہ بھی نہیں ہے اور اس میں احتمال ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت سعد بن معاذ کا حال مشاہدہ فرما کر بطور تعجب و استغراب تکبیر و تسبیح کہی تھی کما صرح بہ الشیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ فی ترجمتہ۔ اور مرقاۃ شرح مشکوۃ ملا علی قاری میں ہے۔ سبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکل التسبیح کان للتعجب او للتنزیہ لارادۃ تنزیھہ اللہ تعالی

من ان يظلو احدًا ثم رأيت ابن حجر قال ومناسبة تسبيحه بمشاهدة التضيق على هذا العبد الصالح ظاهرة اولشهود ذلك يستحضر الانسان مقام جلال الله وعظمته وانه يفعل مايشاء لمن يشاء وهذا المقام مناسبة التنزيه لانه مقام العبرة الكبرى المقتضية لذلك التنزه فتامله۔ فسبحنا اى طبعًا له طويلا۔ قيد للفعلين اى زمانًا اوتسبيحا طويلا يعنى كثيرًا ثم كبر وكل التكبير كان بعد التفريج فكبرنا اى عقب تكبيره اقتداء به وقال ابن حجر ولم يقل ههنا طويلا اما للاكتفاء بذكره اولانه ههنا لم يطول لانه انما كبر عند وقوع التفريج عن سعد وهذا هو الظاهر لان التكبير يغلب ذكره عند مشاهدة الامر الباهر انتهى۔ اور بخاری ومسلم میں تصریح ہے۔ اذا اذن للصلوٰة ادبر الشیطان یعنی جب نماز کے لئے اذان دیجاتی ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔ اور حکیم ترمذی کی موضوع روایت سے استدلال فاضل بریلوی کے فضل کے خلاف ہے کیونکہ یہ روایت اصول اسلامیہ کے مخالف ہے۔ کیونکہ شیطان کا تسلط انسان پر وقت موت تک ہے نہ کہ مرنے کے بعد بھی۔ لہذا شیطان کا اغواء کیلئے آنا قبر میں بالکل بے اصل ہے۔ ان شر شیطان سے جو مردے کے قلب پر اثر جما چکا ہے پناہ کی دعا مانگ سکتے ہیں کہ اے اللہ اسکو اثر شیطان سے محفوظ رکھ۔

(۲ و ۳ و ۴) خیر رملی حاشیہ بحر میں اور علامہ شامی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں کہ بعض شافعیہ نے اذان قبر کو اذان مولود پر قیاس کر کے مسنون کہا تھا۔ ابن حجر نے شرح عباب میں ان کا خوب رد لکھا ہے۔ ورأيت في كتب الشافعية انه قد سن الاذان لغير الصلوٰة كاذان المولود والمهموم والمفزوع والغضبان ومن ساء خلقه من انسان وبهيمة ومزدحم الجيش وعند الحريق وقيل وعند انزال الميت القبر قياسًا على اول خروجه من الدنيا لكن رده ابن حجر في شرح العباب انتهى۔ اور علامہ شامی نے کتاب الجنازہ میں لکھا ہے قد صرح ابن حجر في فتاواه بانها بدعة۔

(۵) در البحار میں ہے من البدع التي شاعت في بلاد الهند الاذان على القبر بعد الدفن انتهى

(۶) توشیح شرح تنقیح لمحمود البلخی میں ہے ما في الاثور من الاذان على القبور ليس بشيء۔ انتهى۔

(۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تجعلوا بیوتکم قبرًا ولا تجعلوا قبری عیدًا وصلوا علیّ فان صلوٰتکم	زیارت قبر کیلئے میلا کرنا عید کی طرح جمع ہونا ناجائز ہے جیسا کہ آجکل جہلا میں مروج ہے اور تاریخ معینہ پر تعین و تخصیص کے ساتھ یا التزام کر کے مجمع کرنا یعنی عُرس کرنا بھی ناجائز ہے

تبلغنی حیث کنتم رواہ النسائی (مشکوۃ) یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ حضور فرماتے تھے کہ اپنے گھروں کو قبر کی طرح نہ بنالو اور میری قبر کو عید کی طرح نہ بنالینا اور مجھپر درود بھیجو اور تمہارا درود جس جگہ سے بھی تم بھیجو گے میرے پاس پہونچ جائیگا۔ (۱) اس حدیث کی شرح میں مجمع البحار میں ہے لا تجعلوا قبری عیدًا ای لا تجعلوا زیارۃ قبری عیدًا او قبری مظہر عید ای لا تجتمعوا للزیارۃ کاجتماعکم للعید فانہ یوم لھو و سرور و حال الزیارۃ بخلافہ وکان داب اھل الکتاب فاورثھم القسوۃ او من ھجر عبدۃ الاوثان حتی عبدوا الاموات انتہی (ترجمہ) میری قبر کی زیارت کو عید نہ بنالو یا میری قبر کو مظہر عید نہ بناؤ یعنی قبر کی زیارت کیلئے اس طرح جمع نہ ہو جیسے عید کے لئے جمع ہوتے ہیں کیونکہ عید کا دن کھیل اور خوشی کا ہے۔ اور زیارت کا حال اس کے خلاف ہے اور زیارت قبر کے لئے عید کی طرح جمع ہونا اہل کتاب کی عادت تھی سو اُس نے ان کے دل کو سخت کردیا اور نیز یہ بُت پرستوں کی عادت تھی یہاں تک کہ مردوں کو پوجنے لگے۔ (۲) اور ابن حجر شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں او المعنی لا تجعلوا قبری مظہر عید من حیث الاجتماع کالیھود والنصاری انتھی (۳) اسی حدیث کے تحت میں ابن ملک شرح مصابیح میں لکھتے ہیں العید ھو الوقت الذی یجتمع فیہ الناس بصلوۃ کعید الفطر والاضحی انتہی (۴) تورپشتی شرح مصابیح میں لکھتے ہیں ویجوز ان یکون العید اسمًا من الاعتیاد یقال عادہ واعتادہ وتعودہ ای صار عادۃً لہ یعنی لا تجعلوا قبری محل اعتیاد تعتادونہ لما یؤدی ذلک الی سوء الادب وارتفاع الحشمۃ ویؤید ھذا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم وصلوا علیّ فان صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم ای لا تتکلفوا المعاودۃ الیّ فقد استغنیتم عنہ بالصلوۃ علیّ۔ انتہی (۵) مشکوۃ کی شرح مرقاۃ ص۶ج۲ میں ہے وقیل العید اسم من الاعتیاد یقال عادہ واعتادہ وتعودہ ای صار عادۃ والعید ما اعتادک من ھمّ او غیرہ ای لا تجعلوا قبری محل اعتیاد

فانہ یؤدّی الی سوء الادب وارتفاع الحشمۃ ولئلا یظن ان دعاء الغائب لا یصل الیّ ولذا عقبہ وصلوا علیّ فان صلواتکم تبلغنی ای لا تتکلفوا المعاودۃ الی قبری فقد استغنیتم عن ہذا بالصلوۃ حیث کنتم انتہی۔ (۶) اور طیبی شرح مشکوٰۃ میں ہے واقول بان نظم الحدیث ان یقال ان قولہ لا تجعلوا بیوتکم قبورا معناہ لا تجعل بیوتکم کالقبور الخالیۃ عن ذکر اللہ وعبادتہ لانہا غیر صالحۃ لہا وکذلک لا تجعلوا القبور کالبیوت محلا للاعتیاد ولحوائجکم ومکانا للعبادۃ والصلوۃ ومرجعا للسرور والزینۃ کالعید انتہی۔ (۷) امام حافظ ابوبکر خطیب بغدادی لکھتے ہیں لما کان یوم الفطر والنحر یعود کل سنۃ والناس یعودون الیہ اجتماعا واجتماعا من الافاق سمّی عیدا لعودہ مرۃ بعد اُخرٰی فنہی صلی اللہ علیہ وسلم اُمتہ عن الاجتماع علی قبرہ الکریم کاجتماعہم لاقامۃ مواسم العید کفعل اہل الکتاب ودیدنہم بقبور انبیاءہم والمعنی ان لا تجعلوا قبری کالعید تزیّنا وتصنعا واجتماعا انتہی (۸) اور امام سبکی فرماتے ہیں ویحتمل ان یکون المراد لا تتخذوا لہ وقتا مخصوصا لا یکون الزیارۃ الا فیہ انتہی از منتہی المقال

حاصل کلام یہ ہے کہ لا تجعلوا قبری عیدا کے معنی بعض کے نزدیک یہ ہیں کہ ...... قبر کی زیارت کے لئے عید کی طرح مجمع زینت اور لہو و سرور کے ساتھ نکرو۔ عرف میں ایسے ہی اجتماع کو عرس کہتے ہیں جیسا کہ آجکل مروج ہے پس ایسے مجمع کے لئے دن مقرر کرنا بھی قبیح وغیرہ ہوا۔ **اور بعض** کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ مطلقاً عید کی طرح مجمع نکرو کیونکہ اس میں یہود کی مشابہت ہے اس صورت میں نفس اجتماع بر قبر کی ممانعت ہے خواہ قرآن پڑھنے اور ایصال ثواب کیلئے ہو تتمہ حدیث کہ تمہارا درود مجھپر ہر جگہ سے پہونچ جائیگا اس پر شاہد ہے اس میں بھی عرس کی ممانعت نکلی۔ **اور نیز** عید کا مجمع خاص نماز کے لئے مشروع ہے اور لوگ نماز ہی کیلئے عیدگاہ میں جمع ہوتے ہیں نہ لہو و لعب کیلئے اگرچہ لہو اسدن مباح ہے لیکن اجتماع صرف نماز ہی کے لئے ہے لہذا قبر پر درود اور ایصال ثواب کیلئے مجمع نکرو کیونکہ ایصال ثواب ہر جگہ سے ہو جاتا ہے اسمیں بھی عرس کی ممانعت نکلی **اور بعض** کے نزدیک عید بمعنی اعتیاد یعنی عادت پکڑنا ہے یعنی زیارۃ قبر کو عادت نہ بناؤ کہ ہر سال تاریخ و یوم معینہ پر حاضر ہونے کو عادت بنلے کہ اس میں سوء ادب کا بھی احتمال ہے اسمیں بھی عرس کی ممانعت نکلی۔ **اور بعض کے نزدیک** قبر کو عید نہ بنانے کے یہ معنی ہیں کہ قبور کو محل عبادت نہ بناؤ اس صورت میں قراءۃ قرآن وغیرہ عبادات کیلئے اجتماع اور عرس کرنیکی

بھی بخوبی ظاہر ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ زیارت قبر کو عید نہ بناؤ کہ ہر سال وقت مخصوص پر زیارت کے لئے آؤ جیسے عید ہر سال اپنے وقت مقررہ پر لوٹ کر آتی ہے۔ اس صورت میں بعینہٖ محض زیارت کے لئے تخصیص وتعین عرس کی ممانعت ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ زیارت قبر کے لئے عید کی طرح کہ سال میں دو دفعہ آتی ہے نہ آیا کرو بلکہ کثرت سے آیا کرو۔ یحتمل ان یکون المراد الحث علی کثرۃ زیارتہ ولا یجعل کالعید الذی لا یاتی فی العام الا مرتین (از مرقاۃ) مگر تتمہ حدیث فان صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم تمہارا درود جہاں کہیں تم ہو وہیں سے مجھے پہونچ جائے گا (لہٰذا قبر پر آنے کی چنداں ضرورت نہیں) اسکے منافی ہے۔ لہٰذا یہ معنی صحیح نہیں۔

(۲) قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں پانچ اشیاء کو ناجائز فرماتے ہیں۔ **قولہ** لا یجوز ما یفعلہ الجہال بقبور الاولیاء والشہداء من السجود والطواف حولہا واتخاذ السرج والمساجد علیہا ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونہ عرساً، انتہی اور ارشاد الطالبین ص۲۲ میں فرماتے ہیں **قولہ** قبور اولیاء را بلند کردن۔ وگنبد بران ساختن وعرس وامثال آن وچراغان کردن ہمہ بدعت است بعضے ازان حرامست وبعضے مکروہ۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بر چراغ افروزان نزد قبر وسجدہ کنندگان را لعنت گفتہ وفرمودہ کہ قبر مرا عید ومسجد نکنید در مسجد سجدہ میکنند وروز عید برائے مجمع روزے در سال مقرر کردہ شود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم علیؓ را فرستاد کہ قبور مشرفہ را برابر کنند وہر جا کہ تصویر بینید اورا محو کنند انتہی۔ قاضی صاحب کے بیان سے واضح ہے کہ زیارت قبر کیلئے سال میں ایک دن مقرر کر کے جیسے عید کا سال میں ایکدن مقرر ہے مجمع کرنا بدعت اور ممنوع ہے اور اس کو عوام عرس کہتے ہیں۔ اگر یہ مجمع زینت وسرور کے ساتھ ہو تو پھر کسی طرح بھی اس کے بدعت اور فعل عبدۃ الاوثان ہونے میں کلام نہیں ہو سکتا۔ اور یہی طریقہ آجکل عوام کالانعام بلکہ خواص میں مروج ہے۔

(۳) حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کا فتویٰ فتاویٰ عزیزی ص۸۹ میں ہے:۔

سوال۔ برائے زیارت قبور روز معین نمودن یا روز عرس ایشان کہ معین است رفتن درست است یا نہ **جواب** برائے زیارت قبور روز معین نمودن بدعت است واصل زیارت جائز وتعین وقت در سلف نبود واین بدعت ازان قبیل است کہ اصلش جائز است وخصوصیت وقت بدعت

مانند مصافحہ بعد العصر کہ در ملک توران وغیرہ رائج است و روز عرس برائے یاد دہانیدن وقت دعا برائے میت اگر باشد مضائقہ ندارد لیکن التزام آن روز نیز (مثل تعین وقت) بدعتست از ہمان قبیل کہ گذشت انتہی (نوٹ) شاہ صاحب کے فتویٰ سے اظہر من الشمس ہے کہ عرس بوجہ تخصیص یوم وخصوصیت وقت بدعت ناجائز ہے۔ اور اگر بطور یادداشت کوئی دن مقرر کرے تو مضائقہ نہیں لیکن اگر فعل میں اسی دن کا التزام کرلیا کہ اس کے خلاف کبھی نہیں کرتا تو بھی بدعت ہے۔

اور وہ حدیث جو جلال الدین سیوطی رہ نے کتاب ابن جریر سے شرح الصدور میں روایت کی ہے قال محمد بن ابراھیم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی قبور الشھداء علی راس کل حول کہ حضور ہر سال کے سرے پر قبور شہداء پر تشریف لیجایا کرتے تھے اور ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی بھی۔ یہ حدیث طبقہ رابعہ کی ہے اور طبقہ رابعہ کی احادیث قابل اعتماد نہیں ہیں نہ اثبات عقیدہ میں قابل حجت اور نہ کسی عمل میں قابل تمسک ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رح عجالہ نافعہ میں فرماتے ہیں۔ طبقہ چہارم احادیثکہ نام ونشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود و متاخران آنرا روایت کردہ اند پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند و آنہارا اصلے نیافتند تا مشغول بروایت آنہا می شدند یا یافتند ودران قدحے وعلتے دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہارا بر ترک روایت آنہا۔ علی کل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود۔ چند سطر بعد لکھتے ہیں۔ ودرین قسم احادیث کتب بسیار مصنف شدہ برخے را بشماریم کتاب الضعفاء لابن حبان۔ تصانیف حاکم۔ کتاب الضعفاء للعقیلی کتاب الکامل لابن عدی۔ تصانیف ابن مردویہ۔ تصانیف خطیب، تصانیف ابن شاہین تفسیر ابن جریر فردوس دیلمی بلکہ سائر تصانیف او۔ تصانیف ابی نعیم۔ تصانیف ابن عساکر۔ تصانیف جوزقانی۔ تصانیف ابوالشیخ۔ تصانیف ابن نجار۔ چند سطر بعد لکھتے ہیں۔ ومایۂ تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی در رسائل ونوادر خود ہمیں کتابہا است واشتغال باحادیث این کتب واستنباط احکام ازانہا لاطائل مے نماید۔ انتہی۔ دوسرے یہ حدیث مجمل ہے قابل عمل نہیں۔ راس حول سے نہ معلوم کیا مراد ہے آیا محرم کہ راس حول ہے کیونکہ یہ قول محمد بن ابراھیم کا ہے اور اُن کے زمانہ میں محرم سے ابتدا سال مقرر تھی یا ربیع الاول کہ راس حول سن ہجرۃ ہے یا شوال کہ راس حول شہادت ہے اور باوجود اس کے پھر بھی اس حدیث سے تعیین یوم موت ہرگز ہویدا نہیں بلکہ دلالت حدیث صرف زیارت پر ہے کیونکہ سال کا حساب مہینوں سے ہوتا ہے نہ دنوں سے پس ہر سال کا شروع

کسی مہینہ سے ہوگا جو ایام ایکماہ کو شامل ہے اس صورت میں تخصیص یوم موت کہاں سے سمجھی جائے گی بلکہ سال کے ابتدائی مہینہ کے تمام ایام کی تخصیص نکلے گی فافہم۔ اور نیز تین چار آدمیوں کے زیارت کرنے کو جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے عرس نہیں کہتے فافہم۔

پس شاہ صاحب کا حدیث راس حول والا فتوی جو ملا عبد الحکیم کے مقابلہ میں پیش کیا ہے اور اُن کے ایہام التزام کو بھی دفع کیا ہے ماؤل ہے یعنی محض الزاماً یہ روایت شاہ صاحب نے نقل کردی ہے نہ احتجاجاً کیونکہ شاہ صاحب اور اُن کے ہم طریقت ہر سال بطور یاد و ضبط کسی نہ کسی دن مقرر کر کے خصوصاً یوم تذکر موت کو بلا تعین یوم خاص بالدوام اور بلا التزام فعل کے عرس یعنی ایصال ثواب کیا کرتے تھے ملا عبد الحکیم پنجابی نے عرس کا نام سنکر عرس مروجہ جو تعین و التزام یوم موت ہی کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے سمجھکر التزام اور فرضیت کا اعتراض کر دیا تھا۔

اور محدث گنگوہی علیہ الرحمۃ فتاوی رشیدیہ حصہ اول م۳ میں فرماتے ہیں۔ طریقہ معینہ عرس کا طریقہ سنت کے خلاف ہے لہذا بدعت ہے اور بلا تعین کر دینا درست ہے۔ اور م۲ میں ہے۔ ایصال ثواب ہر روز درست اور موجب ثواب ہے کوئی تاریخ و وقت شرع سے موقت نہیں۔ روز ولادت اور روز وفات بھی درست ہے پس اگر کسی دن کو ضروری نہ جانے بلکہ مثل دیگر ایام کے جانے ایصال ثواب میں، اور کسی عوام کو بھی اس طرح کے ایصال ثواب میں ضرر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔ انتہی۔ پس بعض بزرگوں کا عرس کرنا ایسا ہی تھا نہ التزام اور تخصیص کے ساتھ، اور شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ نے بھی اسی بنا پر مستحسنات متأخرین فرمایا ہے ورنہ تخصیص یوم اور التزام فعل بالاتفاق بدعت ہے اور ایہام تخصیص للعوام بھی موجب کراہت ہے، شامی بحث لتعیین سورۃ اور فتح القدیر دیکھو۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ ماہ ربیع الاوّل میں حضور علیہ السلام کی مروجہ فاتحہ، اور محرم میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ بوجہ تعین بدعت سیئہ ہے اور گیارہویں ربیع الآخر کو بھی اس پر قیاس کرو۔

سوال ۔ پختن طعام در ایام ربیع الاول برائے خدا و رسانیدن ثواب آن بروح پر فتوح حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت امام حسین علیہ السلام در ایام محرم و دیگر آل اطہار سید مختار صحیح است یا نہ **جواب** ..... برائے این کار وقت و روز تعین نمودن و ماہے مقرر کردن بدعت است، آرے اگر وقتے بعمل آرند کہ دران ثواب زیادہ شود مثل ماہ رمضان کہ عمل بندۂ مومن بہ ہفتاد درجہ

ثواب زیادہ دارد مضائقہ نیست زیراکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بران ترغیب فرمودہ اند بقول حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضؓ وہر چیز کہ بران ترغیب صاحب شرع وتعین وقت نباشد آن فعل عبث است ومخالف سنّت سیّد الانام ومخالفت سنّت حرام است پس ہرگز روا نباشد واگر دلش خواہد مخفی خیرات کند در ہر روز یکہ باشد تا نمود نشود انتہیٰ - (فتاوی عزیزی ص۹۳)

اور یہ فتوی بعینہٖ گیارہویں ربیع الآخر میں بھی جاری ہے - فافہم - بلکہ تمام بدعاتِ مروجہ میں جاری ہے، قال مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رح اور مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رح اور صاحب اصول الصغار وصاحب جامع الرموز وابن حجر مکی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ خاص عاشورہ کے دن بوجہ تشبہ روافض خاص شہادت حسنین کا بیان کرنا ناجائز ہے اِلّا بازالۃ التشبہ بوجہ من الوجوہ اور یوم وفات اور یوم ولادت کو حزن اور سرور کا دن ٹہرانا اوہام شیعہ سے ہے -

اصول الصغار میں ہے سئل رضی اللہ عنہ عن ذکر مقتل الحسین فی یوم عاشوراء ایجوز ام لا، قال لا لان ذلک من شعار الروافض انتہیٰ اور اسی طرح جامع الرموز میں ہے الا بازالۃ التشبہ - اور بعینہٖ اسی طرح فتاوی رشیدیہ میں ہے - اور شاہ ولی اللہ صاحب رح قول جمیل میں لکھتے ہیں کہ کربلا اور وفات وغیرہ کے موسم میں بیان کرنا بھی آفات واعظین سے ہے، اور شاہ عبد العزیز صاحب رح تحفۂ اثنا عشریہ میں فرمایا ہے کہ یوم موت یا یوم ولادت کو حزن وسرور کا دن ٹھیرانا اوہام شیعہ سے ہے - انتہیٰ - اور ابن حجر مکیؒ صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں فمن ذکر ذلک الیوم مصابہ لاینبغی ان یشتغل الّا بالاسترجاع امتثالاً لامر..... ایاہ ان یشتغل ببدع الرفضۃ ونحوھم من الندب والنیاحۃ والحزن اذ لیس ذلک اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفاۃ رسول اللہ صلعم اولی بذلک واحری انتہیٰ - لہٰذا ہادی المضلّین اور نور العین وغیرہ میں جو کسی نے شاہ صاحب کا ایک خط لکھا ہے اور فتاوی عزیزیہ میں بھی مندرج کر دیا گیا ہے قابل حجت نہیں کہ شاہ صاحب سال بھر بالالتزام دو محفلیں کرتے تھے محرم کی دسویں تاریخ کو خاص شہادت کا بیان اور مرثیہ خوانی اور رونا اور ربیع الاول کی بارہ کو ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان پھر با حضر پڑھ کر پنج آیت پڑھکر تقسیم کر دیا جاتا تھا - شاہ صاحب کی ایسی حکایات بے بنیاد بہت مشہور ہیں - ان کی کتب کی تصریحات اور فتاوی معتبرہ کے صریح خلاف ہیں اور ان حکایات کے بطلان پر صریح دال -

احادیث میں بھی ہے اور فقہاء نے بھی تصریح کی ہے کہ تخصیص اور اصرار اور التزام اور مواظبت اور مداومت فعل مباح میں مکروہ ہے اور فعل مباح میں مواظبت بدعت ہے اور جہاں فعل مباح کے دوام میں تغیّر مشروع ہو یا عوام جہلاء کے سنت اعتقاد کر لینے کا توہم ہو تو بھی وہ فعل مکروہ ہو جائے گا۔ اتباع سنت جیسے فعل میں ہے ایسی ہی ترک میں بھی ہے۔

(۱) حدیث شریف میں ہے:۔ ان اللہ یحب ان یوتی رخصہ کما یحب ان یوتی عزائمہ (ازمظاہر حق ۱۵ص۲ وترجمۃ شیخ للمشکوۃ)۔
(۲) اور مسلم شریف میں حدیث ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاتختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم۔
(۳) بخاری میں ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صلوا قبل صلوۃ المغرب .... قال فی الثالثۃ لمن شاء کراھۃ ان یتخذہ الناس سنۃ (۴) قولہ علیہ السلام احب الاعمال مادیم علیہ الحدیث المراد من الدوام المواظبۃ العرفیۃ (یعنی لا المنطقیۃ) (کرمانی و قسطلانی شرح بخاری پارہ ۲۶) یعنی اس حدیث میں دوام منطقی مراد نہیں بلکہ استعمال اکثر مع ترک فی بعض الاحیان مراد ہے نہ اعمال پر اصرار کہ کبھی ترک ہی نہ ہو۔
(۱) شرح وقایہ میں ہے کرہ توقیت سورۃ بصلوۃ ای تعیین سورۃ لصلوۃ بحیث لایقرأ فیہا الا تلک السورۃ انتھے (۲ و۳) تاتارخانیہ اور عالمگیری میں ہے یکرہ للانسان ان یختص لنفسہ مکانا فی المسجد یصلے فیہ انتہی۔(۴ و۵ و۶ و۷ و۸) زاہدی اور عالمگیری بیان سجدات میں ہے ما یفعل عقیب الصلوۃ مکروہ لان الجھال یعتقدونھا سنۃ اوواجبۃ وکل مباح یودی الیہ فھومکروہ کذا فی الزاھدی۔ درمختار وکبیری اور شامی میں بھی انہی بعض افعال مباحہ کو بوجہ اعتقاد عوام مکروہ لکھا ہے بیان سجدات فی صلوۃ الرغائب دیکھو (۹) فتاوی شامی دفن میت میں ہے قد صرح بعض علمائنا وغیرھم بکراھۃ المصافحۃ المعتادۃ عقب الصلوۃ مع ان المصافحۃ سنۃ وما ذلک الا لکونھا لم توثر فی خصوص ھذا الموضع فالمواظبۃ علیہا فیہ توھم العوام بانھا سنۃ فیہ۔ انتہی۔
(۱۰ و۱۱) مجمع البحار اور قسطلانی میں تحت حدیث عبداللہ بن مسعود رض لایجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوتہ یری ان حقا علیہ ان لاینصرف الاعن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ متفق علیہ لکھا ہے استنبط منہ ان المندوب ینقلب

مکروھًا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ انتہی (۱۲ و ۱۳) طیبی اور مرقاۃ ص۱۲۰ ج ۲ میں اسی حدیث کے تحت میں لکھا ہے فیہ ان من اصرّ علیٰ مندوب وجعلہ عزمًا ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصرّ علیٰ بدعۃ او منکر انتہی۔
یعنی اس حدیث سے فقہاء نے یہ استنباط کیا ہے کہ بیشک امر مندوب مکروہ بنجاتا ہے جب کہ اسکے رتبہ سے بڑھ جانے کا خوف ہو اور یہ بھی استنباط کیا ہے کہ جس شخص نے کسی امر مندوب پر اصرار کیا اور اسکو مثل واجب قرار دے لیا اس طرح پر کہ رخصت پر عمل نکیا (یہی ہے واجب قرار دینا) اس سے شیطان نے گمراہی کا حصہ لے لیا۔ پس کیا حال ہے اس شخص کا جو کسی بدعت پر یا منکر پر اصرار کرے (۱۴) اور فتح القدیر میں تصریح ہے والحق ان الملاومۃ مکروہ مطلقًا سواء راٰہ حتمًا اولا۔ انتہی (۱۵) اور بحر الرائق میں ہے لان ذکر اللہ اذا قصد بہ التخصیص بوقتٍ دون وقتٍ او بشئ دون شئ لم یکن مشروعًا مالم یرد بہ الشرع (نوٹ) وعظ چونکہ فرض ہے اور عقد مجلس وعظ بہ تعین یوم خصوصًا جمعہ، جمعرات، شنبہ وغیرہ شارع سے ثابت ہے اور قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں پایا جاتا ہے اور اس کے علاوہ جو شارع سے ثابت ہے اُس سے معارضہ کرنا جہالت ہے فتدبر (۱۶) تارک المستحب لایلام اصول کا کھلا مسئلہ ہے پس مباح اور مستحب کے تارکین کو ملامت کرنا یا قابل ملامت سمجھنا مستحب کو اس کے رتبہ سے بڑھا دینا ہے لہذا اسوجہ سے وہ بھی فعل مباح یا مستحب مکروہ ہو جائیگا۔

(نوٹ) اب حاصل کلام یہ ہے کہ تخصیص کم از کم ترجیح علی غیرہ پر تو یقینًا دلالت کرتی ہے اور شرعیات میں بجز شارع کوئی مرجح نہیں ہو سکتا اور کسی کو ترجیح کا منصب نہیں ہے پس بیشک شرعیات میں تخصیص غیر شارع ممنوع و مکروہ و بدعت و احداث فی الدین ہوگی اور بالفرض اگر اس کو ترجیح نہیں دیتا تو تخصیص کی کوئی وجہ ہی نہیں ورنہ کیا تخصیص اور التزام محض جنون سے ناشی ہوگا۔ ہاں اُمور دُنیاویہ عقلیہ میں مثلاً ایک شخص ایک ہی مکان کو بہ سبب اس کے کہ وہ زیادہ آرام دہ ہے یا ایک ہی لباس کو بہ سبب اس کے کہ وہ اُس کو بھلا معلوم ہوتا ہے یا ایک ہی غذا کو جو اس کو زیادہ مرغوب ہے استعمال کرتا ہے وغیر ذلک یہ تخصیص یا التزام ممنوعہ میں ہرگز داخل نہیں بلکہ مثلاً ایک شخص ایک زیادہ آرام دہ مکان کو کم آرام دہ مکان پر قابل ترجیح سمجھتا ہے اور اُس کا یہ ترجیح دینا عقلاً واقع کے مطابق ہے ہاں اگر اسکو شرعًا موجب زیادتی ثواب یا ضروری جانتا ہو یا عمل میں اصرار کرکے تارک پر ملامت کرتا ہے تو شرعیات میں داخل ہو کر تخصیص اور التزام کی فہرست

میں یہ بھی داخل ہوگا فتدبر۔ (۱۷) شیخ عبد الحق دہلوی ترجمہ مشکوۃ میں اوّل ہی حدیث انما الاعمال بالنیات کے تحت میں لکھتے ہیں۔ اتباع ہمچنانکہ در فعل واجب است در ترک نیز می باید پس آنکہ مواظبت نماید بر فعل آنچہ شارع نکردہ باشد مبتدع بود کذا قال المحدثون انتہی (۱۸) ملا علی قاری مرقاۃ میں اسی حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں والمتابعة کما تکون فی الفعل یکون فی الترک ایضاً فمن واظب علی فعل لم یفعلہ الشارع فھو مبتدع انتہی (۱۹) مواہب لطیفہ شرح مسند ابی حنیفہ تلفظ بالنیۃ کی بحث میں ہے والاتباع کما یکون فی الفعل یکون فی الترک فمن واظب علی ما لم یفعل الشارع صلی اللہ علیہ وسلم فھو مبتدع لشمول قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد انتہی۔ (۲۰) وصرح السید جمال الدین المحدث فی بحث النیۃ ترکہ صلی اللہ علیہ وسلم سنۃ کما ان فعلہ سنۃ انتہی (ایضاً فی مواہب لطیفہ) (۲۱) حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت والد مرحوم نے مکرر فرمایا ہے کہ سنن رواتب کے عمل میں اس قدر تاکید و تشدید کہ عوام جہال کے اذہان میں قریب فرض کے پہونچ گئیں نوعے از تحریف شریعت است (فتاوی عزیزی ص۱۱) (۲۲) اور بوجہ رسم پڑ جانے یعنی محض رسماً کسی فعل کو کرنے سے بھی مکروہ ہو جاتا ہے۔ دیکھو اہل میت کو اوّل روز طعام دینا مستحب تھا، اب بہ سبب رسم کے ممنوع ہو گیا۔ ابن ماجہ میں ہے قال ابو عبد اللہ فما زالت سنۃ حتی کان حدیثا فترک۔ انتہی۔

(نوٹ نمبر ۲) بطور یادداشت و ضبط مصلحت خود کسی دن کو مقرر کر سکتاہی لیکن اس دن کا التزام اور اصرار جائز نہیں اور تارک پر طعن نہیں کر سکتا بلکہ وہ خود بطور یادداشت و ضبط مصالح خود تقرر ایام میں تغیر و تبدل کرتا رہے گا کیونکہ مصالح کے بدلنے سے تقرر ایام کا تبدل ضروری ہے اور پھر اس تقرر میں ہر شخص کی مصالح مختلف ہونگی اور ہر ایک کا بطور یاد و ضبط تقرر ایام بھی مختلف ہوگا۔ ورنہ تمام دنیا کے لوگوں کی وہ کون سی مصلحت ہے جو تمام دنیا کو ایک ہی دن پر بطور یادداشت و ضبط کے تقرر پر مجبور کر رہی ہے۔ فتدبر حق التدبر۔

جو امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں وہ غیر مشروع و ناجائز ہے اکثر فقہاء نے عدم نقل کو حجت گردانا ہے۔ عدم نقل اور نقل عدم حکماً متحد ہیں۔

(۱) بخاری میں ہے عن عکرمۃ مولی ابن عباس قال ابن عباس والنظر السجع من الدعاء فاجتنبہ فانی عھدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ

لا یفعلون۔ انتہی۔ (۲) صحیح مسلم میں عمارہ بن رویبہ سے روایت ہے انہ رای بشر بن مروان علی المنبر رافعًا یدیہ فقال قبح اللہ ھاتین الیدین لقد رأیتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مایزید علی ان یقول بیدہ ھکذا واشار باصبعہ المسبحۃ انتہی۔ (۳) اور ترمذی میں ہے عن نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمر فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ قال ابن عمر وانا اقول الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ولیس ھٰذا علمنا رسول اللہ صلعم علمنا ان نقول الحمد للہ علی کل حال انتہی۔ اور ایک دوسری حدیث بابِ متصل میں سالم بن عبید سے روایت ہے عطس رجل فقال السلام علیکم الخ فقال اذا عطس احدکم فلیقل الحمد للہ رب العٰلمین۔ انتہی (۴) مسند امام احمد میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے یقول ان رفعکم ایدیکم بدعۃ مازاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا یعنی الی الصدر۔ انتہیٰ (۵) طوالع الانوار حاشیہ درمختار میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے انہ سمع قومًا اجتمعوا فی مسجد یھللون ویصلون علی النبی جہرًا فراح الیھم فقال ما عھدنا ذلک علی عھدہٖ صلی اللہ علیہ وسلم وما اراکم الا مبتدعین فما زال یذکر ذلک حتی اخرجھم من المسجد انتہیٰ وھکذا فی مجالس الابرار وفتاوی بزازیہ۔ (۶) امام نووی شرح مہذب میں لکھتے ہیں یروی ان علیا رض رای مؤذنا یثوّب فی العشاء فقال اخرجوا ھذا المبتدع من المسجد وعن ابن عمر مثلہ (از بحر الرائق بیان تثویب) (۷) مجمع البحرین میں ہے انّ رجلاً یوم العید اراد ان یصلی قبل صلوٰۃ العید فنھاہ علی رض فقال الرجل یا امیر المؤمنین انی اعلم ان اللہ تعالیٰ لا یعذب علی الصلوٰۃ فقال علی وانی اعلم ان اللہ تعالیٰ لا یثیب علی فعل حتی یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او یحث علیہ فیکون صلوٰتک عبثا والعبث حرام فلعلہ تعالیٰ یعذبک بہ لمخالفتک لرسولہٖ صلی اللہ علیہ وسلم انتہیٰ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان نے تمام بدعات کو یک لخت خاک میں ملا دیا۔ فاعتبروا یا اولی الاھواء (۸) ابن طاہر تذکرہ موضوعات میں لکھتے ہیں کان عبداللہ الانصاری لا یصوم رجبًا وینھیٰ عنہ ویقول لم یصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک شئ۔ انتہی۔ (۹) ہدایہ میں کتاب الصلوٰۃ فصل الاوقات التی یکرہ فیھا الصلوٰۃ میں ہے قال یکرہ ان یتنفل بعد طلوع الفجر باکثر من رکعتی الفجر لانہ علیہ السلام لم یزد علیھما مع حرصہ علی الصلوٰۃ انتہی۔ اور بابِ العید میں ہے لا یتنفل فی المصلی قبل العید لانہٗ

علیه السّلام لم یفعل مع حرصه علی الصّلوٰة انتہی اور صلوٰۃ الکسوف میں ہے لیس فی الکسوف خطبة لانه لم ینقل اور صلوٰة الاستسقاء میں ہے لایقلب القوم اردیتہم لانه لم ینقل انه صلی اللہ علیہ وسلم امرھم بذلك انتہی اور باب النوافل میں ہے وفی الجامع الصغیر لم ینقل الثمانی فی صلوٰة اللیل و دلیل الکراھة انه علیه السلام لم یزد علی ذلك ولولا الکراھة لزاد تعلیماً للجواز انتہی (۱۰) طوالع الانوار حاشیہ درمختار میں ہے رفع الصوت بالذکر بدعة یعنی یوم عید الفطر فیقتصر ای علی مورد الشرع فانه مکروہ عند العامة تحریماً علی الظاهر لتعلیلهم بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یفعله انتہی (۱۱) منیة المصلی میں ہے الزیادة علی الثمان مکروهة بالاجماع ای باجماع ابی حنیفة وصاحبیه وهذا القید انها تحریمیة کذا فی النهر الفائق وقال صاحب البدائع انه یکره لانه لم یرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی (۱۲) بحر الرائق میں ہے یکره ان یقال فی الاذان حیّ علی خیر العمل لانه لم یثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی (۱۳) سید شریف جرجانی شرح خلاصۂ کیدانی باب المحرمات میں لکھتے ہیں والزیادة فی التکبیر بان یقال اللہ اکبر الاعلی لانهٗ غیر منقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا من الصحابة انتہی (۱۴) تحفة الفقہاء میں ہے لایزید المجیب علی قوله ورحمة اللہ وبرکاته لانه لم یرو فیه الاثر انتہی (۱۵و۱۶) ابانی اور کفایہ شعبی باب الصوم میں ہے الامام اذا اتم التراویح بعشر تسلیمات وقام وشرع فی الحادی عشر علی ظن انها عاشر ثم علم انه زیادة فالواجب علیه وعلی القوم ان یفسدوا ثم یقضون وحدانًا لان الصحابة اجتمعوا علی هذا المقدار فالزیادة علیه محدث وکل محدث بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار الاتری انه لایجوز ان یصلی التراویح اربعًا اربعًا الخ ان المذهب عند ابی حنیفة الافضل فی صلوٰة اللیل ان یکون اربعًا لما ان الصحابة اجتمعوا علی الرکعتین وعمر رض هکذا فعل وکذلك علی بن ابی طالب رض وغیرهما هکذا صلوا التراویح فلایجوز لنا ان نخالفهم من العدد والموضوع ومن صلی وحده فی بیته او فی المسجد فانه یجوز له ان یصلی اربعًا اربعًا فامافی الجماعة فلایجوز الزیادة علی الرکعتین لاجل المخالفة انتہی (۱۷ تا ۲۱) فتاوی کبیری اور درمختار اور فتاوی عجیب اور فتاوی ابراہیم شاہی اور کنز العباد شرح اوراد میں ہے یکره الدعاء عند ختم القران فی شهر رمضان و عند ختم القران بجماعة لان هذا لم ینقل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا من الصحابة رضوان

اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین انتہیٰ (۲۲ تا ۲۴) محیط اور نصاب الاحتساب اور عالمگیری میں ہے قراءۃ الکافرون الی الاخر مع الجمع مکروھۃ لانہا بدعۃ لم ینقل عن الصحابۃ والتابعین انتہیٰ۔ (۲۵ تا ۳۳) یکرہ المصافحۃ بعد الصلوۃ بکل حال لان الصحابۃ ما صافحوا انتہیٰ (ملتقط۔ ترشیح۔ ایضلح المطالب۔ تحکۃ الطالبین۔ وظائف العینی و خلاصۃ الفقہ از ناصری و کافی و حاشیہ مصابیح)۔ (۳۴ و ۳۵) جامع الروایات باب الجنائز میں ہے۔ در واقعات آوردہ کہ فاتحہ بعد مکتوبہ برائے مہمات وغیرہ مکروہ است زیرا کہ منقول از صحابہ و تابعین نیست، بدعتست۔ انتہیٰ۔ (۳۶) خزانۃ الروایہ میں ہے۔ درود فرستادن برگل کیوڑہ و چمپا نیامدہ پس نشاید انتہیٰ۔ (نوٹ) لہذا فاضل بریلوی کا یہ فرمانا کہ غایت یہ ہے کہ عدم ثبوت ہے نہ ثبوت عدم اور بے دلیل عدم ادعائے عدم محض تحکم و ستم انتہیٰ مردود ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اہل میت کے ہاں لوگوں کا اجتماع اور اہل میت کا اُن کے لئے کھانا تیار کرنا نوحہ جاہلیت میں داخل ہے اور فقہا نے تصریح فرمائی ہے کہ تیجا، دسواں، بیسواں چالیسواں، سہ ماہی، ششماہی، برسی وغیرہ جو تخصیص ایام مخصوص ایصال ثواب مروج ہے مکروہ اور بدعت ہے اور بلا تخصیص ایصال ثواب غایۃ حسن ہے۔

(۱) عن جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا نری الاجتماع الی اہل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ رواہ الامام احمد فی مسندہ وابن ماجہ انتہیٰ حضرت جریر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم صحابہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہل میت کے ہاں لوگوں کا جمع ہونا اور اہل میت کا ان کے لئے کھانا تیار کرنا ہر دو کو نوحہ جاہلیت سے سمجھتے تھے، غرض اس حدیث میں دو چیزوں کو نوحہ جاہلیت میں فرمایا ہے ایک اہل میت کے ہاں برادری کا اجتماع (دفن میت کے بعد) خواہ کسی دن ہو، خواہ قبر پر ہو یا ان کے گھر، دوسرے اہل میت حاضرین مجمع کو کچھ کھانے کی قسم کھلائیں جیسے تیجے کے چنے کہ سب حاضرین غنی و فقیر کو تقسیم ہوتے ہیں۔ اوّل جز تکرار تعزیت کو بھی مشتمل ہے، اور غرض آخر قراءۃ قرآن و ایصال ثواب وغیرہ کیلئے اہل میت کے ہاں اجتماع برادری کو بھی، کیونکہ ممانعت اجتماع الی اہل المیت مطلق ہے (۲) فتح القدیر اور کبیری اور درمختار اور شامی میں ہے ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اہل المیت وھی بدعۃ مستقبحۃ لما روی الامام احمد وابن ماجہ باسناد صحیح الخ انتہیٰ (نوٹ) یہ مسئلہ دوسرے جز کی بنا پر ہے (۳) سفر السعادت میں ہے۔ عادت نبوی نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ برسر گور و نہ غیر آن و این

مجموعہ بدعتست انتہی (نوٹ) یہ مسئلہ باعتبار جز و اول ہے۔ دراصل پہلے جز کا ترجمہ ہے۔ اور اجتماع الی اہل میت کے اطلاق کو ظاہر کیا ہے۔ اور برائے میت سے مراد یہ ہے کہ خاص اہل میت کی خاطر میت کے ایصال ثواب کیلئے برادری کا اجتماع ہو پھر خواہ قبر پر ہو یا اہل میت کے کسی متعینہ جگہ پر ہو کیونکہ اس میں تکرار تعزیت اور خلاف حدیث لازم آتا ہے (۴) فتاوی جامع الروایات اور شرح منہاج علامہ نووی میں ہے الاجتماع على المقبرة فی الیوم الثالث وتقسیم الورد والعود واطعام الطعام فی الایام المخصوصۃ کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشہر السادس والسنۃ بدعۃ ممنوعۃ انتہی۔ شرح منہاج میں تین چیزوں کا ذکر ہے۔ تیسرے دن جمع ہونا قبر پر جو حدیث جریر میں مطلقا اجتماع الی اہل المیت کو منع فرمایا ہے اس کا فرد ہے جو اُن کے زمانہ میں رواج ہوگا جیسے ہمارے زمانہ میں تیسرے دن اجتماع الی اہل المیت ان کے گھر پر ہوتا ہے اور حدیث میں مطلق اجتماع الی اہل المیت کو خواہ کسی دن ہو خواہ قبر پر ہو یا غیر قبر پر نوحہ میں شمار فرمایا ہے۔ اور تقسیم ورد وعود اور گلاب اور کیوڑہ وغیرہ بوجہ میت کے جو یہ ایک مستقل رسم تھی رفع سوگ کیلئے حاضرین مجلس کو تقسیم کیجاتی تھی یہ بھی بدعت ہے خواہ کسی دن ہو قبر پر ہو یا گھر پر۔ اس بدعت کی اصل وہ ہے کہ حضرت ام حبیبہ کو جبکہ اُن کے والد ابو سفیان کی خبر موت پہونچی تو انہوں نے خوشبو کا استعمال کیا اور فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تین روز سے زیادہ کسی عورت مومنہ پر سوگ کرنا حلال نہیں مگر زوج پر دس روز چار ماہ تک سو اصل خوشبو کی یہ تھی۔ رفتہ رفتہ تقسیم تک نوبت پہنچی۔ اور بدعت ہوگئی کہ سب حاضرین برادری سوگی بن گئے۔ تیسری بدعت یہ ہے کہ ایام مخصوصہ میں بالتخصیص کھانا کھلانا جیسے تیجا، پانچواں۔ نواں۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں۔ ششماہی۔ برسی۔

(۵) فتاوی بزازیہ اور مستملی شرح منیۃ المصلی اور درمختار اور شامی میں ہے ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی المقابر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ بقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او قراءۃ سورۃ الانعام او الاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ وفیہا فی کتاب الاستحسان ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا۔ انتہی۔ اس میں چار مسئلہ ہیں اول تخصیص یوم یعنی پہلا اور تیجا اور آٹھواں میت کا کھانا تیار کرنا مکروہ ہے۔ دوسرے ایام مقررہ میں قبروں پر کھانا لیجا کر تقسیم کرنا اور کھلانا اور تیسرے اتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن۔ چوتھے صلحاء اور قراء کو ختم قرآن یا سورہ انعام

یا سورۂ اخلاص کے پڑھنے کیلئے جمع کرنا مکروہ اور بدعت ہے اور اتخاذ طعام عند قراءۃ القرآن کی کراہت کے یہ معنی ہیں کہ قاریوں کے کھانے کیلئے کھانا تیار کرنا مکروہ ہے اور اگر فقراء کیلئے تیار کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں حسن ہے (نوٹ) شارح منیہ کا اس کے بعد روایت جریر پر فیہ نظر کہنا خود منظور فیہ ہے چنانچہ رد المحتار نے بنقل روایت شرح منیہ قولہ لایخلو عن نظر لکھتا ہے اقول فیہ نظر فانہ واقعۃ حال لاعموم لہا مع احتمال سبب خاص بخلاف ما فی حدیث جریر علی انہ بحث فی المنقول فی مذھبنا ومذھب غیرنا کالشافعیۃ والحنابلۃ استدلالا بحدیث جریر المذکور علی الکراھۃ الخ الغرض شارح منیہ کا فیہ نظر خود منظور فیہ اور مخدوش ہو چکا فتدبر (۶) اور علامہ شامیؒ نے معراج سے لکھا ہے کہ یہ سب کام بطور ریا اور سمعہ کے ہوتے ہیں جیسے آجکل شاہد ہے لہذا ان افعال سے منع کیا جائے کیونکہ یہ لوجہ اللہ نہیں ہوتے واطال فی المعراج وقال وھذہ الافعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا لانھم لا یریدون بھا وجہ اللہ تعالیٰ انتھیٰ۔ (۷) شیخ کبیر علی متقی استاد شیخ عبد الوہاب متقی استاد شیخ عبد الحق دہلوی اپنے رسالہ رد بدعات تعزیت میں لکھتے ہیں: الاول الاجتماع للقراءۃ بالقرآن علی المیت بالتخصیص فی المقبرۃ او المسجد او البیت بدعۃ مذمومۃ لانہ لم ینقل من الصحابۃ رضی اللہ عنھم شیئا وفیہ ترک الاداب بالانواع وفی تخلیص السنن قال مؤلفہ علیہ الرحمۃ ان ھذا الاجتماع فی الیوم الثالث خصوصا لیس فیہ فرضیۃ ولا فیہ وجوب ولا فیہ سنۃ ولا فیہ استحباب ولا فیہ منفعۃ ولا فیہ مصلحۃ فی الدین بل فیہ طعن ومذمۃ وملامۃ علی السلف حیث لم یبینوا بل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث ترک حقوق المیت بل علی اللہ سبحانہ وتعالیٰ حیث لم یکمل الشریعۃ وقد قال اللہ تعالیٰ فی تکمیل الشریعۃ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا، وقد قال اللہ تعالیٰ وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ فیکون حراما لتضمنہ ھذہ القبائح وغیرھا کما سیاتی انتھی (۸) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مقالۃ الوصیت میں فرماتے ہیں دیگر از عادات شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتمہا و سیوم و چہلم و ششماہی و فاتحہ سالینہ و این ہمہ را در عرب اول وجود نبود مصلحت آن ست کہ غیر تعزیت وارثان میت تا سہ روز و اطعام ایشان یک شبانہ روز رسمے نباشد انتھی (۹) اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی جامع البرکات میں اور شیخ الاسلام کشف الخطاء میں لکھتے ہیں وآنکہ بعد از سالے

وششماہی یا چہل روز دریں دیار بزنند و درمیان برادران بخشش کنند آنرا بھاجی گویند چیزے داخل اعتبار نیست بہتر آنست کہ بخورند انتہی۔ (۱۰) قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ بعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم وبستم وچہلم وششماہی وبرسینی ہیچ نکنند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ از سہ روز ماتم کردن جائز نداشتہ اند۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:۔ واز کلمہ ودرود وختم قرآن واستغفار واز مال حلال صدقہ بفقراء باخفاء امداد فرمایند۔ انتہی۔ (۱۱) شیخ عبدالحق دہلوی شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں عادت نبوی نبود کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شوند وقرآن خوانند وختمات خوانند نہ بر سر گور ونہ غیر آن واین مجموع بدعت است ومکروہ نعم تعزیت اہل میت وتسلیہ وصبر فرمودن سنت ومستحب است اما این اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ بدعت است وحرام۔ انتہی۔

(نوٹ) اس میں تین امر مذکور ہیں اول اجتماع مخصوص روز سوم جو بحدیث جریر نوحہ جاہلیت میں داخل ہے یہ بدعت ہے۔ دوسرے ارتکاب تکلفات دیگر۔ تیسرے صرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ یہ دونوں حرام ہیں۔ (۱۲) ملا علی قاری مرقاۃ میں تحت حدیث لما جاء نعی جعفر قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اصنعوا لآل جعفر طعاما الخ فرماتے ہیں۔ واصطناع اہل البیت له لاجل اجتماع الناس علیہ بدعۃ مکروھۃ بل صح عن جریر رضی اللہ عنہ کنا نعدہ من النیاحۃ وھو ظاہر فی التحریم قال الغزالی ویکرہ الاکل منہ قلت ھذا اذا لم یکن من مال الیتیم او الغائب والا فھو حرام بلا خلاف انتہی۔ (۱۳) نوادر الفتاوی میں ہے:۔

اجابت کردن طعامیکہ از بہر مردہ ساختہ باشند مکروہ است سہ روزہ وہفتہ وماہیانہ وسالیانہ وآن طعام مر علما وفضلاء را مکروہ است قال علیہ السلام طعام المیت یمیت القلب وطعام المریض یمرض القلب ودر نوادر ہشام آمدہ کہ مکروہ ہست اجابت کردن طعامیکہ بجہت روح مردہ کردہ باشند انتہی۔ (نوٹ) طعام المیت الخ یہ حدیث نہیں معلوم ہوتی۔ شاید مشائخ صوفیہ کا قول ہو ورنہ یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں مذکور نہیں ہے واللہ اعلم بہر حال اس فتاوی سے معلوم ہوا کہ جو طعام مردے کیواسطے رسماً بکایا جاتا ہے تیجے اور ہفتہ اور ماہیانہ اور برسی کو اس کی اجابت مکروہ ہے کیونکہ وہ طعام مکروہ ہے کہ روایت جریر میں اسکو نیاحت کہا ہے اگرچہ اس کی اجابت سبکو مکروہ ہے مگر علما وفضلاء کو خصوصاً مکروہ ہے (۱۴) اور مولانا عبدالحی لکھنوی اپنے مجموعہ فتاوی میں بحوالہ فتح العزیز ونصاب الاحتساب لکھتے ہیں۔ مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص واورا ضروری

انگاشتن در شریعت محمدیہ ثابت نیست صاحب نصاب الاحتساب آنرا مکروہ نوشتہ رسم و راہ تخصیص بگذارند و ہر روزیکہ خواہند ثواب بروح میت رسانند الخ (۱۵) نصاب الاحتساب میں ہے ان ختم القران جهرًا بالجماعة ويسمى بالفارسية سیپارہ خواندن مکروہ انتہی۔ کیونکہ اسمیں آوازیں لڑتی ہیں جو مخل سمع قرآن ہے۔ اکثر اسی طرح مروّج ہے جو صاحب نصاب کے نزدیک مکروہ ہے۔ **بعض** نے تیسرے دن کی تخصیص میں یہ عذر لنگ پیش کیا ہے کہ مردہ زمانہ قرب موت میں ضغطہ قبر و توحش و سوال نکیرین کیوجہ سے ثواب کا محتاج تر ہوتا ہے اسی وجہ سے تیسرا دن متعین کو لیا جاتا ہے **جواب** سبحان اللہ اس کی رُو سے تو مرنے کے بعد ہی پہلا دوسرا دن زیادہ مناسب تھا جب بیچارے کی خوب مرمت ہو چکی اب ہوش آیا۔ **اور بعض** نے کہا کہ تین دن تعزیت کے ہیں اس لئے تیسرا دن مقرر کر لیا تاکہ تعزیت کیلئے آنیوالے سب مل کر ایصال ثواب میں شریک ہو جائیں **جواب** جناب من یہ صرف رسم کی وجہ سے جمع ہوتے ہیں ورنہ اس وجہ کی رُو سے مرنے کے بعد ہی سے برابر تینوں دن ثواب پہونچانا چاہیئے۔ تخصیص سوم کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ کوئی تعزیت کیلئے پہلے دن آئیگا، کوئی دوسرے دن، کوئی تیسرے دن، کوئی کسی وقت کوئی کسی وقت، کیونکہ ایک دفعہ تعزیت کے بعد دوبارہ تعزیت جائز نہیں (درمختار) اور جو لوگ کفنانے دفنانے کیوقت موجود تھے اور جو نماز جنازہ میں شریک ہوئے تھے ان کی تعزیت ختم ہو گئی وہ دوبارہ کیسے آسکتے ہیں۔ **اور نیز** تیجا۔ دسواں، بیسواں و چہلم، سہ ماہی، ششماہی۔ برسی اور طریق ایصال کی جملہ تخصیصات بنا بر تحریر مولانا عبید اللہ نو مسلم مرحوم مصنف تحفۃ الہند اہل ہنود کی مذہبی رسمیں ہیں اور حدیث شریف میں ہے **ابغض الناس الی اللہ مبتغ فی الاسلام سنة الجاهلية** (مشکوٰۃ کتاب الاعتصام) اسی لئے یہ سب رسوم اب بھی دیگر ممالک اسلامیہ میں رائج نہیں۔ ورنہ تمام مسلمانان ہند کی کونسی ایسی مصلحت دینی یا دنیاوی ہے جو سبکو انہی ایام مخصوص میں ایصال ثواب پر مجبور کرتی ہے اور متفقہ طور پر سبکو انہی ایام میں وہ مصلحت پیش بھی آتی ہے۔ فتفکر۔ **ہاں** یہ مصلحت ضرور ہے کہ سال بھر ثواب پہنچائیں یا علی الخصوص ایک چلّہ تک کہ تبدل حالت سے پہلے بہت نافع ہے۔ بیشک یہ بدیہی ہے کہ مرنے کے بعد ایکسال تک علی العموم اور ایک چلّہ تک علی الخصوص انسان کا بہت کچھ تعلق اس جانب رہتا ہے ایصال ثواب کا زیادہ منتظر ہوتا ہے اور ایسا ہی زندوں کا بھی حال ہے کہ زمانہ قرب موت اقارب میں زیادہ تعلق ہوتا ہے۔ ایصال ثواب کی قدر زیادہ کوشش کرتے ہیں ایک چلّہ تک علی الخصوص اور ایکسال تک علی العموم

لیکن اس سے تخصیص سوم چہلم یا سال ثابت نہیں ہو سکتی۔ بنیہما یون بعید جیسے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ تفسیر پارہ عم والقمر اذا اتسق کی تفسیر میں لکھتے ہیں بطور خلاصہ اُن کے الفاظ بعینہ نقل کرتا ہوں۔ اوّل حالتے کہ بمجرد جُدا شدن رُوح از بدن خواہد شد فی الجملہ اثر حیات سابقہ و اُلفت تعلق بدن و دیگر معروفان از ابنار جنس خود باقی است و آن وقت گویا برزخ است کہ چیزے ازان طرف و چیزے ازین طرف مدد زندگان بمردگان درین حالت زود تر میرسد و مردگان منتظر لحوق مدد ازین طرف می باشند صدقات و ادعیہ و فاتحہ درین وقت بسیار بکار او می آید و ازین ست کہ طوائف بنی آدم تا یکسال و علی الخصوص تا یک چلہ بعد موت درین نوع امداد کوشش تمام می نمایند انتہی۔

دراصل اہل بدعات کا عقیدہ اور عمل احادیث موضوعہ پر ہے لعن اللہ علی واضعہا، اہل علم سب یقینی جانتے ہیں کہ یہ حدیثیں گھڑی ہوئی ہیں مگر چونکہ موضوع حدیث پر عقیدہ اور عمل حرام ہے اور اس کا بیان کرنا بغیر جتلانے وضع کے بھی حرام ہے لہذا اُن کے اہل علم اور طرح سے ان تخصیصات کی وجوہ ظاہر ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر کم علم اور بے علم بدستور ان موضوعات پر عمل اور عقیدہ رکھتے ہیں

مسائل ضروریہ خلاصہ مسائل حنیفیہ ص۹۲ مصنفہ مولوی امداد حسین صاحب دہلوی میں ہے:۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بروح حمزہ رضی اللہ عنہ در طعام شام سوم روزہ دہم روزہ و چہلم روز وششماہانہ و سالیانہ دادہ است و صحابہ نیز ہمچنیں کردہ

ہر کہ منکر ازین باشد پس او رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم و اجماع صحابہ را منکر شدہ باشد۔ انتہی از کنز فارسی۔ اور سرجی مولوی عبدالسمیع صاحب نے بھی انوار ساطعہ ص۱۴۲ میں یہی حدیث موضوع بحوالہ حاشیہ خزانۃ الروایات از مجموع الروایات نقل کی ہے۔ اور دبی زبان سے کہہ گئے۔ اگر یہ حدیث کسی قدر قابل اعتماد ہے تو یہ رسمیں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہو گئیں۔ انتہی۔ اور انوار ساطعہ ص۱۴۱ میں دقائق الاخبار سے حدیث نقل ہے اذا مات المؤمن یدور روحہ حول دارہ شہرًا وینظر الی ما خلفہ من مالہ کیف یقسم مالہ وکیف یؤدّی دینہ فاذا تم شہرًا ینظر الی جسدہ ویدور حول قبرہ سنۃ فینظر من یدعو لہ ومن یحزن علیہ فاذا تمت سنۃ رفعت روحہ الی حیث یجتمع فی الارواح الی یوم ینفخ فی الصور۔ انتہی (نوٹ) الغرض فاضل بریلوی نے باوجود کحاطب اللیل ہونے کے ان موضوعات سے تمسک نہیں کیا۔ مگر عرف اور عادت کو واسطہ ڈال کر انہی موضوعات پر عمل کرنے کی تائید خوب کی ہے فالی اللہ المشتکی۔

یہ تخصیص جمعرات اور عیدین اور شب برات اور عشرہ محرم کی فاتحہ بھی بدعت اور ان ایام میں ارواح کا اپنے اقارب کے گھر آنا بالکل غلط، اور اس کے ثبوت میں جو حدیثیں بیان کیجاتی ہیں وہ سب مجہول الاسناد اور غیر موثوق اور بے سند ہیں اور انکا مضمون خلاف قواعد شرعیہ اور معارض احادیث صحاح کے ہی جو اُن کے موضوع ہونے پر دال ہے لیکن افسوس اہل بدعت کیلئے وہ سب قابل حجت و موجب عقیدہ ہو گئیں۔

(۱) دستور القضاۃ میں ہے:۔ من الفتاوی النسفیۃ ان ارواح المؤمنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتہم ثم ینادی کل واحد منہم بصوت حزین یا اہلی و اولادی واقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی غربتنا قد کان ہذا المال الذی فی اید یکم فی اید ینا فیرجعون منہم باکیا حزینا ثم ینادی کل واحد منہم بصوت حزین اللہم قنطہم من الرحمۃ کما قنطونا من الدعاء والصدقۃ انتہی۔ (منقول از انوار ساطعہ ص۹۷ و اتیان الارواح للفاضل البریلوی ص۵) (۲) اور خزانۃ الروایات میں ابن عباس سے ہی: یقول اذا کان یوم عید او یوم جمعۃ او یوم عاشوراء او لیلۃ نصف من شعبان تاتی ارواح الاموات ویقومون علی ابواب بیوتہم فیقولون ہل من احد یذکرنا ہل من احد یترحم علینا ہل من احد یذکر غربتنا یا من سکنتم بیوتنا ویا من سعدتم بما شقینا ویا من اقمتم فی اوسع قصورنا ونحن فی ضیق قبورنا ویا من استذللتم ایتامنا ویا من نکحتم نسائنا ہل من احد یتفکر فی غربتنا وفقرنا کتبنا مطویۃ وکتبکم منشورۃ۔ انتہی (منقول از انوار ساطعہ ص۹۷ و اتیان الارواح ص۵) اور شیخ الاسلام نے کشف الغطا میں حدیث اول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در شرح الصدور احادیث شتی در اکثر ازین اوقات آوردہ اگرچہ اکثرے خالی از ضعف نیست۔ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ باب زیارۃ القبور میں صرف یہ لکھا ہے: در بعض روایات آمدہ است الخ اور خزانۃ الروایات میں لکھا ہے کہ بعض علماء سے یہ روایت ہے کہ روحیں شب جمعہ کو چھوڑی جاتی ہیں الخ کذا فی اتیان الارواح للفاضل البریلوی) پس شیخ دہلوی اور خزانۃ الروایات سے تو معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث نبوی نہیں بلکہ بعض علماء سے روایت ہے۔ اور شیخ الاسلام کی کلام اس مقام میں باین نہج کہ اکثرے خالی از ضعف نیست اس روایت کی تضعیف پر تو دلیل صریح ہی ورنہ اس کلام کا اس مقام پر کچھ مفاد نہ ہو گا۔

اب سنو! کہ اول تو ان روایات کی توثیق خود کتاب والوں نے نہیں کی کہ اُن کے نزدیک یہ روایات صحیح ہیں یا نہیں اور بدون توثیق کے نفس نقل سے تصحیح نہیں ہوتی پھر دوسرے اُنکی سند ندارد جس پر اجتماع ہو۔ تیسرے شیخ نے تو فقط یہ لفظ کہا کہ در بعض روایات آمدہ نہ معلوم کہ وہ مرفوع ہے یا کسی عالم کا قول ہے اور خزانہ بعض علما ہی سے نقل کرتا ہے نہ معلوم کون ہیں اور کیسے ہیں اور بظاہر قول کسی عالم کا ہے۔ اور دستور القضاۃ میں فتاوی نسفیہ سے نقل ہے نہ رفع نہ توثیق نہ سند اور نہ یہ معلوم کہ کس کا قول ہے بھلا ایسی روایتیں تو ضعیف حدیث بھی نہیں کہی جا سکتیں۔ اس کے علاوہ قواعد شرعیہ کے خلاف اور احادیث صحاح کے معارض ہیں۔

(۱) اول باتفاق اُمت ورثا پر ایصال ثواب کا حق واجب نہیں بلکہ یہ مستحب اور احسان محض ہے کسی ایک عالم نے بھی نہیں کہا کہ زندہ پر مردہ کا حق واجب ہے۔ یا حق تعالیٰ نے ایصال کو واجب کیا ہے اگر کسی نے احسان کیا تو مستوجب ثواب ہے اور نہ کیا تو قابل ملامت نہیں۔ لہذا ان ایام میں اگر زندہ نے مردوں کو ایصال ثواب نہ کیا تو شرعاً اُس نے کوئی ظلم مردے پر نہیں کیا، ہاں احسان بھی نہیں کیا تو احسان نہ کرنے پر سخت بددعا کرنا کہ اے اللہ ان کو اپنی رحمت سے محروم کر شرعاً کس قدر ظلم اور صریح حرام ہے اور قابل سزا اور سرزنش کے ہے۔ پس مسلمان مردہ باوجودیکہ ظلمت نفس اور شیطان سے چھوٹ گیا اس کو برزخ میں سب خیر و شر کی حقیقت واضح ہو گئی، کیا اب بھی وہ معصیت اور ارتکاب منکرات میں گرفتار ہے کہ دیدہ دانستہ ناحق سخت بددعا کرتا ہے، کیا حق کے کھلنے اور آخرت کے منکشف ہو جانے کے بعد اب بھی کسب معاصی میں گرفتار اور شر نفس میں مبتلا ہے معاذ اللہ۔ پس ان سے مشاہدہ کے بعد حق تعالیٰ کی نافرمانی ممکن نہیں لہذا یہ روایت قطعاً متہم ہے

(۲) دوسرے مومن کی قبر میں مدّ بصر تک کشادگی کیجاتی ہے اور نور ہوتا ہے اور جنت کی خوشبوئیں آتی ہیں یہ سب احادیث صحیحہ میں موجود ہے اور دنیا کے گھروں کی اس کے مقابلہ میں کیا حقیقت، لیکن باوجود اس کے ارواح کا یہ کہنا کہ تم کھلے کشادہ گھروں میں اور ہم تنگ قبروں میں ہیں، صریح خلاف احادیث صحیحہ کے ہے۔ (۳) تیسرے صحیح حدیث میں ہے کہ مومن کو حکم ہوتا ہے نم کنومة العروس اور اس روایت میں کربت کا رونا ذکر ہے۔ (۴) چوتھے اعمال صالح اور روح جنت سے اُنس مومن کا صحاح میں مذکور ہے اور اس میں غربت اور وحشت کا اظہار ہے۔

(۵) پانچویں ارواح کا دنیا میں اپنے اقارب کے گھر آنا احادیث صحیحہ کے خلاف ہے کیونکہ مشکوۃ میں نسائی سے اور احمد سے منقول ہے کہ جب میت کی رُوح برزخ میں جاتی ہے تو ارواح جمع ہو کر اپنے

اقارب کا حال پوچھتے ہیں تو وہ جو پہلے مرچکا تھا اس کو کہتا ہے کہ وہ مجھ سے پہلے مرچکا تھا۔الخ۔
اگر ہر ہفتہ ارواح اپنے گھر جاتی ہیں تو ان کو استفسار کی کیا حاجت تھی۔اپنی آنکھ سے تو سب حال
دیکھ دیکھ کر آتی ہیں۔یوم جمعہ میں بیشک صدقہ کا استحباب وارد ہوا مگر شب جمعہ یا یوم جمعہ میں ایصال
ثواب کا استحباب کسی روایت معتبرہ میں وارد نہیں ہے۔(۶) حدیث بخاری میں ہے کہ جس کو جنت
مل گئی اگر دنیا ومافیہا اس کو دیویں تو دنیا میں آنا قبول نکرے مگر شہید دوبارہ فی سبیل اللہ جان دینے
کو آنا چاہتا ہے اور ارواح جنتی کے واسطے دریچہ جنت کھلا ہوا ہے روح وریحان برابر چلا آتا ہے
اور حبور وسرور اور نم کنومۃ العروس اور سیر جنت اُن کو حاصل ہے تو پھر بہشتی روح بہشت کو چھوڑ کر
دنیا دار الکدار میں ایک منٹ کے لئے آنا بھی پسند نکرے گی اور اگر دوزخی رُوح ہے تو ملائکہ عذاب سے
اور عذاب مسلط قبر سے کس طرح نکل سکتی ہے۔لہذا ارواح کے آنے میں بہت تأمل ہے۔
(۷) یہ اعتقادیات میں داخل ہے کہ ارواح ان ایام مقررہ میں عالم برزخ اور سیر جنت اور حبور وسرور
چھوڑ کر جو قطعیات سے ثابت ہے اپنے اپنے گھروں کو آتی ہیں اور اعتقادیات میں قطعیات کا
اعتبار ہوتا ہے نہ ظنیات صحاح کا چہ جائیکہ ضعاف اور موضوعات کا۔اور جو فاضل بریلوی نے
اپنے فضل کے جوش میں اتیان الارواح میں لکھا ہے کہ یہ مسئلہ عقائد کا نہیں ہے صریح تحکم ہے
کما ہو ظاہر۔اور فاضل بریلوی کا بیان عن سلمان قال ان ارواح المؤمنین فی برزخ من
الارض تذہب حیث شاءت بین السماء والارض یا ان ارواح المؤمنین مرسلۃ
تذھب حیث شاءت اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں ابن ابی الدنیا
از مالک روایت کرد کہ ارواح ہر جا کہ خواہند میروند الخ وغیر ذلک دنیا میں آنے کے ثبوت میں انکے
فضل کے خلاف ہے کیونکہ ان روایات سے ارواح کا برزخ کے زمین وآسمان میں چلنا پھرنا ثابت
ہے کہ جہاں چاہیں سیر کریں کیونکہ برزخ کا بھی زمین وآسمان ہے نہ دنیا میں۔اور اکثر کاملین نے
جو ارواح اولیا کو چلتے پھرتے دیکھا ہے ان کو اس دنیا میں نہیں دیکھا ہے بلکہ عالم برزخ میں دیکھتے
ہیں ان کی نظر کبھی کبھی عالم برزخ میں پڑتی ہے فافہم (۸) جب یہ طبقہ رابعہ کی سند احادیث پر
عقیدہ اور عمل جائز نہیں جیسا کہ عجالہ نافعہ سے مذکور ہو چکا اور کسی عمل کے جواز پر ان سے تمسک
جائز نہیں تو یہ بے سند حدیثیں جن کا حدیث ہونا بھی معلوم نہیں مثبت عمل کیسے ہو سکتی ہیں
اور حدیث ضعیف بھی مثبت عمل نہیں ہو سکتی بلکہ فضائل اعمال میں معتبر ہے یعنی عمل جو احادیث
صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے اسکی فضیلت میں اگر کوئی ضعیف حدیث آجائے تو معتبر ہے کہ عمل ثابت شدہ

کی فضیلت ہے جس میں کوئی سند ثقہ نہیں۔ کسی عمل کو ثابت نہیں کر سکتی۔ فافہم۔

فاتحہ مروجہ یعنی ایصال ثواب میں التزاماً کھانا روبرو رکھنا اور اس پر خاص سورۂ فاتحہ و قل و درود بطور ایصال ثواب پڑھنا متعین اور لازم ہوا اور تارکین کو مستحق ملامت سمجھا جائے ناجائز اور بدعت ہے۔	واضح ہو کہ اہل بدعت نے فاتحہ مروجہ میں اس قدر تعدی کی ہے کہ سنت تک ثابت کرنے میں کوشش کی۔ اس کے اثبات میں حدیثیں گھڑیں

چنانچہ مسائل ضروریہ خلاصہ مسائل حنفیہ ص۹۳ میں ہے۔ اور فتاوی آذر جندی (ایک فرضی کتاب ہے) میں ملا علی قاری یہ حدیث لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوا تو ایک اعرابی تیسرے روز کچھ کھجوریں اور جو کی روٹی اور اونٹنی کا دودھ لایا تو حضرت صلعم نے اس کو سامنے رکھکر پانچ آیتیں پڑھیں اور تین بار سورۂ اخلاص اور سورۂ فاتحہ پڑھکر ہاتھ اٹھا کر فرمایا کہ اس کا ثواب میرے بیٹے ابراہیم کو پہونچا اور ہاتھوں کو منہ پر ملا۔ اور ابوذر غفاری سے فرمایا کہ اس کو تقسیم کردو پس وہ تقسیم کیا گیا صحابہ میں اور سبنے اس کو کھایا۔ لعن اللہ علیٰ واضعہا۔ اور صاحب انوار ساطعہ ص۴۲، و۵۰، میں مشکوۃ کتاب المعجزات سے بے محل وہ حدیثیں لکھیں جنمیں حضور نے زیادتی طعام کے لئے دعاء برکت فرمائی تھی۔ اور فاضل بریلوی نے بھی ان تخصیصات کو عادی و عرفی و مصلحتی کی آڑ میں جائز قرار دیکر اس گھڑی ہوئی حدیث پر عمل کرنے کی تائید فرمائی ہے۔ افسوس، موضوع حدیث پر عمل کرنا اور عمل کرانا بالاتفاق حرام ہے اور فاضل بریلوی نے خواہ مخواہ شرعی اور عادی کی بحث لگائی ہے۔ پس تشقیق ہی کو اپنا کمال سمجھ لیا ہے۔ واعجبا۔ بالفرض اگر عوام جہلہ کے خیالات کی یہ ترجمانی صحیح ہے تو براہ مہربانی ذرا عوام کو یہ سمجھا کر تجربہ کر لیجیئے کہ یادداشت اور ضبط اوقات کے لئے ہر ہر شخص بغیر التزام اور اصرار کے بطور خود اپنے لئے کوئی اور تاریخیں اور مہینے اور دیگر طریقے اختیار کر لیں اور تخصیص اسمی کو یک لخت ترک کرا دیا جائے تاکہ ایصال ثواب سے بھی غفلت نہو اور یہ رسوم دنیا و یہ محضہ بھی مٹ جاویں۔ انتھی

(۱) فتاوی سمرقندیہ میں ہے قراءۃ الفاتحۃ والاخلاص والکافرون علی الطعام بدعۃ

(۲) شرح کبیری میں ہے ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ یعنی میت کے لئے کھانا تیار کرنا ایصال قراءۃ قرآن کے وقت اُن کے کھانے کیلئے مکروہ ہے یعنی اتخاذ طعام للمیت لاجل القراءۃ اور قراءۃ قران للمیت دونوں کو جمع کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں جیسے قرآن کی بے ادبی ہے اسی طرح آداب طعام کے بھی خلاف ہے کہ لاصلوۃ بحضرۃ الطعام الحدیث

اکرموا الخبز الحدیث حضور کے پاس جب روٹی آتی تھی تو سالن کا بھی انتظار نہ کرتے تھے الحدیث
هذا کله مستفاد من انوار ساطعہ ص۲۴ لکن من خلافه۔

(۳) حضرت مولانا شاہ عبد العزیز سے کسی نے سوال کیا۔ سوال کسے کلام اللہ یا آیت کلام مجید را بر طعام خواند چہ حکم است شخصے میگوید کہ کلام اللہ بر طعام آنچنان است کہ کسے در جائے ضرور بخواند نعوذ باللہ منہا۔ جواب باین طور گفتن روا نیست بلکہ سوء ادبی است اگر این چنین گفت کہ در ہمچوں اینجا خواندن سوء ادبی است مضائقہ ندارد و آن ہم وقتی است کہ بطریق وعظ و پند نخواند و اما بطور وعظ و پند و منع از شرک و بدعت خواندن در ہر جا رواست بلکہ برائے رد بدعت گاہ واجب می شود (فتاوی عزیزی ص۹۲) اس فتوی سے معلوم ہوا کہ کھانے کے اوپر کلام مجید یا آیت کلام مجید کو پڑھنا بے ادبی ہے۔

(۴) اور نیز تفسیر ما اہل بہ میں شاہ صاحب نے صاف فرما دیا ہے کہ عوام کے نزدیک یہ طریق ایصال کا متعین ہے۔ پسترش آن ست کہ نزد عوام طریق ذبح جانور ہر گونہ کہ مقرر ست متعین است برائے رسانیدن جان جانور برائے ہر کسے کہ منظور باشد چنانچہ فاتحہ و قل و درود خواندن طریق متعین است برائے رسانیدن ماکولات و مشروبات بارواح الخ پس جب شاہ صاحب کے نزدیک عوام جہلا کا یہ فعل بوجہ تعیین طریقہ خاص مذموم ٹہرا تو سوالات عشرہ کا نواں جواب اس صورت میں ہے کہ جب تخصیص اور التزام نہ ہو یا یوں جواب میں کچھ تسامح یا تصرف ہو گیا ہے کہ فی نفسہ جائز ہے کی جگہ متبرک لکھا گیا جیسا کہ اس سے پہلے سوال کے جواب میں ہے کہ فاتحہ و درود خواندن فی نفسہ درست است لیکن درین قسم نوعے بے ادبی می شود زیرا کہ نجاست معنوی دارد فاتحہ و درود جائے باید خواند کہ پاک باشد از نجاست ظاہری و باطنی (ملخصًا) اس طریقہ متعینہ میں نجاست باطنی ظاہر ہے ورنہ ان تصریحات اور صحیح حدیث الصدقة اوساخ الناس کے بالکل مخالف ہے جبکہ صدقات لوگوں کے میل کچیل ہیں یہاں تک کہ آل رسول کو اسی وجہ سے دینا اور لینا جائز نہیں تو صدقات متبرک کیسے ہو جائیں گے۔ زکوۃ مفروضہ تک تو وسخ ہے فتدبر حق التدبر۔ الغرض اہل حق تخصیص اور التزام کو منع کرتے ہیں ورنہ ایصال ثواب میں کسی کو کلام نہیں خود علامہ شہید رح صراط مستقیم میں لکھتے ہیں :۔ نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ این معنی بہتر و افضل است غرض آنست کہ مقید برسم نباشد بے تعیین تاریخ و روز و جنس و قسم طعام ہر وقت و ہر قدر کہ موجب اجر جزیل بود بعمل آرد و ہر گاہ ایصال نفعے بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نگذارد اگر

میسر باشد بہتر است و الا صرف ثواب فاتحہ و اخلاص بہترین ثوابہا است در تعیین تاریخ در وز و قسم
و وضع طعام ضیق پیش می آید انسان را خواہ نخواہ انچہ کردن دشوارے بود سرانجام آن ضرر ور
مے افتد۔ انتہیٰ۔ اور فتاوی رشیدیہ حصہ اول ص۹۵ میں ہے :۔ ایصال ثواب بلا قید طعام
وایام کے مندوب ہے اور قید و تخصیص یوم کی اور تخصیص طعام کی بدعت ہے اگر تخصیص کے ساتھ
ایصال ثواب ہو تو طعام حرام نہیں ہوتا بلکہ اگر بخلوص نیت ہو، ریا اور محض رسم دنیوی مقصود نہ ہو
تو ثواب بھی پہونچتا ہے (براہین د ص۹) گو اس تخصیص کی وجہ سے معصیت ہوگی۔ انتہیٰ۔ اب اہل بدعت
نے طعام کے ایصال ثواب کو کلام اللہ پر موقوف کر دیا ہے اور یہی تخصیص و التزام بدعت ہے، ورنہ
اباحت فی نفسہ میں کلام نہ تھا۔ اور جب اس کے متعلق حدیث بھی گھڑی گئی اور افتراء علی الرسول
کیا گیا اور سنت رسول اللہ قرار دیا گیا تو بے شک اب واجب الترک ہے۔

(نوٹ) کہیں فاتحہ بر طعام خواندہ کا لفظ دیکھکر دھوکہ نہو کیونکہ مجاز متعارف کے طور پر یا عرف عام
کی وضع پر اس کے معنی مطلق طعام کے ایصال ثواب کے ہوتے ہیں نہ تخصیصات اور التزام اور
اعتقاد سنت کے ساتھ کہ اس کے خلاف کبھی نعل نہو اور مباح کو حد اباحت سے نکال دیا جائے۔ حضرت
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔ بقول حضرت امیر المومنین
علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر چیز کہ بر آن ترغیب صاحب شرع و تعین وقت نباشد آن فعل عبث است و
مخالف سنت سید الانام و مخالفت سنت حرام است پس ہرگز روا نباشد الخ (فتاوی عزیزی ص۹۲)
اور یہ حضرت علی کا اثر میں مجمع البحرین سے نقل کر چکا ہوں فلیتنبہ فانہ قمع لکل بدعۃ۔ فاضل بریلوی
الحجۃ الفائحۃ ص۱۶ میں خود مقر ہیں کہ وقت فاتحہ کھانے کا قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے
مگر ناجائز اور ناروا نہیں (ملخصاً) اور بقول علی رضی اللہ عنہ بیکار اور عبث حرام ہے دیکھو مجمع البحرین۔
اس سے زیادہ عبث اور لغو کیا ہوگا کہ مساکین کو دیکر ابھی ثواب اطعام حاصل نہیں کیا گیا لیکن اطعام کا
ثواب قبل حصول ہی بخش دیا جاتا ہے یا للعجب (نوٹ) فاضل بریلوی باین فضل اہل ہنود کی
طرح شاید یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ بذریعہ فاتحہ یہی کھانے مردے کو پہنچتے ہیں جنت میں انکو یہی دنیا
کے کھانے بھیجے جاتے ہیں چنانچہ انتقال سے دو گھنٹے پہلے وصیت فرماتے ہیں۔ فاتحہ میں ہفتہ میں
دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیجدیا کریں، دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو
مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ خواہ بکری کا، شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرینی، اُردکی پھریری دال مع ادرک
ولوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف انتہی

(وصایا شریفہ ص۹) سچ ہے سے ہرآن چیزے کہ باآن شغل داری ؛ بمرگ خویش آنرا یاد داری
شنیدستم یکے خیاط مردے ؛ بوقت مرگ سوزن یاد کردے۔

سوال:۔ اگر یہ تمام امور شریعت میں ثابت نہیں تو ان کی ممانعت بھی صراحتاً موجود نہیں بغیر ورود نہی جائز ناجائز کیسے بنجائیگا لہذا یہ امور مباح ہوں گے۔

جواب:۔ ان امور کا جائز اور مباح ہونا بدون قول اور فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بغیر ثبوت شرعی کہاں سے معلوم ہوگا کیونکہ اباحت شرعیہ بغیر حکم شارع کے ثابت نہیں ہوسکتی۔ مسلم الثبوت میں ہے الاباحة حکم شرعی لانه خطاب الشرع بالتخییر انتہی۔ بحرالرائق اور درمختار اور طحطاوی وطوالع الانوار حاشیہ درمختار میں ہے فلا یعرف اباحة المباح الا بقوله وفعله صلی اللہ علیہ وسلم انتہی۔ مولوی محمد مبین شرح سلم تعریف مباح میں لکھتے ہیں:۔ المباح ما اذن الشارع بالتخییر بین فعله وترکه انتہیٰ۔ تلویح حاشیہ توضیح میں ہے:۔ فان المباح ما اذن الشارع فی فعله وترکه من غیر رجحان انتہی۔ ملا نظام الدین شرح سلم میں لکھتے ہیں:۔ ان المباحة الاصلیة التی یقولون ههنا لیست من الاباحة الشرعیة فانها خطاب الشارع بالتخییر والاباحة الاصلیة لیست بخطاب ولذلك قالوا انها لیست بقابلة للنسخ فالافعال قبل ورود البعث مباحة باباحة اصلیة بمعنی لا حرج فی فعلها وترکها فان ارید بها اذن فیه فهذا حکم اٰخر انتہی۔ یعنی اباحت اصلیہ تو قبل بعثت زمانہ فترت میں تھی ہے اور حضور کی بعثت کے بعد اباحۃ شرعیہ ہے جو بغیر حکم اور فعل شارع کے ثابت نہیں ہوسکتی فتدبر

سوال۔ بدعت شرعیہ کی دو قسمیں ہیں۔ بدعۃ حسنہ اور بدعۃ سیئہ۔ ان اعمال کو بدعت حسنہ میں کیوں نہیں شمار کرتے کیونکہ حدیث میں آیا ہے فما راٰہ المسلمون حسنًا فهو عند اللّٰہ حسن الخ اور من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الخ

جواب۔ بدعت شرعیہ حسنہ نہیں ہوتی۔ بدعت سیئہ ہی کا نام بدعت ہے جس کو بغیر ثبوت شرع اور سند کے دین میں احداث واختراع کیا ہو۔ حدیث بخاری ومسلم من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو ردّ۔ اور من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد میں صاف ظاہر ہے اطلاقات شرعیہ میں اکثر بدعت سے یہی بدعت مراد لیتے ہیں۔ جامع صغیر کی شرح مناوی میں ہے ان البدعة غلبت علی مالم یشهد الشرع بحسنه انتہیٰ اور ابن اثیر جزری جامع الاصول میں لکھتے ہیں اکثر ما یستعمل البدعة عرفًا فی الذم انتہی۔ اور ذخیرۃ السالکین میں ہے

چند جا لفظ بدعت مطلق می آید مراد ازین غالباً قبیح است انتہی اور حدیث کل بدعۃ ضلالۃ
میں بظاہر یہی بدعت منصوص ہے اور جس کا وجود خارجی بعد کو ہوا لیکن اس کا ثبوت شرع
میں پایا گیا اور اس کے جواز کی دلیل شرع میں ہے خواہ صراحتاً ہو خواہ دلالتاً یا اشارۃً وہ
سنت میں داخل ہے بدعت شرعی ہرگز نہیں۔ اس کو باعتبار لغوی معنی کے بدعۃ حسنہ کہتے ہیں
اسی کی پانچ قسمیں کرتے ہیں۔ بدعت شرعیہ سُنّت کے مقابل اور مخالف سنت اور رافع سنت
ہوتی ہے اور بدعت حسنہ سنت کے موافق اور سنت میں داخل ہوتی ہے عن جابر قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت بالحنفیۃ السمحۃ ومن خالف سنتی فلیس منّی
سیّدا اور ابن ملک شرح مصابیح میں لکھتے ہیں کل مخالفۃ للسنۃ ضلالۃ انتہی ابن اثیر
جزری نہایہ میں لکھتے ہیں فما کان فی خلاف ما امر اللہ ورسولہ فھو فی حیز الذم والانکار
انتہی۔ (۱) فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے تحت حدیث شر الامور محدثاتھا المراد بھا
ما احدث ولیس لہ اصل فی الشرع یسمیٰ فی عرف الشرع بدعۃ وما کان لہ اصل یدل
علیہ الشرع فلیس ببدعۃ فالبدعۃ فی عرف الشرع مذمومۃ بخلاف اللغۃ فان کان
شئ احدث علی غیر مثال یسمی بدعۃ سواء کان محموداً او مذموماً وکذا القول فی
المحدثۃ وفی الامر المحدث قال الشافعی البدعۃ بدعتان محمودۃ ومذمومۃ فما وافق
السنۃ فھو محمود وما خالفھا فھو مذموم انتہی (۲) قاضی عیاض شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں
کل ما احدث بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھو بدعۃ والبدعۃ فعل لم یسبق الیہ فما
وافق اصلا من السنۃ او یقاس علیھا فھو محمود وما خالف اصول السنن فھو ضلالۃ انتہی
(۳) اور شیخ دہلوی ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں ہر چہ پیدا شدہ بعد از پیغمبر صلعم بدعتست
پس آنچہ موافق اصول و قواعد سنت اوست صلی اللہ علیہ وسلم و قیاس کردہ شدہ است براں آنرا
بدعت حسنہ گویند وآنچہ مخالف آن باشد بدعۃ ضلالہ خوانند انتہی۔ اور ما لیس منہ فھو ردٌ
الحدیث کی شرح میں ہے مراد چیزی است کہ مخالف و مغیر دین باشد انتہی۔ (۴) شرح اربعین
نووی لمعین بن صفی میں ہے والمراد بالبدعۃ ما احدث ومالا اصل لہ فی الشریعۃ یدل
علیہ واما ما کان لہ اصل فلیس ببدعۃ شرعاً وان کان بدعۃ لغۃ۔ انتہی۔ اور شرح
حدیث خامس میں لکھتے ہیں ثم اذا دریت ما تلوت علیک فاعلم ان الحدیث علی عمومہ ولا تخصیص
فی قولہ علیہ السلام کل بدعۃ ضلالۃ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم بیّن جمیع ما فیہ اصلاح الدین

والدنیا وما اھمل وعیّن ما ھو فیه فساد الدّین والدُّنیا وحذر وکیف لا وقد قال اللہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما ترکت من شئ یقربکم الی الجنة الّا وقد حدثتکم وما ترکت من شئ یبعدکم من النار الا وقد حدثتکم به ترکتکم علی البیضاء لیلھا کنھارلا یزیغ عنھا بعدی الا ھالك انتہی۔ اور اسی مقام میں یہ بھی لکھا ہے فان قلت قد اشتھر البدعة نوعان حسنه وسیئة فکیف کل بدعة ضلالة بلا تخصیص قلت المراد من البدعة فی الحدیث البدعة الشرعیة وھی عمل لیس له دلیل شرعی وکل ما فعله اوامره الشارع صلوات اللہ علیه فعله اولم یفعله وسواء قد فعل علی عھده اولم یکن علی عھده لانتفاء شرط الفعل اووجود مانعه امر ایجاب اواستحباب فھو لیس ببدعة شرعیة واشتھر ان البدعة نوعان بدعة لغویة وھی ما ابدع واخترع اعم من البدعة الشرعیة وقول عمرؓ فی التراویح نعم البدعة مراده بدعة لغویة الخ۔ (۵) فتاوی جامع الروایات میں لکھا ہے۔ در لضاب الفقہ می آرد ہر آنچہ کہ بدعت حسنہ مجتہدان قرار دادہ اند ہمان صحیح است و اگر کسے درین زمانہ چیزے بدعت حسنہ قرار دہد خلاف است زیراکہ در مصفی میگوید کہ کل بدعة ضلالة فی زماننا انتہی۔ (۶) مکتوبات حضرت شیخ مجدّد الف ثانی قدس سرّہ کہ بخواجہ عبدالرحمن مفتی کابلی صدور یافتہ مکتوب صد و ہشتاد و ششم ص۵۶ دفتر ۲ حصّہ ششم میں ہے از حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بتضرع وزاری والتجاء وافتقار وذل وانکسار در سر وجہار سئلت می نماید کہ ہرچہ در دین محدث شدہ است ومبتدع گشتہ کہ در زمان خیر البشر و خلفاء راشدین او نبودہ اگرچہ آنچیز در روشنی مثل فلق صبح بود این ضعیف را با جمعے کہ باو مستند اند گرفتار عمل آن محدث نگرداناد و مفتون حسن آن مبتدع نکناد بحرمۃ السیّد المختار و آلہ الابرار علیہ وعلیہم الصّلوۃ والسّلام گفتہ اند کہ بدعت بردو نوع است حسنہ وسیئہ حسنہ آن عمل نیک را گویند کہ بعد از زمان آنسرور و خلفاء راشدین علیہ وعلیہم من الصلوات اتمہا والتحیات اکملہا پیدا شدہ باشد و رفع سنت نماید و سیئہ آن کہ رافع سنت باشد این فقیر در ہیچ بدعتے ازین بدعتہا حسن و نورانیت مشاہدہ نمی کند وجز ظلمت وکدورت احساس نمے نماید اگر فرضاً عمل مبتدع را امروز بواسطہ ضعف بصارت بطراوت و نضارت بنیند فردا کہ حدید البصر گرداند کہ خسارت و ندامت نتیجہ نداشت۔ اور اسی مکتوب میں ہے وایضاً آنچہ از احادیث مفہوم میگردد آن ست کہ بدعت رافع سنت است تخصیص ببعض ندارد پس ہر بدعۃ رافع سنت بود

.... باید دانست کہ بعضے از بدعتہا کہ علماء و مشائخ آن را حسنہ دانستہ اند چون نیک ملاحظہ نمودہ می آید معلوم میشود کہ رافع سنت اند الخ .... فاما القیاس والاجتہاد فلیس من البدعۃ فی شیٔ فانہ مظہر معنے النصوص لا مثبت امر زائد فاعتبروا یا اولی الابصار والسلام علی من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفےٰ علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات انتہی

(۷) بحر الرائق درمختار کتب فقہ میں ہے البدعۃ ما احدث علی خلاف الحق المتلقیٰ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبہۃ او استحسان وجعل دینا قویما وصراطا مستقیما انتہی۔ (۸) ترویج الجنان میں ہے ان البدعۃ علی قسمین بدعۃ لغویۃ وبدعۃ شرعیۃ فالاول ہو المحدث مطلقاً عادۃ کانت او عبادۃ وہی التی یقسمونہا الی الاقسام الخمسۃ والثانی وہو ما زید علی ما شرع من حیث الطاعۃ بعد انقراض الازمنۃ الثلاثۃ (المشہود لہا بالخیر) بغیر اذن من الشارع لا قولا ولا فعلاً ولا صریحاً ولا اشارۃً وہی المرادۃ بالبدعۃ المحکوم علیہا بالضلالۃ انتہی۔

اور یہ بھی معلوم ہو کہ حکم مطلق کو مقید اور مقید کو مطلق کرنا اور حکم عام کو خاص یا حکم خاص کو عام اور حکم غیر لازم کو لازم یا لازم کو غیر لازم یا مباح کو سنت واجب جاننا یا مطلق کے ساتھ مقید کا معاملہ اور عام کے ساتھ خاص کا معاملہ اور غیر لازم کے ساتھ لازم کا معاملہ کرنا اور مباح کے ساتھ سنت کا معاملہ کرنا بھی مقید اور خاص اور لازم اور سنت قرار دینا ہے غرض جس سے تغیر حکم شرع کا لازم آوے اور حدود اللہ سے تعدی ہو سب احداث ما لیس منہ اور ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ہم الظالمون میں داخل ہیں۔ کما لا یخفی۔ اور بعض بدعات حسنہ بحکم الضرورات تبیح المحذورات فقہاء معتمدین وعلماء معتبرین ارباب اجتہاد واصحاب استنباط نے ضرورت شدیدہ دیکھکر مباح قرار دی ہیں باوجودیکہ ان چیزوں کو سلف نے مکروہ کہا تھا مسئلہ تلفظ بالنیۃ اور تثویب بھی انہیں میں ہے۔ قنیہ میں ہے التلفظ بالنیۃ بدعۃ الا ان لا یمکن اقامتہا فی القلب الا باجرائہا علی اللسان فحینئذ یباح انتہی۔ ابن ہمام۔ ملا علی قاری۔ ابن قیم ودیگر اکابر نے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے (مواہب لطیفہ شرح مسند ابی حنیفہ ومرقاۃ وغیرہ) اور تہاون وتساہل کے رفع کیلئے تثویب ایجاد ہوئی تھی۔ مگو فی زمانا جبکہ یہ خود موجب تہاون وتساہل ہے تو یہ بدستور بدعت ہوگئی۔ اور درود والتحیات میں لفظ سیدنا کی زیادتی خود ما ورد بہ الشرع میں داخل ہے کیونکہ یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما سے خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے

تعظیم فخر عالم کی طلب کرتا ہے کیونکہ صلوٰۃ کے معنی تعظیم کے بھی ہیں اور دُعا اور درود کو بھی تعظیم لازم ہے لہٰذا جو صیغہ تعظیم کے معنی دیگا وہ خود عند الشرع مطلوب ہے اور فقہاء نے جو زیارت مدینہ منورہ میں لکھا ہے کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا وہ بھی اسی آیت اور آیت توقروا سے ماورد بہ الشرع میں داخل ہے۔ بہر حال عوام کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ جو چاہیں بہوائے نفس خود مباح قرار دیں اور بدعت حسنہ اختراع کریں۔ فافہم

اور حدیث فما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن الخ سے بدعات مروّجہ پر حجّت پکڑنا بھی غلط ہے کیونکہ یہ ایک بڑی حدیث موقوف کا ٹکڑا ہے وہ یہ ہے ان اللہ عز وجل نظر فی قلوب العباد بعد قلب محمد صلے اللہ علیہ وسلم فوجد قلوب اصحابہ خیر قلوب العباد فجعلھم وزراء نبیہ یقاتلون علی دینہ فما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن الخ رواہ احمد فی مسندہ اور حضرت انس سے مرفوعاً اس طرح مروی ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ نظر فی قلوب العباد فلم یجد اتقی من اصحابی فذلک اختیارھم فجعلھم اصحابا فما استحسنوا فھو عند اللہ حسن وما استقبحوا فھو عند اللہ قبیح (کتاب العلل المتناھیۃ لابن الجوزی) یہ ہر دو روایت کنز العمال صفۃ صحابہ میں بھی موجود ہیں۔ الغرض اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جس چیز کو صحابہ کرام اچھا سمجھیں وہ عند اللہ بھی اچھی ہے مرفوع حدیث اس پر دال ہے اور حرف فا جو فما راٰہ المسلمون پر داخل ہے اسی کا مؤیّد ہے اور جن کی نظر صرف اسی ٹکڑے پر پڑی ہے وہ اس سے کاملین فی الاسلام یعنی مجتہدین مراد لیتے ہیں یا اجماع کل اُمت بوجہ لام استغراق (مجالس الابرار و تحقیق المجد)

اور حدیث من سنّ فی الاسلام سنۃ حسنۃ الخ کے یہ معنی ہیں کہ جس چیز کا شریعت میں دلالۃً اشارۃً حسن ثابت ہوا ہو اس کے اجراء کرنے میں ثواب ملے گا چنانچہ اس حدیث میں حسنۃً کی قید موجود ہے اور اہل سنت کے نزدیک کسی امر شرعی میں حُسن یا قبح نہیں پایا جا سکتا جب تک شریعت سے اس کا ثبوت نہ ہو (نوٹ) آلات حرب جدیدہ اور اشغال مشائخ اور مدارس اسلامیہ کے جزوی انتظامات سب کا شرع سے ثبوت ہے کیونکہ اصل مقصود کا جو فرض ہیں عادۃً موقوف علیہ ہیں اُن سے معارضہ کرنا حمق ہے۔ فتدبّر۔

اور نیز ایصال ثواب کا طریقہ مروّجہ زائد سے زائد فی نفسہ مباح ہو سکتا ہے نہ واجب نہ سنت مؤکدہ اور فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کسی سنت کے ادا سے بدعت لازم آوے یعنی سنت

اور بدعت دونوں کا احتمال ہو تو سنت بھی ترک کر دیوے ترک لازم ہے اور اگر واجب کے ادا کر
بدعت لازم آوے یعنی واجب اور بدعت ہونے میں احتمال ہو تو اس کے ترک میں اشتباہ ہے
شامی میں بحر الرائق سے نقل ہے لانہ اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ
راجحاً علی فعل البدعۃ انتھی۔ اور طریقہ محمدیہ میں ہے ثم اعلم ان فعل البدعۃ اشد ضرراً
من ترک السنۃ بدلیل ان الفقھاء قالوا اذا تردد فی شیٔ بین کونہ سنۃ وبدعۃ فترکہ
لازم واما ترک الواجب ھل ھو اشد من فعل البدعۃ او علی العکس ففیہ اشتباہ
حیث صرحوا فیمن تردد بین کونہ بدعۃ وواجباً انہ یفعلہ وفی الخلاصۃ مسئلۃ تدل
علی خلافہ۔ سوال کفار سے جو تشبہ ممنوع ہے وہ بقصد تشبہ ہے نہ بلا قصد کیونکہ من
تشبہ بقوم فھو منھم الحدیث میں باب تفعل ہے جس کے معنی میں ارادے اور قصد کو دخل ہے
جواب چونکہ صرف ایک حدیث من تشبہ بقوم بیچارے سائل کی نظر میں ہے اور بس
تو اپنے قیاس کے زور سے شرعی مسائل ثابت کرنے لگے۔ سنو خالفوا المشرکین الحدیث،
خالفوا الیھود والنصاریٰ الحدیث مطلق حکم خیر الانام ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک دفعہ بوجہ عذر بیٹھکر نماز پڑھائی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر اقتدا کی آپ نے
فرمایا تم نے فارس اور روم کے کفار جیسا فعل کیا ایسا مت کرو (مسلم) اب بتلائیے کیا صحابہ کرام
کا یہ فعل بقصد تشبہ کفار تھا۔ خود جناب رسالتمآب مع صحابہ کرام جبتک مردہ دفن نکیا جاتا
کھڑے رہتے تھے ایک یہودی نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں آپ نے
فرمایا خالفوا الیھود واجلسوا (مسلم) کیوں صاحب کیا نبی کریم بھی بقصد تشبہ یہود
کھڑے ہوتے تھے۔ نہایہ میں ہے اگر امام مصحف سے دیکھکر پڑھے فیکرہ للتشبہ۔ اگر امام طاق میں
کھڑا ہو یکرہ لانہ یشبہ صنع اھل الکتاب۔ اور آگ کا مصلے کے سامنے ہونا موجب تشبہ
مجوس کا ہے حالانکہ ان سب امور میں مسلمان کا قصد تشبہ ہرگز نہیں۔ الغرض جب فاعل کا قصد
مشابہت ہو مطلقاً مکروہ تحریمہ۔ یا وہ فعل اہل باطل کا شعار و علامت خاصہ ہو بلا قصد قطعی حرام
اور اگر بلا قصد ہو یا کوئی اور فعل مذموم میں ہو تو مکروہ تحریمہ۔ اور کسی امر غیر ضروری یعنی مباح یا مستحب
میں بلا قصد تشابہ واقع ہو جائے باوجود علم کے مکروہ۔ اور اگر تشابہ کا علم نہیں ہوا تو مکروہ نہیں ہے
ہاں فرض، واجب، سنت مؤکدہ امور عادیہ طبعیہ میں تشابہ کا اعتبار نہیں نھینا عن التشبہ بھم
فالنابد منہ (نہایہ) سے ظاہر ہے اس کو خوب سمجھ لو۔ اور جو درمختار میں بحر سے ہے التشبہ بھم

لا یکرہ بل فیما یقصد بہ التشبہ اس کے یہ معنی نہیں کہ بدون قصد تشبہ تشبہ ممنوع نہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ ایسے امور میں تشبہ کا اعتبار ہے جن میں تشبہ کا قصد کیا جا سکے۔ اور ان میں مصالح قصد تشبہ ہوں اور جن امور میں تشبہ کا قصد نہیں کیا جا سکتا یعنی مالابدمنہ ان میں تشبہ کا کچھ اعتبار نہیں۔ فافہم۔

جس امر کا ثبوت شارع اور مجتہدین سے متحقق نہ ہوا ہو یعنی شریعت میں مسکوت عنہ ہو اس امر کو اصل پر رکھا جاتا ہے، اور اصل شے میں اختلاف ہے۔ حرمت، توقف، اباحت

(۱) تفسیر احمدی تحت قولہ تعالی ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا الآیہ لکھا ہے

یمکن ان یستدل بہا علی ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ کما ھو مذھب طائفۃ بخلاف الجمہور فان عندھم الاصل ھو الحرمۃ و عند الشافعی الاصل ھو الحرمۃ فی کل حال انتہی (۲) درمختار کتاب الوضوء میں ہے وعرفہا (ای السنۃ) الشمنی بما ثبت بقولہ صلعم وبفعلہ ولیس بواجب ولا مستحب واورد علیہ فی البحر المباح بناء علی ما ھو المنصور من ان الاصل فی الاشیاء التوقف الا ان الفقہاء کثیرا ما یلہجون بان الاصل الاباحۃ والتعریف بناء علیہ انتہی۔ اور طحطاوی اور طوالع الانوار میں ہے اورد علیہ ای علی تعریف الشمنی فی البحر المباح وذلک لانہ ثابت بقولہ وفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام ولیس بواجب ولا مستحب... فلو یکن التعریف مانعا وھذا الایراد بناء علی ما ھو المنصور ای المؤید بالادلۃ القویۃ من ان الاصل فی الاشیاء التوقف فلا یعرف اباحۃ المباح الا بقولہ وفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام اھ (طوالع) **قولہ** بناء علی ما ھو المنصور ای حال کون صاحب البحر بانیا اشکالہ علی القول المنصور ای المؤید من اقوال ثلاثۃ۔ الحظر والاباحۃ والتوقف **قولہ** التوقف۔ ای فلا یعرف اباحۃ المباح الا بقولہ وفعلہ صلی اللہ علیہ وسلم اھ (طحطاوی) (۳) اور درمختار کتاب الجہاد باب استیلاء الکفار میں ہے لان الصحیح من مذھب اھل السنۃ ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحۃ رای المعتزلۃ انتہی۔ (۴) اشباہ میں ہے ھل الاصل فی الاشیاء الاباحۃ حتی یدل الدلیل علی عدم الاباحۃ وھو مذھب الشافعی او التحریم حتی یدل الدلیل علی الاباحۃ ونسبہ الشافعیۃ الی ابی حنیفۃ رح وفی البدائع المختار ان لا حکم للافعال قبل الشرع والحکم عندنا وان کان ازلیا فالمراد بہ ھھنا عدم تعلقہ بالفعل قبل الشرع فانتفی التعلق لعدم فائدتہ انتہی۔ وفی شرح المنار للمصنف رح

الاشياء فی الاصل علی الاباحة عند بعض الحنفیة ومنهم الکرخی وقال بعض اصحاب الحدیث الاصل فیها الحظر وقال اصحابنا الاصل فیها التوقف بمعنی انه لابد لها من حکم لکنا لم نقف علیه بالفعل انتہی و فی الهدایة من فصل الحداد ان الاباحة اصل انتہی ویظهر اثر هذا الاختلاف فی المسکوت عنه ویخرج علیها ما اشکل حاله انتہی۔

(۵) امام فخر الاسلام بزدوی بحث معارضہ میں لکھتے ہیں ان الاباحة اصل فی الاشیاء عند الکرخی وابی بکر الرازی وطائفة من الفقهاء الحنفیة والشافعیة وجمهور المعتزلة انتہی

(۶) تعلیقات شرح منار للمصنف میں ہے قوله قال اصحابنا الاصل فیها التوقف الخ هذا اصح شئ عندی فی هذا الباب لان التوقف اصل التقوی فی الامر المسکوت عنه وهو مذهب ابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ واشباههم من الصحابة رضی الله عنهم والصحیح ان الاصل فی الافعال التحریم وهو مذهب علی وائمة من اهل البیت ومذهب الکوفیین منهم ابو حنیفة وهو المروی عن علی فی خلافته کما سیجئ۔ والمتروک ان الاصل فی الاشیاء الاباحة وهو مذهب معاویة ومن معه کمروان وابنه یزید وغیرهما والقول بانه مذهب الشافعی رح لیس عندی شئ لانه لم ینقل عنه فی صحیح الا ما توافق التوقف قال صاحب مجمع البحرین فی شرحه ان رجلاً یوم العید اراد ان یصلی قبل صلوة العید فنهاه علیؓ فقال الرجل یا امیر المؤمنین انی اعلم ان الله تعالیٰ لا یعذب علی الصلوة فقال علیؓ وانی اعلم ان الله تعالیٰ لا یثیب علی فعل حتی یفعل رسول الله صلی الله علیه وسلم او یحث علیه فیکون صلوتک عبثاً والعبث حرام فلعله تعالیٰ یعذبک بمخالفتک لرسوله صلی الله علیه وسلم انتہی۔

(۷) مسلم میں ہے واما الخلاف المنقول عن اهل السنة ان اصل الافعال الاباحة کما هو مختار اکثر الحنفیة والشافعیة او الحظر کما ذهب الیه غیرهم ومال صدر الاسلام الی الاباحة فی الاموال والحظر فی الانفس انتہی۔ مصنف کے حاشیہ میں ہے قوله اکثر الحنفیة الخ منهم العراقیون قوله غیرهم منهم ابو المنصور الماتریدی وصاحب الهدایة وعامة اهل الحدیث انتہی۔

(۸) اور منہاج الاصول میں ہے الفرع الثانی الافعال الاختیاریة قبل البعثة مباحة عند المعتزلة البصریة وبعض الفقهاء ومحرم عند المعتزلة البغدادیة وبعض الامامیة وابن ابی هریرة من الشافعیة وتوقف الشیخ ابو الحسن الاشعری وابو بکر الصیرفی الشافعی انتہی۔

(۹) تلویح حاشیہ توضیح میں ہے الشئ الذی لم یوجد له دلیل المنع

ولا دليل على عدمه ای لم یعلم تعلق حکم شرعی به بناء علی عدم ورود الشرع لان هذه المسئلة انما هی لبیان حکم الافعال قبل البعثة فان کان اضطراریا کالتنفس ونحوه فهو لیس بممنوع الا عند من جوز تکلیف المحال وان کان اختیاریا کاکل الفواکه فحکمه حکم الاباحة عند بعض المعتزلة وبعض الفقهاء من الحنفیة والشافعیة والحرمة عند المعتزلة البغدادیة وبعض الشیعة والتوقف عند الاشعری والصیرفی انتہی۔

(۱۰) علامہ طیبی شرح مشکوۃ تحت حدیث کان اهل الکتاب یقرءون التوراۃ بالعبرانیة ویفسرونها بالعربیة لاهل الاسلام فقال رسول الله صلی الله علیہ وسلم لا تصدقوا اهل الکتاب ولا تکذبوهم الخ لکھتے ہیں هذا اصل فی وجوب التوقف عما یشکل من الامور والعلوم فلا یقضی فیه بجواز ولا بطلان وعلی هذا کان السلف انتہی۔

(۱۱) اور علامہ طیبی نے بذیل حدیث ابن عباس قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم الامر ثلاثة امر بیّن رشده فاتبعه وامر بیّن غیّه فاجتنبه وامر اختلف فیه فکله الی الله لکھتے ہیں یعنی ما علمت کونه حقا بالنص فاعمل به وما علمت بطلانه بالنص فاجتنبه وما لم یثبت حکمه بالشرع فلا تقل فیه شیئا وفوض امره الی الله مثل متشابهات القرآن وامر الصناعة انتہی اور ترجمہ شیخ عبد الحق میں ہے فکله الی الله پس بسپار اور ابخدا وتوقف کن دران وطلب کن رشد وہدایت را دران۔ انتہی۔ (۱۲) اور حدیث ابی ثعلبہ خشنی قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم ان الله فرض فرائض فلا تضیعوها وحرم حرمات فلا تنتهکوها وحد حدودا فلا تعتدوها وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنها رواہ دار قطنی بھی دلیل توقف ہے کیونکہ لا تبحثوا عنها توقف پر صریح دال ہے (۱۳) اور جو فاضل بریلوی نے جامع ترمذی۔ ابن ماجہ۔ مشکوۃ۔ مستدرک سے اثر سلمان فارسی رضی اللہ عنہ الحلال ما احل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفا عنه اقامۃ القیامہ میں نقل کیا ہے یہ بھی توقف پر دلالت کرتا ہے نہ اباحت پر ما سکت عنه کے حکم کو ما احل الله کے حکم سے علیحدہ بیان کرنا دلیل روشن ہے کہ یہ نہ حلال میں داخل ہے نہ حرام میں بلکہ متوقف علیہ ہے ہاں اشیاء متوقفہ میں احتمال عفو کا ہے کہ شاید جہل عذر ہو جائے۔ بعض نے جو اس اثر سے اباحت کو استنباط کیا ہے بعید ہے۔ فلیتأمل۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اکثر کتب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اباحت مذہب معتزلہ اور بعض فقہاء حنفیہ

وشافعیہ کا ہے۔ اور حرمت مذہب ائمہ اہل بیت و علی رضؓ و ابو حنیفہ و عامہ اہل حدیث و ابو منصور ماتریدی و صاحب ہدایہ اور اکثر فقہاء معظم حنفیہ و شافعیہ اور معتزلہ بغدادیہ اور بعض شیعہ کا ہے۔ اور توقف مذہب ابوبکر الصدیق و حضرت عمر و حضرت عثمان و اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور ابوالحسن اشعری اور ابوبکر صیرفی کا ہے۔ اور منہیہ مسلم الثبوت سے ظاہر ہے کہ صاحب ہدایہ کا مذہب حرمت کا ہے۔ توقف کا مذہب منصور و مؤید بدلائل قویہ ہے کیونکہ اباحت اور حرمت کا قول ان کے قاعدہ مقررہ مسلمہ لاحکم قبل الشرع کے تناقض ہے اسی لئے تلویح میں لکھا ہے وهذه المسئلة تورد فی اصول الشافعیة والاشاعرة علی التنزل الی مذهب المعتزلة فی ان للعقل حکمًا بالحسن والقبح والا فالفعل قبل البعثة لا یوصف عندهم بشئ من الاحکام انتهی۔ اور بعض حواشی تلویح میں ہے هذا طعن علی الشافعیة والاشاعرة من حیث انها تنزلا الی مذهب المعتزلة انتهی۔ اور نیز جبکہ اباحت اور حرمت میں جو اقوال اصولیین وفقہا منقول ہیں باہم متخالف اور بسیار متزلزل، اور احادیث بھی اس باب میں متعارض، پس بموجب قاعدہ اصول اذا تعارضا تساقطا باقی نرہا مگر توقف۔ اور توقف کی تفسیر تین طرح کیجاتی ہے۔ اول عدم الحکم۔ ثانی عدم العلم بالحکم بمعنی نفی تصدیق ثبوت حکم یعنی معلوم نہیں کہ اس میں حکم ہے یا نہیں۔ ثالث عدم العلم بالحکم بمعنی نفی تصور حکم یعنی معلوم نہیں کہ اس میں خطر کا حکم ہے یا اباحت کا۔ اور یہی مختار صدر الشریعۃ کا ہے اور اول تفسیرین دونوں باطل ہیں۔ تلویح حاشیہ توضیح میں ہے۔ اما التوقف فقد فسّر تارة بعدم الحکم وتارة بعدم العلم بالحکم اما بمعنے نفی التصدیق بثبوت الحکم ای لا ندری ان هناك حکمًا ام لا۔ واما بمعنے نفی تصور الحکم علی التعیین مع التصدیق بثبوت الحکم فی الجملة ای لا ندری ان الحکم حظر او اباحة وهذا هو المختار عند المصنف اما الاول وهو التوقف بمعنے عدم الحکم فباطل من وجوه الخ واما الثانی وهو التوقف بمعنے عدم العلم بان فی ذلك الفعل حکمًا لله تعالی ام لا فباطل الخ واما الثالث وهو التوقف بمعنے عدم العلم بان حکمه الاباحة فحق الخ اور شرح شیخ کمال الدین منہاج الاصول بیضاوی میں ہے وفسّره الامام فخر الدین الرازی ای فسر التوقف بعدم الحکم والاولی ان یفسر بعدم العلم لان الحکم عنده قدیم انتهی

اور بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ جمہور حنفیہ کے نزدیک بعد بعثت اباحت ثابت نہیں ہوتی مگر باذن شارع بتخییر بین فعله وترکه (۱) مسلم الثبوت میں ہے الاباحة حکم شرعی لانه خطاب الشرع

بالتخییر انتہی (۲) بحر الرائق میں ہے اما فی التفاتہم من انہا ما ثبت بقوله وفعله صلی اللہ علیہ وسلم ولیس بواجب ولا مستحب ففیہ نظر لشموله المباح انتہی۔

(۳) طحطاوی اور طوالع الانوار حاشیہ درمختار میں ہے لا تعرف اباحة المباح الا بقوله وفعله علیه السلام انتہی۔ (۴) شرح سلم ملا مبین میں ہے انت تعلم ان الاباحة علی ثلاثة انحاء الاول الاباحة الاصلیة الثابتة قبل ورود البعث ولا شك انها لیست بحكم لانها لم یتعلق بها خطاب الشرع وان تعین الخطاب بها بعد البعث الثانی الاباحة الثابتة بعد البعث بالدلیل بدون طریان العذر كالصید لقوله تعالی فاصطادوا۔ والنكاح لقوله تعالی فانكحوا۔ والثالث ما ثبت مع العذر كاباحة المیتة مع المخمصة ولا شك ان الاخیرین من الاحكام الشرعیة وهذا علی طور اهل الحق انتہی كلامه ملخصًا۔

اور تعریف مباح میں لکھا ہے المباح ما اذن الشارع بالتخییر بین فعله وترکه انتہی۔

(۵) شرح سلم ملا نظام الدین میں ہے ان الاباحة الاصلیة التی یقولون ههنا لیست من الاباحة الشرعیة فانها خطاب الشارع بالتخییر والاباحة الاصلیة لیست بخطاب ولذلك قالوا انها لیست بقابلة للنسخ فالافعال قبل ورود البعث مباحة باباحة اصلیة بمعنی انها لا حرج فی فعلها وترکها فان ارید بها اذن فیه فهذا حكم اخر انتہی۔

(۶) تلویح حاشیہ توضیح بحث تفسیر توقف میں ہے فان المباح ما اذن الشارع فی فعله وترکه من غیر مرجحان انتہی (۷) قوله علیه السلام من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد الحدیث۔ من عمل عملًا لیس علیه امرنا فهو رد الحدیث (بخاری ومسلم) وكل بدعة ضلالة الحدیث ای بدعة شرعیة كما مر۔

مولود شریف تین طریقوں پر ہے۔ اول مستحب ہے، ثانی مولود مروجہ فی زماننا بدعت اور مکروہ ہے۔ تیسرا طریقہ علماء الحق میں سنہ ۶۰۴ھ سے مختلف فیہ رہا لیکن صحیح اور قوی یہ ہے کہ یہ بھی بدعت ہے، بوجہ تخصیص و تقیید بعض امور مباحہ۔ اگر تقیید نہ کیجائے امور مباحہ کے انضمام کو حد اباحت میں رکھا جائے تو مباح ہوگا اس کا اختلاف، اختلاف نظر پر مبنی ہے۔

(۱) زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین بلکہ چھ سو برس تک فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر اور قبل ولادت اور بعد ولادت کے حالات اور شرح صدر وغیرہ کا بیان بطور مذاکرہ اور وعظ اور تدریس اور تحدیث کے طریقہ پر ہوتا تھا۔ نہ خاص ذکر ولادت کیلئے کوئی مجلس منعقد کیجاتی تھی نہ اہتمام طعام

اور نہ کوئی اور امر ہوتا تھا - لہٰذا اسی طرح اب بھی جائز اور مستحب اور موجب برکات و حسنات ہے
(۲) دوسرے اگر امور ناجائز غیر مشروع مخلوط کر دیئے جائیں مثلاً روایات موضوعہ بیان کیجائیں
پڑھنے والے امارد خوش الحان صبیح الوجہ مجمع شباب و فسقہ میں ہوں۔ حضور فساق بلباس زنی
حرام و غیر مشروع - ترک امر بالمعروف و نہی عن المنکر، قیام وقت ذکر ولادت بعقیدہ فاسدہ
آرائش و روشنی زائد از قدر حاجت کہ اسراف و حرام ہے، تفاخر و ریا وغیرہ وغیرہ تو باتفاق
فقہا ناجائز ہے اور ایسی مجلس میں حاضر ہونا ممنوع ہے - فقہار کا کلیہ ہے اذا اجتمع الحرام
والحلال غلب الحرام (اشباہ) شامی میں مولود مروجہ کے متعلق لکھا ہے اقبح منہ النذرۃ
بقراءۃ المولد فی المنائر مع اشتمالہ علی الغناء واللعب و ایھاب ثواب ذلک الی حضرۃ
المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم انتہیٰ - اور ملا علی قاری کتاب مورد الروی فی مولد النبی میں لکھتے
ہیں واما ما یتبعہ من السماع واللھو وغیرھما فینبغی ان یقال ما کان من ذلک مباحاً بحیث
یعین السرور بذلک الیوم فلا بأس بالحاقہ وما کان حراماً او مکروھاً فیمنع - انتہیٰ -
اور بعض امور وہ ہیں جو فی نفسہ مباح ہیں لیکن کسی عارض کے سبب کراہتہ عارض ہو جاتی ہے
مثلاً حکم شرع کا تغیر کیا جاوے - کسی مباح پر اصرار التزام اور ہٹ کریں - سنت یا واجب اعتقاد
کریں - غیر لازم کو لازم قرار دیں - تقیید مطلق کریں - مباح اور مستحب کے تارک پر طعن کریں،
امر مباح پر مثل فرض اہتمام سے تداعی ہو یا تشبہ کفار عارض ہو جائے تو باتفاق فقہا ہر امر
مباح اور مستحب ناجائز ہو جائے گا - مورد الروی کی عبارت کراہتہ ذاتی اور عارضی دونوں کراہتوں
کو شامل ہے فتدبر کما صرح فی المرقاۃ من اصر علی امر مندوب الخ کما مر - البتہ فرض - واجب - سنت
مؤکدہ انضمام امور ناجائز سے ناجائز نہیں ہوتے بلکہ ان امور کا ازالہ کر کے اصلاح واجب ہوتی ہے
پس فی زماننا اکثر میلاد مروجہ میں یہ سب کچھ خرابیاں موجود ہیں، علاوہ قیود محرمہ اور مکروہہ کے
فرض کی طرح اہتمام سے تداعی بھی کیجاتی ہے - مباح پر اصرار و التزام بھی ہوتا ہے، تارک پر طعن
کیا جاتا ہے - تارک المستحب لا یلام اصول فقہ کا مسئلہ ہے - حکم مطلق کو مقید بنایا جاتا ہے، اور
عقائد بھی فاسد ہیں - پہلے علمار میں جن کے اقوال سے استدلال لایا جاتا ہے یہ بات کہاں تھی،
بلکہ طریقہ جواز پر عمل فرماتے تھے اور بعضوں نے قیود بھی بڑھائیں تو وہ بھی مباح حد اباحت سے
غیر متجاوز اگر وہ بھی اس زمانہ میں ہوتے تو منع ہی فرماتے - کیونکہ تقیید مطلق اور اصرار والتزام
اور تغیر حکم شرع بالاتفاق بدعت سیئہ اور ممنوع ہے -

سوال :- علماء اہل بدعت نے بہت سے رسائل لکھے اور ثابت کیا ہے کہ احتفال میلاد مع قیودات مروجہ مستحسن ہے اور اقوال مانعین کا رد بھی کیا ہے۔ جواب واضح ہو اکثر رسائل کو دیکھا مؤلفین نے خوب زور لگایا ہے لیکن احتفال میلاد مروجہ ہند کا استحسان ثابت نہ کرسکے نہ مانعین کے اعتراضوں کا جواب بن پڑا۔ کہیں تحدیث نعمت کا بیان، کہیں آپ کی نعمت ولادت کا ذکر، کہیں ولادت پر شکر و اظہار سرور، کہیں ربیع الاول کے فضائل۔ غرض اجزاء مباح کے استحسان کو علیحدہ علیحدہ بیان کرکے مرکب مولود مروجہ من حیث المرکب کے استحسان کا ثبوت پیش کردیا۔ والمرکب ربما یغائر حکمہ من اجزائہ منفرداً۔ اور بعض نے بعض امور محرمہ اور مکروہہ کی اباحت میں بھی جرأت کی ہے حالانکہ اہل حق کو نہ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ سے انکار اور نہ تعظیم حضور علیہ السلام کے مخالف اور نہ اظہار سرور و شکر کے مانع اور نہ فضائل یوم و شہر ولادت کے منکر اور نہ اطعام طعام کے خلاف، بلکہ ان سب امور کو جائز اور موجب حسنات جانتے ہیں حضور علیہ السلام کے ذکر کا تو کیا کہنا ہے آپ کے خچر کے پیشاب کا ذکر بھی موجب برکات سمجھتے ہیں الغرض امور مباحہ کے بڑھانے سے یہ مجلس ناجائز نہیں ہوئی بلکہ ان قیود کے التزام و تقیید سے اور ان پر اصرار کرنے اور تارک پر ملامت کرنے اور تغیر مشروع اور فساد عقائد عوام کی وجہ سے ناجائز ہوئی چنانچہ حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں آجکل کی طرح علاوہ قیود محرمہ و مکروہہ کے امور مباحہ میں بھی عام طور پر تقیید و تخصیص و التزام و اصرار سختی سے رواج پاکر تغیر مشروع ہوگیا تھا۔ لہٰذا ابن ہیئت و تقیید کراہت کا فتویٰ اور بغیر تقیید و تغیر مشروع کے استحباب کا فتویٰ صادر فرمایا۔ اس سے قبل عام طور پر یہ بات نہ تھی مگر ہاں پھر بھی جس کسی عالم کو کوئی خرابی مخفی نظر پڑی اور اطلاع ہوئی تو اس نے منع ہی کیا اور بیشک اگر پہلے علما بھی اس زمانہ میں ہوتے تو سب بالاتفاق منع ہی کرتے۔ دیکھو اہل بدعت کا ایک مشہور و معتبر مجموعہ فتاویٰ یعنی غایۃ المرام کے ص۵۵ و ص۵۶ و ص۶۷ و ص۷۱ میں صاف لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام ہر محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں تعظیم کیواسطے کھڑا ہونا فرض ہے قیام نکرنے والا کافر ہے حالانکہ یہ محض اعتقاد فاسد اور غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ افسوس ان مفتیوں نے تو تمام صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین اور تمام اُمت کو علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک کافر بنایا۔ نعوذ باللہ منہا۔

(تنبیہ) بیشک اجتماع بلا تداعی روضۃ من ریاض الجنۃ میں داخل ہے نہ تداعی کے ساتھ

ہاں اگر وعظ کے ضمن میں ذکر ولادت بھی بیان کیا جائے (یا لقصد نشر علم ہکذا فی نشر الطیب للعلامۃ التھانوی) تو تداعی جائز ہے کیونکہ وعظ فرض ہے اس کے لئے تداعی جائز ہے ورنہ امر مستحب اہتمام کے ساتھ مثل فرض کے تداعی کرنے سے ناجائز ہو جاتا ہے۔ دیکھو جماعت نوافل فی نفسہ سنت ہے لیکن تداعی سے مکروہ۔ تداعی اس کی کراہت کی علت مقررہ ہے (کبیری وشامی) حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ کسی ختنہ میں بلائے گئے، آپ نے صرف تداعی کی وجہ سے انکار فرمادیا اور فرمایا کہ پیغمبر خدا صلعم کے زمانہ میں ہم لوگ ختنہ میں بلائے نہیں جاتے تھے رواہ احمد فی مسندہ ۲۱۷/۴ مدخل شریف میں ہے فان خلی منہ وعمل طعاما فقط ونوی بہ المولد ودعی الیہ الاخوان و سلم من کل ما تقدم ذکرہ فھو بدعۃ بنفس نیتہ فقط لان ذلک زیادۃ فی الدین الخ۔

(۳) تیسری صورت وہ ہے جو ۶۰۴ھ میں سلطان ابو سعید مظفر اور ابوالخطاب ابن دحیہ نے بعض خصوصیات کے ساتھ ایجاد کیا تھا۔ اس ایجاد میں تعیین تاریخ بارہ ربیع الاول، اجتماع علما وصلحاء اور اطعام طعام تین قیدیں اس ذکر کے ساتھ اضافہ ہوئیں بظاہر مطلق ذکر کو مقید کیا گیا زمانہ علامہ سیوطی اور ملا علی قاری اور اُن کے بعد تک ایسا ہی رہا۔ اور سلطان مظفر وابن دحیہ میں مورخین کا اختلاف ہے کسی نے اُن کو فاسق کذاب کسی نے عادل ثقہ لکھا ہے واللہ اعلم۔

اس وقت ایجاد میں علامہ فاکہانی اور اُن کے ساتھیوں نے ان تخصیصات کی بناپر شرکت سے عذر کیا اور بدعت سیئہ قرار دیا اور اکثر نے بوجہ انضمام اُمور مباحہ اس کو بدعت حسنہ قرار دیا۔

علامہ فاکہانی نے ثابت کردیا کہ اس کی اصل کہیں شرع میں نہیں کہ یوم حدوث نعمت کو ہر سال بالتخصیص یوم سرور ٹھیرایا جاوے اور مطلق امر کو زمانہ اور ہیئت کے ساتھ مقید کیا جاوے بلکہ منع اس کا موجود ہے۔ مگر آج تک سات سو سے زیادہ سال گذرے کسی نے کوئی آیت یا حدیث صحیح اس کے ثبوت میں کہ تقیید مطلق اور تغیر مشروع جائز ہے پیش نہ کی۔ مطلق ذکر ولادت کے فضائل بیان کرتے رہے۔ البتہ ابن حجر اور جلال الدین سیوطی نے دو اصل پیش کئے۔

شیخ جلال الدین سیوطی نے رسالہ حسن المقصد فی عمل المولد میں لکھا ہے جن کے اقوال سے مجوزین سند لاتے ہیں۔ عندی ان اصل المولد الذی ھو اجتماع الناس وقراءۃ ما تیسر من القرآن وروایۃ الاخبار الواردۃ فی مبدا امر النبی علیہ السلام وما وقع فی مولدہ من الآیات ثم یمد لھم سماطا یاکلونہ وینصرفون من غیر زیادۃ علی ذلک من البدع الحسنۃ. یعنی میرے نزدیک اصل مولود بدعت حسنہ ہے وہ یہ ہے کہ لوگ جمع ہوں اور جس قدر ہو سکے

قرآن شریف پڑھیں اور ولادت شریف کے متعلق صحیح صحیح روایات بیان کیجائیں پھر کھانا کھلایا جائے اس سے زیادہ اور کچھ نہ ہو پھر لکھتے ہیں لیس فیہ نص ولکن فیہ قیاس علے الاصلین پس جب سیوطی جیسا شخص باین وسعت نظر نص کا انکار کرتا ہے تو کس کا حوصلہ ہے کہ جواز کی نص پیش کرے اس قول سے اجماع کا بھی انکار ہے۔ ورنہ اجماع کے ہوتے قیاس کی کیا ضرورت تھی محل اجماع میں قیاس کب درست ہے۔ منار میں ہے والشرط اجتماع الکل وخلاف الواحد مانع کخلاف الاکثر۔ اور نیز جمہور کے نزدیک بغیر کسی سند کے اجماع بھی جائز نہیں تلویح میں ہے والجمهور علی انه لایجوز الاجماع الا عند سند من دلیل اوامارۃ لان عدم السند یستلزم الخطا اذا لحکم فی الدین بلادلیل خطأ۔ انتہیٰ اور نیز فرع میں نص کے ہوتے قیاس صحیح نہیں اور اگر فرع میں قیاس کسی نص کے مخالف ہو یا فرع میں قیاس حکم نص کو بدل دے مطلق کو مقید کردے تو بھی قیاس صحیح نہیں۔ توضیح میں ہے ولایصح القیاس ان کان فی الفرع نص لانه ان کان موافقاً للنص فلاحاجة الیه وان کان مخالفاً یبطل وان لایغیر القیاس حکم النص الخ اور تغییر حکم شرع وتقیید مطلق احادیث صحیحہ واجماع اُمّت سے ممنوع ہے پس مطلق نصوص ندب ذکر فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم مثلاً قولہ تعالیٰ امّا بنعمة ربّك فحدّث آیۃ واشکروا نعمة الله الایۃ وغیرہا کو قیاس سے متغیر کرنا اور کسی ہیئت میں مقیّد کرنا ہرگز صحیح نہیں اور حسب قاعدہ اصول یہ قیاس ہی باطل ہے کہ حکم نص کے مخالف اور مغیّر ہے لہٰذا یہاں کوئی قیاس بھی صحیح نہیں پس یہاں چاروں حجتیں شرعیہ ندارد۔ لہٰذا محققین علما نے قبول نکیا۔

اب ان دونوں اصلوں کو دیکھو۔ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(۱) اصل سیوطی کی تو حدیث عقیقہ کی ہے کہ آپ نے اپنا عقیقہ بعد نبوت کے کیا تو علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ آپ کا عقیقہ تو عبدالمطلب نے کیا تھا اور عقیقہ مکرر نہیں ہوتا تو یہ ذبح شکریہ اپنے وجود پر جود کا کیا تھا اور اس ذبح کو اس پر حمل کیا جاویگا اور تشریع اُمۃ کیواسطے یہ شکریہ کیا تھا پس برین قیاس ہمکو بھی آپ کے وجود کا شکریہ باجتماع واطعام کرنا مستحب ہوا۔ انتہیٰ۔

الجواب اوّل سنو کہ یہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ سفر السعادۃ میں اور اسکی شرح میں شیخ عبدالحق نے فرمایا اما در اسناد آن ضعفے ہست، خالی از لجدے ہم نیست انتہیٰ۔ اور بعض نے اس کو موضوع بھی کہا ہے۔ بہرحال حدیث ضعیف موجب عمل کے نہیں ہوتی پس اس سے قیاس کرنا

بھی لائق اعتماد کے نہ ہوگا (۲) اس حدیث ضعیف عقیقہ میں کوئی قید زمانہ کی نہیں کہ کس تاریخ وماہ میں کیا تھا۔ پھر اس سے ماہ ربیع الاول اور تاریخ ولادت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ نفس ذبح ثابت ہوتا ہے یعنی اراقۃ الدم نہ اطعام نہ سرور یا اجتماع نہ اور کوئی صدقہ۔ (۳) سیوطی نے اس اصل سے صرف نفس شکر مالی کو قیاس سے نکالا ہے کیونکہ اس میں صرف ذبح کا ذکر ہے، تاریخ ولادت اور مہینہ اور اجتماع واطعام کا اس میں کچھ ذکر ہی نہیں۔ پس سوائے شکر کے باقی قیود سب کی سب ان کے نزدیک بھی اصل بدعت وکراہت اور انکار پر باقی ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُن کے زمانہ میں اس استحباب کو درجہ تاکد کا بھی نہ تھا اور عوام نے مباح کو اپنی جہالت سے تغیر بھی کیا تھا۔ بہرحال اس اصل سے وقتاً فوقتاً اعادہ شکر اور استحباب نفس شکر مالی کا معلوم ہوا اور بس، اور کلام اعادہ سرور میں ہے نہ اعادۂ شکر میں، اور پھر تاریخ معینہ پر اجتماع وہیئتِ معینہ میں نہ مطلق شکر میں۔ (۴) عقیقہ کے معنی لغوی وشرعی دونوں کو سیوطی نے ترک کر کے ایک معنی مجازی لئے کہ دم شکریہ ہے سو بلا دلیل قوی محض احتمال سے ثبوت حکم ندب کا اس سے نہیں ہو سکتا (۵) اس ہیئت شکریہ پر کسی صحابی اور تابعین سے عملدرآمد نہیں ہوا۔ اگر یہ فعل تشریع کیو سطے تھا تو کیوں ان قرون میں بالکل متروک ہوا۔ اب چھ سو برس کے بعد اس پر عمل ہوا۔ یہ اوّل دلیل اس کی ہے کہ یہ کچھ اصل نہیں رکھتا (۶) حق تعالیٰ نے ولادت وبعثت فخر عالم علیہ السلام کو اپنی بندوں پر منت اور احسان فرمایا ہے لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم الآیۃ اس منۃ کا شکر بندوں پر واجب کیا ہے واشکروا نعمۃ اللہ علیکم ان کنتم اور دیگر آیات سے یہ بھی ثابت ہے پس طلب شکر کو حق تعالیٰ نے مطلق رکھا ہے کسی وقت اور ہیئت میں مقید نہیں کیا۔ پس اب قید کسی وقت اور ہیئت کی مغیر اس نص کی ہوگی تو بھی قیاس باطل، اور جو محل نص میں قیاس ہوا تو بھی باطل۔ اور خلاف حکم نص کے تقیید ہوئی تو بھی باطل ہو گیا، ہاں مطلق شکر مطلق اوقات میں فرض منصوص ہے سو اس میں کلام ہی نہیں اور جو کچھ بحث ہے تو قیود وتعینات میں ہے اور پھر یاد دلاتا ہوں کہ سوائے افعال شکریہ کے دیگر قیود اپنے حال پر ہیں۔ کہ اس غیر صحیح حدیث سے بھی ان کو کچھ علاقہ نہیں۔ پس علامہ فاکہانی کا اعتراض کہ اس اطلاق حکم شکر کو زمان وہیئت سے مقید کرنا بدعت ہے کس طرح رفع ہوا۔

(۲) دوسری اصل شیخ ابن حجر کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ میں تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا

حضور نے ان سے پوچھا کہ اس دن روزہ رکھنے کا کیا سبب ہے انہوں نے کہا کہ اس دن موسیٰ علیہ السلام اور قوم موسیٰ کو فرعون سے نجات ملی ہے اور فرعون غرق ہوا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اس دن بطور شکریہ روزہ رکھا ہے، ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہم زیادہ مستحق ہیں موسیٰ کے ساتھ تم سے۔ چنانچہ آپ نے روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی روزہ رکھنے کا امر فرمایا پس اس سے معلوم ہوا کہ جس دن کوئی نعمت وارد ہوئی ہو ہر سال اسی دن بالتخصیص اظہار شکر و اظہار سرور کا اعادہ جائز ہے انتہی۔ الجواب۔ تحقیق اس واقعہ کی سنو۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس روزہ کو قبل ہجرت مکہ میں بھی رکھتے تھے عن عائشۃ قالت کان یوم عاشوراء تصومه قریش فی الجاهلیة وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصومه فلما قدم المدینة صامه (علی عادته قسطلانی واقر ایضا ابن حجر فی شرح البخاری) وامر الناس بصیامه فلما فرض رمضان ترک یوم عاشوراء فمن شاء صامه ومن شاء ترکه اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے یہ روزہ مدینہ میں یہود سے سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نجات کے شکریہ میں نہیں رکھا تھا بلکہ بعادۃ سابقہ رکھا تھا۔ قسطلانی علیٰ عادتہ لکھ رہا ہے اور خود ابن حجر شرح بخاری میں اقرار کرتے ہیں اور لوگوں کو امر فرمانا بھی بامر اللہ تھا کیونکہ عاشورہ کا روزہ پہلے فرض تھا پس یہ روزہ علی عادتہ رکھا گیا۔ مگر فرضیت کا حکم اب زائد ہوگیا۔ پھر دوسرے سال فرضیت منسوخ ہوگئی۔ تو صاف ظاہر ہے کہ شکر نجات حضرت موسیٰ کی وجہ سے یہ روزہ نہ رکھا تھا بلکہ علیٰ عادتہ و بافتراض اللہ تعالیٰ تھا۔ اور یہود کا کہنا کہ فنحن نصومه ای اتباعاً لموسیٰ یعنی خود یہود کا روزہ باتباع سنت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھا نہ بوجہ شکر کے پس فخر عالم کا روزہ بھی شکر کا نہ ہوا بلکہ اتباع حضرت موسیٰ کی سنت کا ہوا، اور آپ نے فرمایا نحن احق بموسیٰ منکم یعنی ہم اتباع سنت موسوی میں تم سے زیادہ مستحق ہیں یہ قول بطریق الزام کے تھا کہ تم کس امر میں موسیٰ کے متبع ہو تم تو ہر امر میں اپنی ہویٰ کے تابع اور مخالف شرع و حکم موسیٰ کے ہو پھر دعویٰ اتباع تمہارا بے محل ہے ہاں ہم متبع موسیٰ کے ہیں پس یہ الزام تھا نہ وجہ صوم۔ بہر حال یہ روزہ اعادہ شکر و سرور کا نہ ہوا بلکہ علی عادتہ بافتراض اللہ تعالیٰ تھا اور اس میں اتباع حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت کا بھی اتفاق ہوا صحیح مسلم میں ہے۔ عن ابی موسیٰ قال کان یوم عاشوراء یوماً یعظمه الیهود وتتخذه عیداً فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموه انتم وفی روایۃ وخالفوا الیهود۔ سو یہود اس دن

دو کام کرتے تھے - ایک روزہ جو لطریق سنت موسوی کے تھا یا اُن پر مفروض من اللہ ہو گا دوسرے سرور و عید لیوم النجاۃ، پس آپ یہود کی عید کی مخالفت کا حکم فرما چکے ہاں روزہ رکھو کہ صوم عید کے منافی اور خلاف ہے - پھر قیاس کس چیز پر کیا جاتا ہے کیا نص کیخلاف ہے علاوہ اس کے ہیئۃ اجتماعی کا بدعت ہونا تو اب بھی رفع نہ ہوا - فتدبر - (۲) یہاں بھی وہی تقریر سابق ہے کہ شکر وجود پُر جود آپ کا نص مطلق سے مطلق ثابت ہوا ہے پس اس فرع میں قیاس غلط ہے اور بسبب تغیر حکم نص کے اطلاق سے تقیید کیطرف یہ قیاس باطل ہے لہٰذا فاکہانی کا یہ اعتراض قائم رہا - اور مولود مروجہ کو تو یہ دونوں اصلیں کسی وجہ سے بھی مفید نہیں فتدبر حق التدبر -

(نوٹ) میں پہلے لکھ چکا کہ مانعین نفس مولود کو جائز کہتے ہیں البتہ قیود زائد کی کراہت اور بدعت کے قائل ہیں اور قیود محفل مروجہ کی دو قسم ہیں بعض وہ امور ہیں کہ باصلہ مکروہ و حرام ہیں اور قسم دوم وہ امور ہیں کہ باصلہ مباح ہیں یا مندوب لیکن شرعاً کراہت عارض ہو گئی پس ان امور قسم ثانی کا وجود مجلس مولود میں اسوقت تک مباح اور جائز ہے کہ اپنی حالت اصلیہ پر رہیں اور جس وقت خواص یا عوام کے ذہن میں ان کی کیفیت انداز اباحت و ندب سے بڑھی وہ بھی مکروہ ہو جاتے ہیں اور ایسی محفل کی شرکت اور اس کا عقد مکروہ ہو جاتا ہے اور وہ عمل مولد جو ۶۰۴ھ میں ایجاد ہوا اور آخر تک جاری رہا وہ ہے جو جلال الدین سیوطی کے رسالہ حسن المقصد سے نقل کر چکا کہ جمع ہو کر کچھ قرآن پڑھیں اور آپ کا ذکر کر کے کھانا کھا کے چلے جاویں اور اس سے زیادہ کچھ نہ ہو انتہیٰ تو اس عمل میں ذکر مندوب پر اجتماع یوم معین اور اطعام طعام زائد ہوا - اور یہ دونوں امر باصلہ مباح ہیں اور کوئی امر منکر نہیں تھا محض یہ دو امر مباح تھے کہ خواص و عوام میں علماً و عملاً اپنے درجہ سے نہیں خارج ہوئے تھے تو وہ محافل مباح رہے اور ابتدا ایجاد سے آخر تک یہی وضع مباح رہی اگرچہ جن علما کو ایسی خدشہ تھا انہوں نے اس کو مکروہ سمجھا - اب شاہ ولی اللہ صاحب کی محفل کی کیفیت سنو، فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں - وکنت قبل ذلك بمكة المعظمة فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم ولادتہ والناس یصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویذکرون ارهاصاته التی ظهرت فی ولادته ومشاهده قبل بعثته فرأیت انواراً سطعت دفعة واحدة لا اقول انی ادرکتها ببصر الجسد ولا اقول ادرکتها ببصر الروح واللہ اعلم کیف الامر بین هذا وتلك

فتاملت تلك الانوار فوجدتها من قبل الملائكة المؤكلين بامثال هذه المشاهد وبامثال هذه المجالس ورأيت يخالط انوار الملائكة انوار الرحمة انتہی۔ ناظرین غور فرماویں کہ شاہ ولی اللہ صاحب جو مولد النبی میں اپنا ہونا بیان فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں آپ کی جائے پیدائش ہے جہاں قبہ بنا ہے۔ لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔ شاہ صاحب اور جو لوگ وہاں جمع ہوئے تو زیارت مکان کے واسطے جمع ہوئے اور وہاں جو صلوٰۃ وسلام اور آپ کے حالات کا ذکر تھا وہ نفس ذکر آپ کا تھا نہ اجتماع بتداعی ہوا تھا۔ نہ وہاں طعام وشیرینی و قیام کا ذکر ہے نہ وہاں فرش وبخور کا نشان ہے نہ وہاں امردان صبیح الوجہ نہ فسقہ بلباس فرزئی مکروہ کا پتہ ہے فقط وہاں ولادت کے دن لوگوں کا خود بخود مجمع ہو جانا اور آپ کے ذکر اور صلوٰۃ کا ہونا مذکور ہے۔ ذرا انصاف درکار ہے کہ اس میں تو وہ امر مباح کہ سیوطی کے عمل مولد میں منقول تھے وہ بھی نہیں۔ اب دیکھو کہ یہ عمل مولود ابتدار ایجاد سے شاہ ولی اللہ تک جو ثابت ہوا اہل بدعت زمانہ کی محفل اور دعوے کو اس سے کیا مناسبت ہے کیونکہ اسوقت کی محافل میں منکرات شرعیہ جو باصلہ مکروہ وحرام ہیں موجود ہوتے ہیں اور وہ امور کہ باصلہ مباح تھے اور ان کے عقیدے اور عمل میں علماً یا عملاً واجب یا سُنت ہو گئے ہیں اور مکروہ و بدعت بن گئے ہیں ضرور موجود ہوتے ہیں۔ اگر پہلے علما اس وقت موجود ہوتے تو بالاتفاق سب کے سب منع ہی فرماتے۔ ابتداء ایجاد ۶۰۴ھ میں جو بعض امور مباحہ کا اضافہ کیا گیا تھا چونکہ اس زمانہ میں یہ امور عمل میں موکد نہ تھے۔ علماً وعملاً حد اباحت سے خارج نہ ہوئے تھے لہذا اس میں حسن ظن تو یہی ہے کہ ان علما کے زعم میں خواص تو کیا عوام کو بھی اس سے مضرت نہ تھی اگرچہ جن علما کو اس میں خدشہ تھا انہوں نے اس کو مکروہ کہا تھا۔ چنانچہ ایک مختصر فہرست مع عبارات ان علمار مانعین کی ہدیہ ناظرین ہے یہ سب عالم اپنے زمانہ میں علم وفضل و فقہ میں شہرہ آفاق اور اقران میں ممتاز تھے۔

(۱) علامہ تاج الدین فاکہانی رحمۃ اللہ علیہ جو اجلہ فقہار سے ہیں اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں لا اعلم لهذا المولد اصلاً فی كتاب ولا سنة ولا ينقل عمله عن احد من العلماء الائمة الذين هو القدوة فی الدين المتمسكين بآثار المتقدمين بل هو بدعة احدثها البطالون وشهوة نفس اعتنى بها الاكالون بدليل انا ادرنا عليها الاحكام الخمسة قلنا اما ان يكون واجباً او مندوباً او مباحاً او مكروهاً او محرماً ليس بواجب اجماعاً ولا مندوباً لان حقيقة المندوب

ماطلبه الشرع من غير ذم على ترکه وھذا لم یاذن فیہ الشرع ولا فعلہ الصحابة ولا التابعون المتدینون فیما علمت وھذا جوابی عنہ بین یدی اللہ عز وجل ان عنه سئلت ولا جائز ان یکون مباحًا لان الابتداع فی الدین لیس مباحًا باجماع المسلمین فلم یبق الا ان یکون مکروھًا او حرامًا انتہی (۲) امام علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ جو جو بڑے اکابرین ستندین سے ہیں مدخل شریف میں لکھتے ہیں ومن جملة ما احدثوہ من البدع مع اعتقادھم ان ذلک من اکثر العبادات واظہار الشعائر ما یفعلونہ فی شہر الربیع الاول من المولد وقد احتوی ذلک علی بدع ومحرمات الخ بدعتوں اور محرمات اور قبائح وذمائم کی تفصیل کے بعد لکھتے ہیں فان خلا منہ وعمل طعامًا فقط ونوی بہ المولد ودعی الیہ الاخوان وسلم من کل ما تقدم ذکرہ فھو بدعة بنفس نیتہ فقط لان ذلک زیادة فی الدین ولیس من عمل السلف المتقین واتباع السلف اولی ولم ینقل عن احد منھم انہ نوی المولد ونحن تبع فیسعنا ما وسعھم انتہی۔ (۳) اور علامہ عبدالرحمن المغربی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں ان عمل المولد بدعة لم یقل بہ ولم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء والائمة انتہی کذا فی الشرعة الالہیہ۔

(۴) اور علامہ نصیر الدین الاودی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بجواب سائل لا یفعل لانہ لم ینقل عن السلف الصالح وانما احدث بعد القرون الثلاثة فی الزمان الطالح ونحن لا نتبع الخلف فیما اھمل السلف لانہ یکفی بھم الاتباع فای حاجة الی الابتداع انتہی وھکذا قال ابو الحسن علی بن الفضل المقدسی المالکی فی کتابہ جامع المسائل (القول المعتمد) (۵) اور شیخ الحنابلہ علامہ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان ما یعمل بعض الامراء فی کل سنة احتفالًا لمولدہ صلی اللہ علیہ وسلم فمع اشتمالہ علی التکلفات الشنیعة بنفسہ بدعة احدثہ من یتبع ھواہ ولا یعلم ما امرہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب الشریعة ونہاہ انتہی کذا فی القول المعتمد (۶) اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی تحفة القضاة میں فرماتے ہیں سئل القاضی عن مجلس المولد الشریف قال لا ینعقد لانہ محدث وکل محدث ضلالة وکل ضلالة فی النار وما یفعلون الجہال علی راس کل حول فی شہر الربیع الاول لیس بشئ ویقومون عند ذکر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم ویزعمون ان روحہ صلی اللہ علیہ وسلم یجئ وحاضر فزعمھم باطل بل ھذا الاعتقاد شرک وقد منع الائمة الاربعة

عن مثل هذا انتہی۔ (۷) اور علامہ فضل اللہ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ بہجۃ العشاق میں فرماتے ہیں مایفعل العوام فی القیام عند ذکر وضع خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام لیس بشئ بل ھو مکروہ انتہی۔ (۸) اور قاضی نصیر الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ طریقۃ السلف میں فرماتے ہیں وقد احدث بعض جہال المشائخ امورًا کثیرۃ لانجد لہا اثرًا ولا رسمًا فی کتاب ولا فی سنۃ منہا القیام عند ذکر ولادۃ سید الانام علیہ التحیۃ والسلام انتہی۔ (۹) حافظ ابوبکر بغدادی الشہیر بابن نقطہ رح اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں ان عمل المولد لم ینقل عن السلف ولا خیر فی مالم یعمل السلف انتہی۔ (۱۰) سیرت شامی میں ہے جرت عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وضعہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یقوموا تعظیمًا لہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھذا القیام بدعۃ لا اصل لہا انتہی۔ اور ظاہر ہے کہ جس بدعت کی کوئی اصل نہیں ہے وہ بدعت سیئہ ہوتی ہے کما مر سابقًا۔ (نوٹ) علامہ احمد بن محمد بن محمد مصری مالکی نے اپنی نفیس کتاب القول المعتمد میں مذاہب اربعہ کے بڑے بڑے علما کے اقوال نفس انعقاد مجلس مولود کی ممانعت و مذمت میں نقل کئے ہیں جس کا جی چاہے مطالعہ کرے اور لکھا ہے قد اتفق علماء المذاھب الاربعۃ علی ذم العمل بہ۔ (۱۱) ذخیرۃ السالکین میں ہے چیزے کہ نام آن مولد نہند از بدعتست چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیچکس را بدین نفرمودہ است ونہ خلفاء او ونہ ائمہ و نہ خود این فعل کردہ اند۔ انتہی۔ (۱۲) اور علامہ حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ طریقۃ السنۃ میں لکھتے ہیں وما احدثتہ الصوفیۃ الجہلۃ من مجلس المولد فی شہر الربیع الاول لا اصل لہ فی الشرع بل ھو بدعۃ مذمومۃ وفیہا مناکر کثیرۃ۔ منہا تخصیص یوم من الایام بفعل غیر معین وھو منصب الشارع فالتخصیص من عند نفسہ ادعاء منصبہ والقیاس علی تخصیص الشارع بدون علۃ مشترکۃ لیس بصحیح علی انہ یشترط فیہ الاجتہاد ومنہا فیہ طعن ومذمۃ وملامۃ علی السلف حیث لم یفعلوا فعلا فیہ خیر کثیر ویدل علی غایۃ المحبۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع انہما کہم فی محبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث لم یبین لامتہ امرا فیہ غایۃ محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ومحبتہ صلی اللہ علیہ وسلم عین الایمان لقولہ علیہ السلام لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین فیوجب نسبۃ البخل بہ علیہ السلام عما ھو غایۃ الایمان والاسلام بل علی اللہ حیث لم یکمل شریعتہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد قال

اللہ تعالیٰ فی تکمیل شریعتہ صلے اللہ علیہ وسلم الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی وایضاً قال اللہ تعالیٰ وتمت کلمت ربک صدقاً وعدلاً ومنہا التشبہ بالنصاریٰ من اھل الکتاب فانھم یعظمون یوم ولادۃ عیسے علیہ السلام ویسمونہ باسم معناہ یوم عظیم ومنہا التشبہ بکفرۃ الھند حیث یعظمون یوماً من ایام السنۃ ویقولونہ ھذا یوم ولادۃ کنھیا ویترجمونہ بالھندیۃ جنم دن الخ انتہی (۱۳) علامہ شامی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں اقبح منہ النذرۃ بقراءۃ المولد فی المنائر مع اشتمالہ علی الغناء واللعب وایھاب ثواب ذلک الی حضرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی (۱۴) مواہب لدنیہ میں لکھا ہے۔ لیلۃ مولدہ صلے اللہ علیہ وسلم افضل من لیلۃ القدر من وجوہ ثلاثۃ الخ اس کے تحت میں علامہ نور الدین سیر ابیسی شارح مواہب لدنیہ لکھتے ہیں قولہ افضل من لیلۃ القدر ذکروا مثل ھذا فی المفاضلۃ بین لیلۃ الاسراء ولیلۃ القدر واجابوا منہ بانّ لیلۃ الاسراء بالنسبۃ لہ صلے اللہ علیہ وسلم افضل ولیلۃ القدر بالنسبۃ لامتہ افضل۔ وذکر ابن حجر الھیثمی فی مولدہ بعد ما ذکرہ المصنف من الوجوہ الثلاثۃ ما نصہ ھذا غایۃ ما وجّہ بہ ھذا القول وفیہ احتمال واستدلال بما لا ینتج المدعی لانہ ان ارید تلک اللیلۃ ومثلھا فی کل سنۃ الی القیامۃ افضل من لیلۃ القدر۔ فھذہ الافضلیۃ لا تنتج ذلک کما ھو جلی وان ارید عین تلک اللیلۃ فلیلۃ القدر موجودۃ واتی فضلھا فی الاحادیث الصحیح علیٰ سائر لیالی السنۃ بعد الولادۃ بل المبعث بل الھجرۃ فلم یکن اجتماعھما حتی یاتی التفضل بینھما وانما تلک انقضت وھذہ باقیۃ الی القیامۃ وقد نص الشارع علےٰ افضلیتھا ولم یتعرض للیلۃ مولدہ ولا لامثالھا بالتفضیل دلیلاً فوجب علینا ان نقتصر علےٰ ما جاء عنہ ولا نبتدع شیئاً من عند نفوسنا القاصرۃ عن ادراکہ الا بتوقیف منہ صلے اللہ علیہ وسلم علی انا لو سلمنا افضلیۃ مولدہ صلے اللہ علیہ وسلم لم یکن لہ فائدۃ اذ لا فائدۃ بتفضیل الازمنۃ الا بفضل العمل فیھا واما تفضیل ذات الزمن الذی لا یکون العمل فیہ فلیس لہ فائدۃ انتہی (۱۵) حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکتوب میں لکھتے ہیں الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق علیھم من الصلوۃ اتمھا ومن التحیات اکملھا۔ صحیفۂ التفات کہ از روئے کرم نامزد این حقیر ساختہ بودند بوصول آن مبتہج ومسرور گردیدہ جزاکم اللہ سبحانہ خیراً۔ اندراج یافتہ بود

کہ اگر چہ چنانچہ مبالغہ در منع سمع متضمن منع مولود کہ عبارت از قصائد نعت و اشعار غیر نعت خواندن ست نیز بود اخوی اعزی میر محمد نعمان و بعضے یاران اینجا کہ در واقعہ آنحضرت صلعم دیدہ اند کہ ازین معرکہ مولود بسیار راضی اند بریشان ترک شنودن مولود بسے مشکل است، مخدوما اگر واقعہ را اعتبار بود و بر منامات اعتبار باشد مریداں را بہ پیران ہیچ احتیاج نباشد و التزام طریقے از طرق عبث می افتد چہ ہر مریدے موافق وقائع خود عمل خواہد کرد و مطابق منامات خود زندگی خواہد نمود آن وقائع و منامات موافق طرق پیر باشند یا نباشند و مرضی او بوند یا نبوند برین تقدیر سلسلہ پیری و مریدی برہم میخورد و ہر بوالہوسے بوضع خود مستقل میگردد مرید صادق ہزار وقائع را با وجود پیر بہ نیم جو نمیخرد و طالب رشید بدولت حضور پیر منامات را اضغاث احلام می شمرد و ہیچ التفات بآنہا نمی نماید شیطان لعین دشمنے است قوی منتہیان از کید او ایمن نیستند و از مکر او لرزان و ترسانند از مبتدیان و متوسطاں چہ گوید غایۃ ما فی الباب منتہیاں محفوظ اند و از سلطان شیطان مصئون بخلاف مبتدیاں و متوسطان پس وقائع ایشان شایان اعتماد نباشند و از مکر دشمن محفوظ نبوند الخ اور اسی مکتوب میں ہے بنظر انصاف بہ بینید کہ اگر فرضاً حضرت ایشان در زمان در دنیا زندہ می بودند۔ و این مجلس و اجتماع منعقد می شد آیا باین امر راضی می شدند و این اجتماع را می پسندیدند یا نہ یقین فقیر آن ست ہرگز این معنی را تجویز نمی فرمودند مقصود فقیر اعلام بود قبول کنند یا نہ کنند ہیچ مضائقہ نیست و گنجائش مشاجرہ نہ دگر مخدوم زادہا و یاران آنجا برہمان وضع مستقیم باشند با فقیران را از صحبت ایشان غیر از حرمان چارہ نیست زیادہ چہ تصدیع دہد والسلام اوّلاً و آخراً انتہی۔

(۱۶) حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدّث دہلوی تحفۂ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں:۔
نوع پانزدہم۔ امثال متجددہ را یک چیز بعینہ دانستن و این وہم خیلے بر ضعیف العقلاں غلبہ دارد حتی کہ آب دریا و شعلہ چراغ و آب فوارہ را اکثر اشخاص یک آب و یک شعلہ خیال کنند و اکثر شیعہ در عادات خود منہمک این خیال اند مثلاً روز عاشوراء در ہر سال کہ بیاید آنرا روز شہادت حضرت امام حسین گمان برند و احکام ماتم و نوحہ و شیون گریہ و زاری و فغان و بیقراری آغاز نہند مثل زنان کہ ہر سال بر میت خود این عمل نمایند حالانکہ عقل بالبداہت میداند کہ زمان از سیال غیر قار ست ہرگز جزو او ثبات و قرار ندارد و اعادہ معدوم محال، و شہادت حضرت امام در روزے شدہ بود کہ این روز را از آنروز فاصلہ ہزار و دو صد سال دارد این روز را با آن روز چہ اتحاد

وکدام مناسبت و روز عید الفطر و عید النحر را برین قیاس نباید کرد که در آنجا بایہ سرور شادمانی سال بسال متجدد است یعنی ادائے روزہٴ رمضان و ادائے حج خانہ کعبہ کہ شکراً للنعمة المتجددہ سال بسال فرحت و سرور نو پیدا می شود و لہذا اعیاد شرائع برین وہم فاسد نیامدہ بلکہ اکثر عقلا نیز نوروز و مہرجان و امثال این تجددات و تغیرات آسمانی را عید گرفتہ اند کہ ہر سال چیزے نو پیدا میشود و موجب تجدد احکام می باشد و علی ہذا القیاس تعید بعید بابا شجاع الدین و تعید بعید غدیر و امثال ذلک مبنی بر ہمیں وہم فاسد است از ینجا معلوم شد کہ روز نزول آیت الیوم اکملت لکم دینکم و روز نزول وحی و شب معراج را چرا در شرع عید قرار نہ دادہ اند و عید الفطر و عید النحر را قرار دادہ اند و روز تولد و وفات ہیچ نبی را عید نگردانیدند و چرا صوم یوم عاشورا کہ سال اول بموافقت یہود آنحضرت صلعم بجا آوردہ بودند منسوخ شد درین ہمہ ہا ہمیں سر است کہ وہم را دخلے نباشد بدون تجدد نعمت حقیقةً سرور و فرحت نمودن یا غم و ماتم کردن خلاف عقل خالص از شوائب وہم است۔ انتہی۔

(۱۷) ایک عبارت کبیری شرح منیہ سے نقل کرتا ہوں اسکو محفلِ مولود سے نہایت مناسبت ہے اور اس سے کراہت اس مجلس کی واضح ہو جاتی ہے۔ صلوۃ الرغائب ایک نماز نفل ہے جو ۴۸۰ھ کے بعد حادث ہوئی اور ایسا ہی صلوۃ شب برات و صلوۃ لیلۃ القدر۔ شارح منیہ نوافل مستحبہ بیان کرنے کے بعد ان کی کراہت کے بیان میں لکھتے ہیں۔ وبعد ذلک فالصلوۃ خیر موضوع فالم یلزم منہا ارتکاب کراھۃ اعلم ان النفل بالجماعۃ علی سبیل التداعی مکروہ علی ما تقدم ما عدا التراویح وصلوۃ الکسوف وصلوۃ الاستسقاء فعلم ان کلا من صلوۃ الرغائب لیلۃ اول جمعۃ من رجب وصلوۃ البراءۃ لیلۃ النصف من شعبان وصلوۃ لیلۃ القدر لیلۃ السابع والعشرین من رمضان بدعۃ مکروھۃ۔ وقال ابوالفرج ابن الجوزی وابوبکر الطرطوسی صلوۃ الرغائب موضوعۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکذب علیہ وقد ذکروا الکراھتہا وجوھا منہا فعلہا بالجماعۃ وھی نافلۃ ولم یرد بہ الشرع ومنہا تخصیص سورۃ الاخلاص والقدر ولم یرد بہ الشرع ومنہا تخصیص لیلۃ الجمعۃ دون غیرھا وقد ورد النہی عن تخصیص یوم الجمعۃ لصیام ولیلتہ لقیام ومنہا ان العامۃ یعتقد وھما انہا سنۃ من سنن النبی صلعم فیکون فعلہا سببا لکذبھم علیہ علیہ السلام قلت بل کثیر من العوام ببلاد الروم

یعتقد ونها فرضًا و کثیرًا منهم یترکون الفرائض ولا یترکونها وھو المصیبة العظمٰی ومنها ان فعلها یُغری قاصد وضع الاحادیث بالوضع والافتراء علی رسول الله صلی الله علیہ وسلم ومنها ان الاشتغال بعدد السور مما یخل بالخشوع والتدبر وھو مخالف السنة ومنها ان فی صلوة الرغائب مخالفة السنة فی تعجیل الفجر ومنها ان سجدتیها مکروھتان اذ لم یشرع التقرب بسجدة منفردة بلا رکوع غیر سجدة تلاوة عند ابی حنیفة ومالك وعند غیرھما غیرھا وغیر سجدة الشکر ومنها ان الصحابة و التابعین ومن بعدھم من الائمة المجتهدین لم ینقل عنهم ھاتان الصلوتان فلو کانتا مشروعتین لما فاتتا عن السلف وانما حدثتا بعد الاربع مائة ولیس لاحد ان یستدل علی شرعیتهما بما روی عنه علیه السّلام انه قال الصلوة خیر موضوع فان ذٰلك یختص بصلوة لا تخالف الشرع بوجه من الوجوہ وقد صح النهی عن الصلوة فی الاوقات المکروھة انتهی۔ پس غور کرنا چاہیئے کہ صلوۃ نفل جو افضل القربات ہے اور خیر موضوع ہے ان امور مذکورہ بالا کی بنا پر بدعت ہوگئی۔ اسی طرح انہی بعض امور مذکورہ بالا کی بنا پر یہ مجلس مولود مروّجہ بھی بدعت ہوگی۔ فتدبر وتشکر۔ (۱۸) وکان مالك رح مبالغًا فی تعظیم العلم والدین حتی کان اذا اراد ان یحدث توضأ وجلس علی صدر فراشه وسرّح لحیته واستعمل الطیب وتمکن من الجلوس علی وقار وھیبة ثم حدث فقیل له فی ذٰلك فقال احب ان اعظم حدیث رسول الله صلی الله علیہ وسلم ومرّ یومًا علی ابی حازم وھو جالس یحدث فجازہ فقیل له فی ذٰلك فقال انی لم اجد موضعًا اجلس فیه فکرھت ان اخذ حدیث رسول الله صلی الله علیہ وسلم وانا قائم انتهی (الاکمال فی اسماء الرجال للعلامة الخطیب التبریزی صاحب المشکوٰة) **نوٹ ۱**:۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام مالک رح باوجودیکہ اسقدر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم فرمایا کرتے تھے مگر کھڑے ہوکر حدیث وذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سننے کو مکروہ اور خلاف ادب جانتے تھے۔ **نوٹ ۲**:۔ منانا یہ تفریح یہ خوشی اور یہ عید منانا اس مہینے کی اس تاریخ میں اسلئے کیجاتی ہے کہ خیال ہے کہ اس میں حضور تولد ہوئے۔ میں کہتا ہوں اسی طرح یہ بھی مشہور ہے کہ اس مہینے کی اسی تاریخ کو حضور کا انتقال بھی ہوا بلکہ عوام میں تو اس مہینے کا نام ہی بارہ وفات ہے تو کیا اس انتقال کا صدمہ کچھ نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ہر قلب مسلم اس صدمۂ جانکاہ سے پارہ پارہ

ہو جائیگا۔ پس یہ مہینہ اور یہ تاریخ اگر اپنے ساتھ ایک بہت بڑی خوشی لائی ہے تو اسی کے برابر ایک بہت بڑا رنج بھی لائی ہے۔ پس حکمت الہی کا مقتضیٰ یہی تھا کہ حضور کے یوم و ماہِ ولادت کو یوم سرور و عید نہ بنایا جائے۔ غرض اسی تاریخ و مہینہ میں آپ کے انتقال کی حکمت یہی ہے۔ پھر کس قدر مجرمانہ غفلت ہے کہ خوشی کو تو سامنے رکھا جائے اور رنج کا خیال تک نہ آئے۔ **سوال** - تاریخ ولادت ماہ ربیع الاول کی بلکہ پیر کے دن کی جب افضلیت ثابت ہے تو اس میں بہ نسبت اور دنوں کے عبادت بھی افضل ہو گی پس یہی وجہ اس تخصیص کی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزہ کے متعلق دریافت کیا گیا، آپ نے فرمایا فیہ وُلدتُ یعنی اسلئے کہ یہ میری ولادت کا دن ہے اور ابولہب سے بوجہ سرور ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دن عذاب ہلکا کیا جاتا ہے۔ **الجواب** اس روایت میں توفیہ ولدت ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس دن اعمال پیش ہوتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ یہ عمل بھی پیش ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے یہ علت بیان نہیں کی تھی بلکہ حکمت بیان کی ہے۔ بہر حال ربیع الاول یا یوم ولادت یا یوم الاثنین کی افضلیت ہے اور اس دن میں روزہ رکھنے کی تخصیص سے ہر عبادۃ کا افضل ہونا اور ہر عبادت کی تخصیص ثابت نہیں ہو سکتی۔ سنو جمعہ اور شب جمعہ سب دنوں سے افضل ہے مگر ان عبادات کے سوا جو شارع علیہ السلام نے اس میں مقرر کردیں دوسری عبادت اور دنوں کی بہ نسبت افضل نہیں بلکہ دوسری عبادات کو جمعہ یا شب جمعہ میں خاص کرنا مکروہ ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من اللیالی: اور لا تختصوا یوم الجمعۃ بصوم من بین الایام اس حدیث میں ارشاد ہوا کہ تم جمعہ اور شب جمعہ کو صوم و صلوۃ کیواسطے خاص مت کرو۔ کیونکہ جس قدر امور جمعہ اور شب جمعہ میں ہم نے فرمادئے ہیں وہی ان میں افضل و مستحب ہیں۔ اور روزہ اور نماز نوافل مطلق اوقات میں یکساں ہیں خصوصیت اور تقیید کسی وقت کی بدون ہمارے حکم کے درست نہیں بحر الرائق میں ہے لان ذکر اللہ اذا قصد بہ التخصیص بوقتٍ دون وقتٍ او بشیئٍ دون شیئٍ لم یکن مشروعاً لم یرد بہ الشرع اور تخصیص سورۃ اور تخصیص مکان کی کراہت جمیع کتب فقہ میں موجود ہے۔ لہذا ربیع الاول یا یوم ولادت کی افضلیت سے اس میں مجلس مروجہ کی تخصیص اور افضلیت کس طرح جائز ہو سکتی۔ باقی رہا آپ کی ولادت پر سرور کرنا تو ہر وقت ہر مسلمان کا ایمان ہے اس کا کون منکر ہو سکتا ہے۔ بحث تخصیص اور تغیر حکم مطلق شرع میں ہے۔ دیکھو

شرح مواہب لدنیہ للعلامۃ نورالدین سیر الحلبی ج - کما مرفی م۱۷۹

سوال گو فقہاء نے التزام اور اصرار اور تخصیص کو مکروہ لکھا ہے لیکن امر مندوب پر التزام واصرار و تخصیص جائز بلکہ مستحب ہے چنانچہ ایک صحابی نے سورہ اخلاص کو لازم کر لیا تھا اور اس پر اصرار تھا چنانچہ یہ مقدمہ حضور علیہ السلام کے حضور میں پیش ہوا، آپ نے بھی اجازت دی۔ پس جب کسی مباح یا مستحب کے فعل پر التزام اور اصرار جائز ہے تو دوام اور مواظبت بدرجہ اولیٰ جائز ہے لہذا فقہاء کا مطلق التزام واصرار کو اور ایسے دوام کو جس میں جہلہ اور عوام کو تغیر مشروع کا ایہام ہو یعنی عوام کے مثل سنت واجب اعتقاد کر لینے سے مکروہ کہنا غلط ہے ہاں التزام اعتقادی ممنوع ہے۔ **الجواب** ایک صحابی نے جو سورہ اخلاص کو لازم کر لیا تھا اس کی صورت یہ تھی کہ جب اس صحابی نے اس پر التزام کیا اور جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر اعتراض کیا تو اس التزام پر صحابہ کا اعتراض بلا وجہ شرعی نہ تھا۔ اسی واسطے جب حضور کی خدمت میں یہ امر پیش ہوا تو آپ نے صحابہ کو منع نہ فرمایا بلکہ خود بلا کر اس کا سبب پوچھا اور آپ کا اس امر کیلئے بلا کر پوچھنا بھی بلا وجہ شرعی نہ تھا پس اگر یہ امر ناجائز نہ ہوتا تو آپ صحابہ ہی کو منع فرما دیتے جب اس نے اس سورت کی محبت کا حال بیان کیا اور باوجودیکہ اس سورت کی فضیلت محقق بھی تھی اور فی نفسہ یہ امر جائز بھی تھا تو حضور نے صفۃ الرحمن کی محبت کی وجہ سے جنت کی بشارت دیدی حبّك اياه يدخلك الجنة لیکن حدیث میں اجازت دینا ہرگز ثابت نہیں ہے۔ پس دوسروں کیلئے صحابہ کا انکار اور ان کے انکار کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے تقریر ہونا اور ایہام التزام کا رفع فرمانا التزام کے غیر مشروع ہونے پر حجت ہو گیا پس اس واقعہ سے کچھ شبہ نہیں ہو سکتا۔ فتدبر ولا تزل۔ اس کی نظیر ایک دوسری روایت ہے کہ ایک صحابی نے رکعت کے پانے کیواسطے قبل وصول صف کے نیت کر کے رکوع میں شریک ہو کر رکوع کی حالت میں چل کر صف کے برابر ہو گئے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا زادك الله حرصًا ولا تعد دیکھو یہ فعل مکروہ تھا مگر اس پر آپ نے مدح فرمائی اور پھر منع بھی فرما دیا۔ فافہم لہذا اس فہم پر فقہاء کے اجتہاد اور دیگر احادیث نبویہ پر نکتہ چینی کرنا بیجا ہے۔ پس التزام مالا یلزم اور اصرار و تخصیص فعل مندوب عملاً واعتقادًا بالاتفاق ہر طرح ناجائز۔ ہاں دوام بلا اصرار و التزام اور دوام بلا ایہام عوام بعض کے نزدیک جائز ہے لیکن فتح القدیر میں ہے والحق ان المداومۃ مکروہ مطلقًا سواء رأہ حتمًا اولا انتہی۔ اور حدیث

احب الاعمال ما دیم علیہ میں دوام منطقی مراد نہیں بلکہ مواظبت عرفیہ ہے یعنی استعمال اکثر مع ترک فی بعض الاحیان مراد ہے۔ نہ اعمال پر اصرار کہ کبھی ترک ہی نہ ہو المراد من الدوام المواظبۃ العرفیۃ (یعنی لا المنطقیۃ) کرمانی وقسطلانی شرح بخاری پارہ ۲۶)۔

سوال متعدد رسائل میں دیکھنے میں آیا کہ ذکر ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قیام میلادی مستحب ہے اور اذکار سے جو صورت علمیہ ولادت کی ذہن میں مرتسم ہوتی ہے اسکو قیام ہے جو حضور علمی کو حضور بصری کے قائم مقام کیا گیا جیسے کہ حضور علیہ السلام نے کفار کو دکھانے کیلئے مسلمانوں کو حج میں رمل کا امر کیا تھا۔ لیکن اب زوال علت کے بعد بھی رمل کیا جاتا ہے اور یہ رمل مستحب ہے۔ (ازانوار ساطعہ) **الجواب** مطلق ذکر اللہ و ذکر رسول اور نفس قیام جائز ہے اس کا کوئی منکر نہیں فاذکروا اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبکم الآیہ مگر ہاں جب التزام یا تخصیص مطلق عارض ہو جائے بدعت کہتے ہیں ورنہ نفس قیام میں خلاف نہیں۔ باقی رہا قیام میلادی مذکور تو اس کا شریعت میں کچھ اصل ہی نہیں جیسا کہ سیرت شامیہ میں ہے ھذا القیام بدعۃ لا اصل لھا۔ چنانچہ صحابہ کرام جب حالات فخر عالم علیہ السلام کے بیان کرتے تھے تو وہ محکی پاک نظروں میں آجاتا تھا خواہ وہ حلیہ ہوتا یا اور کوئی واقعہ ہوتا کأنی انظر بول اٹھتے اور احادیث میں بکثرت موجود ہے مگر یہ تو دیکھو کہ اس حکایت اور صورت ذہنیہ کے ساتھ کبھی معاملہ خود ذات کا کیا ہو اگر کسی روایت میں یہ معاملہ ثابت ہوا ہو تو کوئی نشان دے کہ ولادت کے ذکر میں یا گھر سے باہر تشریف لانے کے ذکر میں یا غزوات سے آنے کے ذکر میں کسی نے ۷۰۰، ۸۰۰ برس تک تا علامہ سبکی یہ صورت ذہنیہ کو قیام یا اس صورت سے مصافحہ کیا ہو یا اس صورت کو سلام کہا ہو۔ اور التحیات میں جو خطاب اور ندا ہے وہ صورت ذہنیہ کو نہیں۔ ہے بلکہ بوجہ صلوۃ وسلام کے ہے کہ اس میں وعدہ ایصال ہو چکا ہے یا عند البعض یہاں یہ صیغہ محض نقل کیلئے ہے اسپر بھی بعض صحابہ نے التحیات سے بعد انتقال حضور علیہ السلام کے حرف خطاب اور حرف ندا کو نکال دیا تھا۔ یا بوجہ سریان حقیقت محمدیہ کے ہے کما قالہ الشیخ فی ترجمۃ المشکوۃ۔ پھر ذرا سوچو کہ استحباب و استحسان کا کون رستہ ہے جب شریعت میں حکایت کے ساتھ حقیقی محکی عنہ کا معاملہ کرنے کا ثبوت ہی نہیں تو کیا اپنے نفس سے اس کے لئے اصل پیدا کیجئے گا۔ اور یہ غلط ہے کہ باوجود زوال علت کے رمل مستحب ہے۔ ایک علت کے زوال سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس حکم کیلئے کوئی دوسری علۃ

بھی نہ ہو۔ چنانچہ خود ملا علی قاریؒ نے اس کا جواب شرح مناسک میں دیا ہے لا یقال الاصل فی الحکم ان یزول بزوال العلۃ فانا نقول قد فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد زوال المشروعیۃ تذکرًا لنعمۃ الامن بعد الخوف یشکر علیہا فہذہ علۃ اخری والحکم قد یثبت بعلل متبادلۃ بانتفاء شخص علۃ لایوثر فی انتفاء نوع الحکم ولان سلم فالحکم ھٰھنا مع عدم العلۃ فہو غیر معقول المعنی الخ۔

الحاصل ذکر مبارک آپ کا لاریب موجب کمال سرور مومن کلہ ہے مگر ذہن میں ولادت کا تصور جما کر اس تصور ولادت کے ساتھ معاملہ عین ولادت کا کرنا محض بے اصل ہے۔ ہاں کوئی عشق اور وجد میں کھڑا ہو جائے یا بے اختیاری میں کچھ کرے یا عالم غیب و برزخ میں دیدار پر تو جمال جہاں آراء سے مشرف ہو جائے یا مشاہدہ تمثال ہو وہ اس بحث سے خارج ہے جیساکہ مدارج النبوۃ میں بعد حکایات اولیاء اور کشف الغطاء میں ہے کہ یہ سب منام اور یقظہ میں مشاہدہ تمثال ہے نہ عین حقیقت، علاوہ ازیں قیام میلادی میں التزام و اصرار اور تخصیص بھی ہے جو اس کے بدعت ہونے کو اور بھی مؤکد بنا دیتا ہے۔ اور نیز اکثر جہلاء اور بعض علماء بدباطن کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام ہر محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں تعظیم کیواسطے کھڑا ہونا فرض ہے قیام نکرنیوالا کافر ہے (دیکھو ان کا مشہور اور بہت مستند مجموعہ فتاوی غایۃ المرام ۵۵ و ۵۶ و ۶۷ و ۷۱) حالانکہ یہ محض اعتقاد فاسد اور غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور قیام احترام و اکرام یعنی نہوض عند القدوم بھی حضور علیہ السلام کو اپنے لئے بوجہ بے تکلفی پسند نہیں تھا۔ ترمذی میں حدیث ہے لم یقوموا اذا راوہ لما یعلمون من کراھیتہ لذلک قیام تعظیمی یعنی قائم رہنا جس طرح کا قیام سلاطین عجم کیلئے کیا جاتا تھا وہ تو خود حرام ہو چکا تھا کیا صحابہ رضی اللہ عنہم ممنوع و حرام قیام کرتے۔ معاذ اللہ۔ بلکہ قیام احترام جس کو حلال جانتے تھے بوجہ ارضاء خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترک کرتے تھے۔ اذا راوہ اس پر بیّن قرینہ ہے۔ اور یہ حدیث مقام مدح صحابہ میں مذکور ہے کیا حرام کا ترک بھی قابل مدح ہے۔ الحاصل یہ قیام اکرام و احترام کسی کی تشریف آوری پر جائز ہے اور اس کو فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے بوجہ بے تکلفی پسند نہیں فرماتے تھے اور جہاں معلوم ہوتا تھا کہ آپ راضی ہیں تو یہ قیام احترام بھی کرتے تھے شرح طیبی ملاحظہ ہو لعل الکراھۃ للمحبۃ والاتحاد الموجب رفع التکلف والحشمۃ یدل علیہ قولہ لم یکن شخص احب الیہم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ

انتہی۔ لیکن حضور علیہ السّلام کے ہر محفل میلاد میں تشریف لانے کا عقیدہ بالکل باطل ہے اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ یہ عقیدہ احادیث صحیحہ کثیرہ کے مخالف ہے۔ احادیث کثیرہ سے یہ ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مجھپر تمہارا درود وسلام پیش کیا جاتا ہے جو وقت اور جہاں کہیں بھی تم درود بھیجو برابر مجھکو پہونچایا جاتا ہے ان صلوتکم تعرض علیّ حیث ما کنتم اور ایک جماعۃ ملائکہ کی خاص اسی کام کیلئے متعین ہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی امتی درود علیہ السلام پر حضور وسلام بھیجتا ہے وہ برابر پہونچاتے ہیں لیکن حضور علیہ السّلام نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ میں خود وہاں تشریف لیجاتا ہوں تاکہ اس پر عقیدہ رکھا جائے۔ اس عقیدہ کا بدعۃ ہونا اظہر من الشمس ہے اور اگر اس میں عقیدہ حضور روح فخر عالم کا علم غیب استقلالاً ہو تو شرک ہوگا کما فی تحفۃ القضاۃ۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہّاب۔

اور درود التحیات میں لفظ سیّدنا کی زیادتی خود ماورد بہ الشرع میں داخل ہے کیونکہ یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ سے خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے تعظیم فخر عالم کی طلب کرتا ہے کیونکہ صلوۃ کے معنی تعظیم کے بھی ہیں اور دعا اور درود کو بھی تعظیم لازم ہے لہٰذا جو صیغہ تعظیم کے معنی دیگا وہ خود عند الشرع مطلوب ہے اور فقہاء نے جو زیارت مدینہ منورہ میں لکھا ہے کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا وہ بھی اسی آیت اور آیت توقروا سے ماورد بہ الشرع میں داخل ہے۔ بہرحال قیام میلاد کسی طرح بھی ماورد بہ الشرع میں داخل نہیں ہے۔ فافہم۔

تنبیہ — (۱) قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان الدین بدء غریبا وسیعود کما بدء فطوبیٰ للغرباء وھم الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدی من سنتی۔ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ کتاب الاعتصام ص۳) (۲) قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفۃ من امتی علے الحق منصورین لا یضرھم من خالفھم حتی یاتی امر اللہ (متفق علیہ) (۳) قال علیہ السلام فانہ من یعش منکم فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار و فی روایۃ اُخری ان بنی اسرائیل تفرقت علے ثنتین وسبعین ملۃ وتفترق امتی علے ثلاث

وسبعين ملة كلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی وقال علیہ السلام من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید۔ (مشکوۃ) طائفہ خود قطعہ شے کا ہوتا ہے اور قلت پر دلالت کرتا ہے، اور حدیث غربا میں انہی قلیل کی مدح کیجا رہی ہے جو بدعتوں کی تردید کرکے احیاء سنت کرتے ہیں۔ اور یہی قلیل جماعت ہے جو اختلاف کثیر کے وقت محدثات امور سے بچتے ہیں اور سنت رسول اور صحابہ و خلفاء راشدین کی سنت کو دانتوں سے ضبط پکڑتے ہیں اور ما انا علیہ واصحابی کے مصداق ہیں اور سو شہدا کا اجر حاصل کرتے ہیں۔ توضیح میں ہے السواد الاعظم عامۃ المسلمین ممن ھو امۃ مطلقۃ والمراد بالامۃ المطلقۃ اھل السنۃ والجماعۃ وھم الذین طریقھم طریق الرسول علیہ السلام والصحابۃ دون اھل البدع انتہی۔

اور علامہ طیبی لفظ جماعۃ کی تفسیر میں شرح السنۃ سے نقل کرتے ہیں الجماعۃ عند اھل العلم اھل الفقہ والعلم انتہی۔ اور نیز شرح السنۃ سے لکھتے ہیں قال سفیان فی تفسیر الجماعۃ لو ان فقیھًا علے راس جبل لکان ھو الجماعۃ انتہی۔ اور ابن ملک مفاتیح میں شرح حدیث لا تجتمع امتی علے الضلالۃ میں لکھتے ہیں۔ الاجتماع اجتماع علماء المسلمین ولا اعتبار لاجتماع العوام لان قول العوام لا یکون عن علم فلا عبرۃ بہ انتہی۔ میزان شعرانی جلد اول میں ہے سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ سواد اعظم سے مراد اہل سنت والجماعت ہی ہیں، چاہے ایک ہی فرد کیوں نہ ہو۔ حضرت مجدد صاحب رح مکتوبات میں لکھتے ہیں واجتناب از ہم در سم بدعت تا از بدعت حسنہ در رنگ و روش بدعت سیئہ احتراز ننماید بوئے ازین دولت بمشام جان او نرسد وایں معنی امروز متعسر است کہ عالم در دریائے بدعت غرق گشتہ است وبظلمات بدعت آرام گرفتہ کرا مجال است کہ دم از رفع بدعت زند و باحیاء سنت لب کشاید اکثر علماء اینوقت رواج دہندہائے بدعت اند و محو کنندہائے سنت بدعتہائے پہن شدہ را

ٮ عن غضیف بن الحارث الثمالی قال بعث الی عبد الملک بن مروان فقال یا ابا سلیمان انا قد جمعنا الناس علے امرین فقال وما ھما قال رفع الایدی علے المنابر یوم الجمعۃ والقصص بعد الصبح والعصر فقال اما انھما امثل بدعتکم عندی ولست بمجیبکم الی شیء منھما قال لم قال لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلھا من السنۃ فتمسک بسنۃ خیر من احداث بدعۃ (رواہ احمد) وعن حسان قال ما ابتدع قوم بدعۃ فی دینھم الا نزع اللہ من سنتھم مثلھا ثم لا یعیدھا الیھم الی یوم القیامۃ (ترغیب وترہیب للمنذری) شیخ عبد الحق رح اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں پس چنگ در زدن بسنت اگرچہ اندک باشد بہتر است از نو پیدا کردن بدعت (باقی بر ١٨٩)

تعامل خلق دانستہ بجواز بلکہ باستحسان آں فتوی می دہند و مردم را بدعت دلالت بے نمایند چہ می گویند اگر ضلالت شیوع پیدا کند و باطل متعارف شود تعامل گردد مگر نمی دانند کہ تعامل دلیل استحسان نیست تعاملے کہ معتبر است ہماں ست کہ از صدر اول آمدہ است تا باجماع جمیع مردم حاصل گشتہ کما ذکر فی الفتاوی الغیاثیہ قال الشیخ الامام الشہید رحمہ اللہ سبحانہ لانا خذ باستحسان مشائخ بلخ وانما نأخذ بقول اصحابنا المتقدمین رحمہم اللہ سبحانہ لان التعامل فی بلدۃ لایدل علی الجواز وانما یدل علی الجواز مایکون علی الاستمرار من الصدر الاول فیکون ذلک دلیلاً علی تقریر النبی علیہ وعلی الہ الصلوۃ والسلام ایاہم علی ذلک فیکون شرعًا منہ علیہ وعلی الہ الصلوۃ والسلام واما اذا لم یکن کذلک لایکون فعلہم حجۃ الا اذا کان ذلک من الناس کافۃ فی البلدان کلہا لیکون اجماعًا والاجماع حجۃ الاتری انہم لو تعاملوا علی بیع الخمر وعلی الربوا لایفتی بالحل الخ انتہی۔

اور کسی بدعت شرعیہ کے جواز میں حرمین شریفین کے عامۃ الناس کے تعامل کو پیش کرنا بھی صحیح نہیں۔ ملا علی قاری مرقاۃ ص۲۱۷ جلد۲ میں فرماتے ہیں فی الحرمین الشریفین من شیوع الظلم وکثرۃ الجہل وقلۃ العلم وظہور المنکرات وشیوع البدع واکل الحرام والشبہات انتہی۔ یعنی حرمین شریفین کے لوگ آج کل ظالم و جاہل و قلیل العلم منکر و بدعت اور برائیوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور حرام و مشتبہ چیزیں کھاتے ہیں۔

الحاصل مثل آفتاب نصف النہار کے واضح ہوگیا کہ اکثر المسلمین اور جماعت کثیرہ اور سواد اعظم اہل سنت والجماعت ہیں جن کا طریقہ طریقہ رسول اور صحابہ کا ہے نہ اہل البدع اور اس کے ہی التزام کا حکم ہے اور موافقت سنت اور طریقہ صحابہ کی واجب التمسک ہے پس جو اس کے موافق ہے اگرچہ ایک ہی عالم ہو وہ سواد اعظم اور حق ہے اور جو تعامل اس کے خلاف ہو اگرچہ تمام عالم کا ہو باطل ہے۔ اکثریت سے انہیں کی اکثریت مراد ہے نہ اہل اہواکی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اگرچہ حسنہ است زیرا کہ باتباع سنت پیدا می شود نور و گرفتاری بدعت در می آید ظلمت مثلاً رعایت آداب استنجار بروجہ سنت بہتر است از بنائے رباط و مدرسہ چہ سالک برعایت آداب سنت ترقی میکند بمقام قرب و بترک آں تنزل میکند از آن و این مودی میگردد بترک افضل از آن تا مرتبہ قساوت قلب کہ آخر این قلب طبع و ختم گویند میرسد نعوذ باللہ من ذلک۔ انتہی۔ قال علیہ السلام ان اللہ حجب التوبۃ عن کل صاحب بدعۃ حتی یدع بدعتہ (ترغیب ترہیب) لا یقبل اللہ لصاحب بدعۃ صومًا ولا صلوۃ ولا حجا ولا عمرۃ ولا جہادًا ولا صرفًا ولا عدلاً یخرج من الاسلام کما یخرج الشعر من العجین (ترغیب) ان رسول اللہ صلعم قال ستۃ لعنتہم ولعنہم اللہ وکل نبی مجاب الخ والتارک السنۃ (ترغیب ترہیب) من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام (ترغیب ترہیب للمنذری)۔

کیا معلوم نہیں کہ مبتدعین فسقہ ہمیشہ متبعین سنّت سے زائد ہی ہوتے ہیں۔ پس اب تو کہ مانعین تو طریقہ معمولہ مروجہ صحابہ کی حمایت کرتے ہیں اور اس بدعت مروجہ کو ان کے سر کے خلاف ثابت کرکے منع کرتے ہیں اور مجوزین انکے بدعت ہونیکا اقرار کرکے اسکی حسن کو بدلائل واہیہ ثابت کرتے ہیں پس سواد اعظم مانعین ہوئے ہر عاقل جان سکتا ہے۔ چہ جائیکہ بہر وجہ سے اس طریقہ مروجہ کی ضلالت ثابت ہو چکی ہے

تنبیہ ثانیہ:۔ اگر کوئی قواعد شرعیہ سے جاہل اور ناواقف ہے تو وہ اتنا ہی سمجھ لے کہ اس نغل کے بدعت سیئہ اور حسنہ ہونے میں علماء معتبرین کا پہلے سے اختلاف چلا آرہا ہے تو ترک ہی مناسب اور احوط ہے کیونکہ یہ فعل مندوب ہی ہے واجب تو نہیں تو مستدین کو یہی کافی ہے مگر جس کو بدعت چڑ گئی ہے اس کا کوئی علاج نہیں۔ خود فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر سنت اور بدعت دونوں کا احتمال ہو تو سنت کو بھی ترک کردے، ترک لازم ہے۔ اور اگر واجب اور بدعت ہونے میں احتمال ہو تو اس کے ترک میں اشتباہ ہے۔ شامی میں بحر الرائق سے نقل ہے۔ لانہ اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی نعل البدعۃ انتہی اور طریقہ محمدیہ میں ہے ثم اعلم ان نعل البدعۃ اشد ضررا من ترک السنۃ بدلیل ان الفقہاء قالوا اذا تردد فی شئی بین کونہ سنۃ وبدعۃ فترکہ لازم واما ترک الواجب ھل ھو اشد من فعل البدعۃ او علی العکس ففیہ اشتباہ حیث صرحوا فیمن تردد بین کونہ بدعۃ دواجبا انہ یفعلہ دنی الخلاصۃ مسئلۃ تدل علی خلافہ الخ

(نوٹ) تعجب ہے کہ مؤلف تحقیقات نے حضرت مولانا گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے خلیفہ برحق مولانا محمد علی صاحب سلمہ کو حضرات اہل حق کے مخالف التقیدہ ظاہر کیا ہے۔ افسوس! جناب مولانا سلمہٗ بقید حیات ہیں تسلی فرمالیں۔

جناب مولانا حضرت محدث گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں قولہ دعا بھی ایک عبادت ہے کل حاجتیں چھوٹی بڑی اللہ ہی سے مانگے۔ دوسرے کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے ہاں انبیاء کرام و اولیاء عظام کو وسیلہ بنانا اور اُن سے جناب الٰہی میں دعا منگوانا اور اُن سے شفاعت چاہنا جائز ہے (فیوض رحمانی ملخصًا) (۲) فرماتے ہیں بیشک شیرینی پر فاتحہ کرنے کی عادت حضرت قبلہ کی (یعنی حضرت محدث گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی) نہ تھی مگر کبھی کرلیتے تھے اسکو التزاماً نہیں کرتے تھے اور کبھی قبل آنے شیرینی کے آپ نے فاتحہ پڑھ لی اور پھر شیرینی آئی اور تقسیم ہوگئی (جلد ثانی فضل رحمانی ص ۳۲ ملخصًا)

بطریق وعظ و تدریس و مذاکرہ و تحدیث ہزار ہا بار ہوتا تھا الخ۔ ہاں البتہ اس فتوے میں
قیام مروجہ کو چند احتمال عقلی پیدا کرکے ناجائز لکھا ہے۔ ایک وجہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی میلاد
شریف میں ذکر ولادت کے وقت یہ اعتقاد کرے کہ نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب
اسوقت پیدا ہوئے ہیں اور ہر مرتبہ از سر نو ولادت ہوتی ہے اور پھر اسی خیال پر حقیقی مجلی عنہ
کا سا معاملہ کیا جائے تو یہ اعتقاد و خیال و فعل ہنود کے اعتقاد و فعل کے مشابہ ہے پس ایسے
غلط اعتقاد کے ساتھ قیام کرنے کو بوجہ تشبہ اہل ہنود منع فرماتے ہیں اور ایسی گستاخی شان
رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ کرنے سے روکتے ہیں۔ معاذ اللہ خود ذکر ولادت شریفہ
کو ہرگز مشابہ نہیں کہتے اور نہ منع کرتے ہیں بلکہ ناجائز قیود اور قیود مباحہ کے التزام کو اور
غلط عقیدوں کو منع فرماتے ہیں چنانچہ عبارت یہ ہے قولہ یا یہ وجہ ہے کہ روح پاک علیہ السلام
کی عالم ارواح سے عالم شہادت میں تشریف لائی (یعنی پیدا ہوئے) اس کی تعظیم کو قیام ہے
تو یہ بھی محض حماقت ہے۔ کیونکہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ کے
ہونا چاہیئے، اب ہر روز کونسی ولادت مکرر ہوتی ہے۔ پس یہ ہر روز اعادت ولادت کا تو
مثل ہنود کے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں... معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت
کا ٹھیرا۔ انتہی۔ کیوں صاحب اس میں ذکر ولادت شریف کو کہاں برا لکھا ہے بلکہ اس گستاخ
حرکت سے منع فرمایا ہے کہ آپ کی ولادت شریفہ کو مکرر ولادت کا عقیدہ کرکے ہندوؤں کی
طرح کنہیا کے جنم سے مشابہ مت کرو۔ دیکھو رسالہ طریقۃ السنۃ للعلامۃ حسن بن علی رح کما
فی ص۱۷۹ مگر معترض صاحب بیچارے اعادۂ ولادت و اعادۂ ذکر ولادت میں بھی فرق نہ سمجھے
دیکھو ہدایہ میں لکھا ہے قرآن کریم کو دیکھکر نماز نہ پڑھے کہ تشبہ باہل کتاب ہے اور آگ کا
مصلی کے سامنے ہونا تشبہ بالمجوس ہے۔ اب کہو کہ فقہاء رحمہم اللہ نے قرآن اور نماز کو یہود
اور مجوس کے فعل سے مشابہ کر دیا۔ بلکہ خود فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بیٹھکر نماز
پڑھی اور صحابہ مقتدی کھڑے تھے تو آپ نے اشارہ کرکے بٹھلا دیا اور پھر بعد نماز کے
فرمایا کہ تم فعل فارس اور روم کے کفار جیسا کرتے تھے (مسلم شریف) یعنی ایسا مت کرو۔
اب یہاں بھی کہیں کہ حضور علیہ السلام نے نماز کو کفار عجم کے فعل حرام سے مشابہ کر دیا۔
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اسی کتاب ص۵۳ میں ہے کہ کسی نے مولود شریف کے متعلق پوچھا اسوقت حدیث
ہی تھی، آپ نے فرمایا بس یہی مولود ہے جو اسوقت ہو رہی ہے پھر مولود مروجہ حال
سبت بیان کرکے پوچھا آپ نے فرمایا بھائی یہ تو نیکی برباد گناہ لازم ہے ناجائز ہے (ملخصاً)
۴) اور اسی کتاب ص۷ میں ہے کہ وزیر علی شاہ نے وصیت فرمائی تھی کہ سوم چہلم یہ سب ہملا
حضرت قبلہ نے جب یہ سُنا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا ہاں یہی چاہئے شریعت کی
ندی عمدہ چیز ہے (ملخصاً) پس اسی سے حضرت محدّث گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے
مذحقہ کا اندازہ فرمالیجئے۔ مولوی عباس بن ناصر علی المورخ بن فضل اللہ العلامۃ
اجموی مصنف صبح کا ستارہ ۱۲۵۹ھ مترجم دقائق الاخبار نے اپنے رسالہ ملحقہ مسائل ضروریہ
ص۵۲ پر لکھا ہے کہ قاضی عبدالکریم بریلوی قدس سرہ کہ ہمارے زمانہ کے ولی کامل تھے اپنے
ر میں لکھ گئے کہ تیجے ہیں جو رسمیں کہ ہند میں ہوتی ہیں سو بدعات ہیں۔
نالا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب
خر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی
ولہ الامین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واٰلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین
الراجی رحمۃ ربہ الغنی الاحقر المدعو محمد عبد الغنی الحنفی عفا اللہ عنہ ما
ہ داوصلہ غایۃ متمناہ۔ ۱۲۔ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ ہجری۔

ضمیمہ الارشاد فی فتوی قیام المیلاد

تراض۔ حضرت قطب الوقت محدّث گنگوہی قدس اللہ سرہ کی نسبت کہا جاتا ہے
توی میلاد میں لکھا ہے کہ ذکر میلاد شریف ایسا بُرا ہے جیسا کہ کنہیا کا جنم۔
اب۔ معاذ اللہ یہ محض افترا اور صریح جھوٹ ہے۔ ذکر ولادت رسول اللہ صلعم کو
ہرگز بُرا نہیں لکھا الحق کے نزدیک ولادت شریفہ کے ذکر کا تو کیا کہنا ہے، آپ کی جوتیوں
کا ذکر بلکہ آپ کے خچر کے پیشاب کا ذکر بھی موجب برکات وحسنات ہے (دیکھو المہند
...مد ظلہ) اور مولانا تھانوی مدظلہ نے ذکر ولادت شریفہ میں ایک نہایت عمدہ
لکھی ہے جس کا نام نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ہے جو مشہور خاص وعام ہے۔
ی میلاد میں ہے۔ جناب فخر عالم علیہ السلام کے سیر اور حالات ان قرون میں